سلسلہ تصوف نمبر ۸۲

اردو ترجمہ کتاب

فوائد الفواد

یعنی

ملفوظات خواجہ رستگان ملقب بافتہ رحمۃ العالمین ملک الفقراء والمساکین حضرت محمد نظام الدین ملقب بہ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

جمع کردہ

ملک الکلام مقبول بارگاہ خلائق حضرت امیر حسن علاء سنجری المعروف دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

ملک فضل الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

بہجے

اللہ والے کی قومی دکان رجسٹرڈ

مالک ملک چنن الدین تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے

عاشقان رسول ومحبان محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بصرف زر کثیر با محاورہ اردو ترجمہ کرا کر

حمایت اسلام پریس لاہور قیمت سات روپے پچاس پیسے ـــ بار پنجم

عربی سے اردو ترجمہ کتاب

کتاب الشفا فی حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ایک مشہور عربی کتاب حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے محاسن و مناقب میں تحریر فرمائی ہے۔ اس کتاب کی خوبی و مقبولیت عام احاطہ سے باہر ہے۔ کیونکہ ذات باری جس محبوب کی صفت و ثنا قرآن میں اپنی زبان مبارک سے فرمائے اور جملہ فرشتگان کو اس پیارے نام پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم دے تو کون ایسا فرد یا بشر ہے۔ یا جن و ملک ہے جو اس ثنا کو پورے طور پر ادا کر سکے۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس مبارک کتاب کو لکھ کر اپنے ایمان اور محبت مصطفوی صلے اللہ علیہ وآلہٖ و صحابہٖ وسلم کا ثبوت دیا ہے یہ اسی مبارک ہستی کا کام ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ اس کتاب شفا سے بڑھ کر کوئی کتاب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہ تو اب تک کسی نے لکھی ہے۔ اور نہ آئندہ کوئی لکھے گا۔ یہاں تک کہ حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ جس گھر میں یہ مبارک کتاب شفا رہیگی ہوگی وہاں تصدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوئی بیماری نہ ہوگی۔ اس کے مطالعہ سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا عوام الناس کے استفادہ کے لئے اس کا با محاورہ اردو ترجمہ کرا کر شائع کیا گیا ہے۔ کاغذ اعلےٰ لکھائی چھپائی عمدہ۔ نیا ایڈیشن۔ قیمت :: ۲۰/- روپے

مقاصد السالکین

(تصنیف از خواجہ محمد ضیاء اللہ صاحب نقشبندی)

کون شخص ہے جو راہ حق کا متلاشی نہیں۔ یہ کتاب حضرات نقشبندیہ کے لئے ایک رہبر کامل و مرشد کا کام دیتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے توفیق اعمال صالحہ کی ہمت پیدا ہو کر دل ریاضت و عبادت پر مائل ہو جاتا ہے۔ اور خود بخود راہ ہدایت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ قیمت ۵/- روپے

المشتہر:-

اللہ والے کی قومی دکان بازار کشمیری لاہور

اردو ترجمہ کتاب

فوائد الفوائد!

جلد اوّل

یعنی ملفوظات حضرت محبوب الٰہی

مرتبہ

حضرت امیر حسن علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ راستین المقلب بہ رحمۃ للعالمین ملک الفقراء والمساکین شیخ نظام الحق والشرع والعدیٰ والدین اللہ تعالیٰ انہیں دیر تک زندہ رکھے۔ اللہ مسلمانوں کو آپ سے مستفیض کرے کے یقین کے نہانخانے اور تلقین کے خزانے سے یہ غیبی جواہرات اور لاریب پھول جمع کئے گئے ہیں۔ جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے سُنا خواہ بعینہٖ انہیں لفظوں میں یا اس کا مطلب کسی اور عبارت میں اپنی مختصر فہم کے مطابق لکھا گیا ہے۔ چونکہ اس مجموعے سے دردمند دلوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لئے اس کا نام فوائد الفوائد رکھا۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان ؂

نمازِ چاشت شام کی نماز کے بعد چھ رکعتوں کے بیان میں

اتوار کے روز تیسری ماہ شعبان سنہ ۷۰۷ ہجری کو بندہ گنہگار امید وار حسن علا سنجری، کو جو ان معانی کا جمع کرنے والا ہے۔ اس شاہ فلک جاہ ملک دستگاہ کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت اس قطب آفتاب ضمیر کی بےنظیر نظر دل میں معزز ہوا۔ اور چار ترکی کلاہ عنایت ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اسی روز مقررہ نمازوں چاشت کی نماز

شام کی نماز کے بعد کی چھ رکعتوں اور ایام بیض کے روزوں کو لازم جانا۔
زبان مبارک سے فرمایا۔ توبہ کرنے والا متقی یعنی پرہیزگار کے برابر ہوتا ہے۔ متقی تو وہ جس سے عمر بھر میں کوئی گناہ ظاہر نہ ہو۔ یا اس نے ساری عمر شراب نہ پی ہو۔ لیکن توبہ کرنیوالا وہ ہے جس نے گناہ کیا ہو اور پھر اس سے توبہ کر لی ہو۔
بعد ازاں فرمایا کہ اس حدیث کے مطابق دونوں برابر ہیں۔ حدیث التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے شخص کی طرح ہے۔ جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔
پھر فرمایا جس نے گناہ اور نافرمانیاں کی ہوں۔ اور نافرمانیوں سے خط اٹھایا ہو جب وہ توبہ کر کے طاعت کرے گا۔ تو اس کو طاعت میں بھی خط آئے گا۔ ممکن ہے کہ طاعت کی راحت کا ایک ذرہ اس کی نافرمانیوں کے سارے کھلیان کو جلا دے۔
پھر تھوڑی دیر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ مردان خدا اپنے تئیں چھپائے رکھتے ہیں اور حق تعالےٰ انہیں ظاہر کرتا ہے فرمایا کہ خواجہ ابوالحسن نوری نور اللہ مضجعہ مناجات میں عرض کیا کرتے تھے کہ الٰھی استرنی فی بلادک بین عبادک اے پروردگار مجھے اپنے شہر میں اپنے بندوں کے مابین پوشیدہ رکھ۔ غیب سے آواز آئی یا ابا الحسن الحق لا یستره شیٔ۔ یعنی اے ابوالحسن! حق کو کوئی چیز نہیں چھپا سکتی۔ اور حق کبھی پوشیدہ نہیں رہتا۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ناگور کے علاقے میں حمید الدین نام ایک بزرگ تھے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض مشائخ جب تک زندہ رہتے ہیں تب تک تو مشہور رہتے ہیں۔ لیکن مرنے کے بعد ان کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ اور بعض وفات کے بعد مشہور ہو جاتے ہیں۔ فرمایا جو زندگی میں اپنی شہرت کی کوشش کرتے ہیں وفات کے بعد ان کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ اور جو زندگی کی حالت میں اپنے تئیں پوشیدہ رکھتے ہیں وفات کے بعد مشہور ہو جاتے ہیں۔
پھر تھوڑی دیر بعد مشائخ کبار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ ان کا مرتبہ ابدال سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک شخص شیخ عبدالقادر گیلانی قدس اللہ سرہٗ

اپنی خانقاہ میں آیا۔ تو دروازے پر ایک شخص کو پڑا ہوا پایا۔ جو خستہ حال اور ٹوٹے ہوئے پاؤں والا تھا۔ اس شخص نے شیخ صاحب کی خدمت میں اس شخص کی بابت عرض کی۔ اور دعا کی درخواست کی۔ فرمایا اس نے بے ادبی کی ہے۔ پوچھا کونسی بے ادبی۔ فرمایا کہ وہ ابدال میں سے ہے کل ایک یہ اور وہ اس کے اور ہمراہی ہوا میں اڑتے جا رہے تھے جب ہماری خانقاہ کے برابر آئے تو اس کا ایک یار خانقاہ سے منحرف ہو گیا اور ادب کی وجہ سے بائیں طرف ہو کر گزر گیا۔ دوسرا دائیں طرف سے مگر یہ بے ادبی کر کے اوپر سے گزرا جس کی وجہ سے یہ گر پڑا ۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ عید کی رات اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے۔ اور مردان غیب سے چار آدمی حاضر خدمت تھے۔ ان میں سے ایک کو مخاطب کر کے پوچھا۔ کہ تم صبح عید کی نماز کہاں ادا کرو گے۔ اس نے کہا مکہ مبارک میں۔ بعد ازاں دوسرے سے پوچھا اس نے کہا مدینہ معظم میں۔ تیسرے سے پوچھا۔ اس نے بیت المقدس مطہر میں چوتھے سے پوچھا اس نے کہا کہ بغداد ہی میں خواجہ صاحب کی خدمت میں۔ چوتھے کے بارے میں آپ نے فرمایا۔ انت ازھدھم واعلمھم وافضلھم۔ تو ان میں سے سب سے بڑھ کر زاہد عالم اور افضل ہے ۔

پھر تھوڑی دیر کے لئے تزکیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ مرد کا کمال چار چیزوں سے ہوتا ہے۔ کم کھانا۔ کم بولنا۔ لوگوں سے کم میل جول کرنا اور کم سونا۔

پھر وجد اور اجتہاد کے بارے میں گفتگو ہوئی تو اس بارے میں یہ دو شعر پڑھے۔

گرچہ ایزد دہد ہدایت دیں — بندہ را اجتہاد باید کرد !
نامہ کاں را بحشر خواہی خواند — ہم ازیں جا سواد باید کرد

مختلف مسائل میں جمعہ کے روز آٹھویں ماہ شعبان ۷۰۷ھ ہجری کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میرا غلام ملیح نام تھا۔ اسے میں نے خواجہ صاحب کے روبرو وارادت کے شکرانے میں آزاد کیا۔ اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ اسی وقت اس غلام نے جناب کے قدموں پر سر رکھ دیا اور بیعت سے مشرف ہوا اس اثنا میں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اس راہ میں خواجگی اور غلامی کی کوئی تمیز نہیں جو عالم محبت میں راست آتا ہے۔ اسی کا کام بن جاتا ہے ۔

پھر فرمایا کہ غزنی میں ایک پیر کا ایک غلام زیرک تھا۔ وہ غلام نہایت صادق اور صالح تھا جب اس پیر کا آخری وقت نزدیک آپہنچا تو مریدوں سے پوچھا کہ میرا قائم مقام کون ہو؟ سب نے کہا زیرک! اس پیر کے چار لڑکے تھے۔ اختیار، اجلد، اجا، اور اجلا۔ زیرک نے عرض کیا کہ اے خواجہ مجھے آپ کے فرزند آپ کا قائم مقام نہیں ہونے دیں گے۔ انہیں ضرور مجھ سے دشمنی ہو جائیگی پیر نے کہا تو اطمینان سے بیٹھ۔ اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں گے تو میں ان کی شرارت تجھ سے رفع کر دونگا

الغرض جب پیر کا وصال ہو گیا۔ تو زیرک اس کا قائم مقام ہوا۔ پیر کے لڑکوں نے جھگڑا شروع کیا کہ تو ہمارا غلام ہو کر ہمارے باپ کا قائم مقام بنتا ہے۔ جب معاملہ حد سے گزر گیا۔ تو زیرک پیر کے روضہ پر آیا اور کہا اے خواجہ! آپ نے کہا تھا کہ اگر میرے لڑکے تجھ سے جھگڑا کریں گے تو میں ان کا شر تجھ سے رفع کر دونگا اب وہ میرے ایذا کے درپے ہیں۔ سو آپ کو اپنا وعدہ پورا کرنا چاہئے۔ یہ کہکر اپنے مقام پر واپس آگیا

انہیں دنوں کافر غزنی پر حملہ آور ہوئے۔ لوگ لڑائی کے لئے باہر نکلے وہ چاروں لڑکے بھی لڑائی میں شامل تھے۔ سو چاروں مارے گئے۔ اور وہ مقام بلا ٹوک زیرک کو ہی ملا۔ شیخ مذکور کو مرید کرنے کے بعد دوگانہ نماز کے لئے فرمایا۔ انجناب سے پوچھا کہ اس دوگانے کی نیت کیسے کرنی چاہیے عرض کی نفی ماسوی اللہ کے لئے۔

عام لوگوں میں خاص کا ہونا

پندرھویں ماہ شعبان سن مذکور کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک جوالق آکر تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اسی وجہ سے ایسے لوگوں کو شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین زکریا کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا تھا۔ لیکن شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہر قسم کے درویش وغیرہ حاضر ہوا کرتے تھے پھر فرمایا کہ عام لوگوں ہی میں خاص بھی ہوا کرتے ہیں۔ اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمہ بہت سیر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جوالقیوں کے ایک گروہ کے پاس جا نکلے ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ وہاں پر نور جمع ہو گیا۔ جب اچھی طرح غور کیا تو معلوم ہوا کہ انہیں میں سے ایک سے نور نکل رہا ہے۔ اس کے پاس جا کر آہستہ سے پوچھا۔ کہ ان لوگوں میں تو کیا کرتا ہے جواب دیا اس واسطے کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ عام لوگوں میں خاص بھی ہوا کرتے ہیں۔ پھر اسی بارے میں ایک اور حکایت فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ نے ایک گروہ میں اسی بابت پوچھا

ایک کو دیکھا جو دو رکعت میں قرآن شریف ختم کرتا تھا۔ وہ بزرگ حیران رہ گیا۔ اور دل میں کہا کہ اس مسکن میں کہ یہ مرد رہتا ہے۔ اس قسم کی عبادت واقعی تعجب کے قابل ہے۔ اس کام میں کس طرح مستقیم رہ سکتے ہیں۔ الغرض جب ان سے آگے چلا گیا۔ تو پھر دس سال بعد انہیں لوگوں کے پاس آیا تو پھر اس شخص کو ویسا ہی پایا۔ تو پھر کہا۔ کہ اب مجھے حقیقتاً معلوم ہو گیا۔ کہ عام لوگوں میں خاص بھی ہوا کرتے ہیں ؂

ایام بیض کے روزوں اور نوافل اور زمین کے بارہ میں

جمعہ کے روز بائیسویں ماہ شعبان سن مذکور کو نماز کے بعد قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ عشائیں کے مابین جو چھ رکعت کے لیے میں نے کہا ہوا ہے ادا کرتا ہے۔ عرض کی جناب کرتا ہوں۔ بعد ازاں ایام بیض کے روزوں کی بابت پوچھا کہ روزے رکھتا ہے۔ عرض کی جناب رکھتا رکھتا ہوں پھر چاشت کی نماز کی بابت پوچھا۔ عرض کی ادا کرتا ہوں۔ بعد چار رکعت صلوٰۃ السعادت کی بابت فرمایا۔ اس روز سعادت پر اور سعادت ختم ہوئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک ؂

جمعہ کے روز پانچویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو نماز سے پہلے قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نماز سے پہلے برخلاف قاعدہ آنے کی کیا وجہ تھی۔ عرض کی کہ تراویح کی نماز مولانا ظہیر الدین حافظ سلمہ اللہ تعالےٰ پڑھایا کرتے تھے۔ وہ ہر رات تین سیپارے ختم کرتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ متواتر دس راتیں ان کے پیچھے نماز تراویح ادا کروں۔ تاکہ قرآن مجید کے ختم کا ثواب ملے گا اگر اجازت ہو تو جمعہ کی نماز کے بعد واپس آؤں تاکہ تراویح ادا کی جاوے۔ فرمایا۔ بہت ؂

بعد ازاں اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک رات شیخ بہاؤالدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین کو مخاطب کر کے پوچھا۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جو آج دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرے۔ حاضرین میں سے کوئی متکفل نہ ہوا۔ تو خود امام بن کر پہلی رکعت میں ایک ختم اور چار سیپارے اور پڑھے اور دوسری میں سورۃ اخلاص پڑھ کر نماز ختم کی ؂

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ شیخ بہاؤالدین ذکریا فرمایا کرتے تھے کہ ورد اور نماز وغیرہ جو کچھ میں نے سنا کیا۔ لیکن ایک چیز مجھ سے نہ ہو سکی وہ یہ کہ میں نے سنا کہ ایک بزرگ صبح سے لے کر

سورج نکلنے تک قرآن مجید ختم کرتا تھا۔ بہتیرا زور مارا لیکن مجھ سے نہ ہو سکا۔

اسی موقعہ پر ایک اور حکایت فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کعبہ مبارک کا طواف کر رہے تھے ایک شخص کو دیکھا اور اس کے پیچھے پیچھے طواف کرنا شروع کیا۔ جہاں پر وہ قدم رکھتا وہیں آپ قدم رکھتے اس مرد کو یہ بات معلوم ہو گئی۔ کہا ظاہری متابعت کیا کرتا ہے۔ اگر کرنی ہے تو باطنی کر۔ قاضی صاحب نے پوچھا۔ آپ کیا کرتے ہیں؟ کہا میں ہر روز سات سو مرتبہ قرآن مجید ختم کرتا ہوں۔ قاضی صاحب نہایت متعجب ہوئے اور خیال کیا کہ شاید قرآن کے معانی اس کے دل پر گزرتے ہوں گے اور خیال میں پڑھتا ہو گا۔ اس مرد نے مڑ کر دیکھا اور کہا لفظاً نہ کہ خیالاً۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم فرمائی تو اعز الدین علی شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کا ایک خاص مرید تھا۔ سوال کیا کہ شاید یہ کرامت ہے۔ فرمایا۔ ہاں جو بات عقل میں نہیں آسکتی۔ وہ کرامت ہی میں ہوتی ہے۔

پھر اطاعت مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز کی بابت جو کچھ مجھے پہنچا۔ وہ سب میں نے کیا یہاں تک مجھے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے معکوس نماز ادا کی۔ میں نے بھی جا کر اپنے اپنے پاؤں رسی سے باندھے اور سرنگوں ایک کنوئیں میں لٹک گیا۔ اور اسی طرح نماز ادا کی۔ جب یہ حکایت ختم کی تو میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو شخص کسی مرتبے پر پہنچا ہے۔ وہ حسن عمل سے پہنچا ہے۔ فضل الٰہی تو ہوتا ہے۔ لیکن اپنی طرف سے بھی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔

ترک اور تجرید کے بارے میں جمعہ کے روز پانچویں ماہ شوال سن مذکور کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت ترک اور تجرید کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا ایک درویش نہایت مفلس اور مسکین مارے بھوک کے پیٹ پکڑ کر راہ چل رہا تھا۔ خواجہ محمد ٹٹوہ نے جو میرا یار ہے۔ اس نے ایک دانگ اس کے سامنے رکھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے آج بھوسی پیٹ بھر کر کھائی ہے۔ کھانے کی طرف سے بے پرواہ ہوں۔ آج مجھے اس دانگ کی کوئی ضرورت نہیں۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس کے صدق کی وقعیت کی بارے میں تعجب کیا۔ اور فرمایا کہ واہ کیا ہی قناعت۔ قوت اور صبر ہے۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا قناعت اور غیر حق سے طمع نہ کرنے کے بارے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ شیخ علی نام اپنا خرقہ سی رہا تھا۔ پاؤں دراز کئے ہوئے تھے۔ اور ان پر خرقہ ڈال کر بخیہ کر رہا تھا اسی

اثنا میں اسے کہا گیا۔ کہ خلیفہ وقت آرہا ہے اس نے ذرا پرواہ نہ کی اور اسی طرح بیٹھا رہا اور کہا آنے دو خلیفہ نے آکر سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ شیخ نے سلام کا جواب کہا مگر دربان نے جو خلیفہ کے ہمراہ تھا۔ درویش کو کہا۔ کہ پاؤں سمیٹ لو۔ شیخ نے اس بات کی ذرا پرواہ نہ کی۔ چنانچہ تین مرتبہ دربان نے کہا۔ غرض جب خلیفہ واپس جانے لگا۔ تو شیخ نے ایک ہاتھ دربان کا اور ایک خلیفہ کا پکڑ کر کہا۔ کہ میں نے اپنے ہاتھ سمیٹ لئے ہیں اس لئے جائز ہے اگر میں پاؤں نہ سمیٹوں یعنی مجھے تم سے کسی قسم کی طمع نہیں اور نہ میں کچھ لیتا ہوں۔ چونکہ میں نے اپنے ہاتھ سمیٹ لئے ہیں۔ اس لئے اگر میں پاؤں نہ سمیٹوں تو کوئی حرج کی بات نہیں ✽

پھر سلوک کے اصول کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک شخص خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور مرید ہو کر خواجہ صاحب کے حکم کا منتظر تھا۔ کہ اب مجھے نماز یا ورد بتلاتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے صرف یہ کہا کہ جو بات اپنے لئے پسند نہیں کرتا وہ اوروں کے لئے بھی پسند نہ کر اور اپنے لئے اسی بات کی خواہش کر۔ جس کی اوروں کے لئے خواہش کرتا ہے۔ مدت بعد جب وہ شخص پھر حاضر خدمت ہو۔ تو عرض کی کہ میں فلاں روز آپ کا مرید ہوا تھا۔ اور منتظر ہوا کہ آپ مجھے نماز یا ورد کی بابت فرمائیں گے۔ لیکن آپ نے کچھ نہ بتایا۔ اب بھی میں اسی بات کا منتظر ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا اس روز تجھے کیا سبق دیا گیا تھا۔ مرید حیران رہ گیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ اس روز میں نے کہا تھا کہ جو بات اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ وہ دوسروں کے لئے بھی نہ کر اور اپنے لئے اسی بات کی خواہش کر۔ جس کی اوروں کے لئے کرتا ہے۔ چونکہ تو نے پہلا سبق یاد نہیں کیا۔ اب میں دوسرا سبق کس طرح سکھاؤں ✽

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک پارسا بزرگ بارہا کہا کرتا تھا۔ کہ نماز۔ روزہ۔ ورد اور وظیفہ تو بمنزلہ مصالح ہے۔ دیگ میں اصلی چیز تو گوشت ہے۔ جب گوشت ہی نہ ہوگا۔ تو مصالح کس کام۔ پوچھا گیا کہ آپ یہ بات بارہا فرماتے ہیں۔ لیکن اس کی تشریح نہیں فرماتے۔ فرمایا۔ گوشت دنیا کا ترک کرنا ہے۔ اور نماز روزہ ورد اور تسبیح سب کچھ مصالح ہے۔ مرد کو چاہئے کہ پہلے تارک الدنیا ہو۔ اور کسی سے تعلق نہ رکھے۔ خواہ اس میں نماز۔ روزہ وغیرہ پایا جاتا ہو یا نہ۔ کچھ ڈر نہیں۔ لیکن جب دل میں دنیا کی دوستی ہوگی۔ تو ورد وظیفے وغیرہ فائدہ نہ دیں گے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب

نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اگر گھی مروج مصالح وغیرہ دیگ میں ڈالا جائے۔ اور صرف پانی ڈال کر شوربہ پکایا جائے۔ تو اسے شوربائے زور یعنی جھوٹا شوربا کہتے ہیں۔ اصلی شوربا وہی ہوتا ہے۔ جو گوشت سے تیار کیا جائے۔ خواہ اس میں مصالح ہو یا نہ ہو ✣

ترک دنیا

بعد ازاں ترک دنیا کی دوستی کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ دنیا کی ترک سے یہ مراد نہیں کہ انسان اپنے تئیں ننگا رکھے۔ اور لنگوٹا باندھ کر بیٹھ جائے۔ بلکہ دنیا کی ترک اس بات کا نام ہے۔ کہ لباس بھی پہنے اور کھائے بھی۔ لیکن جو کچھ اسے ملے اس کی طرف راغب نہ ہو اور نہ اس سے دل لگائے ✣

تصوّف کے آداب میں

جمعہ کے روز اکیسویں ماہ شوال سن مذکور کو نماز کے بعد پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس وقت تصوف کے آداب مشائخ کے ارشادات اور ان کے حالات و اصطلاحات کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ جمال الدین بسطامی شیخ الاسلام حضرت دہلی جو اہل صفہ کی رسموں اور ان کے آداب اچھی طرح جانتے تھے۔ یہاں تک کہ جس لوٹے کو آپ استعمال کرتے۔ اس کے چار کونے تھے۔ یعنی چار مقام سے اسے پکڑ سکتے تھے۔ وہاں پر ایک بزرگ تھا۔ اس نے کہا اس لوٹے کو لقمانی لوٹا کہتے ہیں۔ شیخ جمال الدین بسطامی علیہ الرحمۃ نے پوچھا کیسے کہا اسے ایک بزرگ شیخ لقمان خرفسی نام تھا۔ اس کے مناقب بیشمار ہیں۔ ایک مرتبہ اس سے جمعہ کی نماز یا کوئی اور شرعی کام فوت ہو گیا۔ تو اس شہر کے تمام امام اس کا محاسبہ لینے کے لئے باہر آئے۔ اسے کہا گیا۔ کہ شہر کے امام تجھ سے بحث کرنے آئے ہیں۔ شیخ نے پوچھا۔ سوار آ رہے ہیں یا پیدل۔ کہا سوار۔ اس وقت شیخ صاحب دیوار پر بیٹھے تھے۔ دیوار کو کہا۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے چل دے۔ دیوار فوراً روانہ ہوئی۔ مقصود یہ کہ شیخ لقمان نے ایک مرتبہ مرید سے پانی کا لوٹا مانگا۔ اس نے لا دیا۔ لیکن پکڑنے کے لئے اس میں کوئی مقام نہ تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ کوزہ ایسا ہونا چاہیئے۔ جس میں پکڑنے کی جگہ ہو۔ مرید نے ایک گوشہ کوزہ تیار کیا۔ اور پکڑ کر شیخ صاحب کو دیا۔ فرمایا۔ یہ تو نے پکڑا ہے۔ میں کہاں سے پکڑوں۔ مرید دو گوشہ کوزہ تیار کر کے لایا۔ ایک گوشہ اپنے ہاتھ میں رکھا اور دوسرا شیخ صاحب کی طرف کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ یہ دونوں تو تیرے پکڑنے کے لئے ہیں میں کہاں سے پکڑوں۔ جاؤ سہ گوشہ بنا کر لاؤ۔ مرید نے سہ گوشہ بنایا۔ دو گوشے اپنے ہاتھ سے پکڑ لئے اور تیسرا اپنے سینے کی طرف رکھا۔ شیخ صاحب نے مسکرا کر فرمایا

کہ چار گوشہ بنا کر لاؤ۔ چار گوشہ بنا کر لایا۔ اس واسطے اس قسم کے کوزے کو لقمانی کوزہ کہتے ہیں +

حضور امام کے بارے میں

بجعد کے روز چھبیسویں ماہ شوال سن مذکور کو نماز کے بعد پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت نماز اور امام اور مقتدیوں کے حضور کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ حضور کا شروع یہ ہے کہ نمازی جو کچھ پڑھے دل میں اس کے معنوں کا خیال کرے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ کا ایک مرید حسن افغان تھا جو صاحب ولایت اور نہایت بزرگ تھا۔ چنانچہ شیخ بہاؤ الدینؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کو مجھ سے پوچھا جائے گا۔ کہ ہمارے لئے کیا لایا ہے؟ تو میں کہوں گا۔ حسن افغان کو لایا ہوں۔ ایک دفعہ یہی حسن افغان گلی میں سے گزر کر مسجد کی طرف جا رہا تھا۔ مؤذن نے اذان کہہ کر تکبیر کہی۔ اور امام بنا۔ اور لوگ مقتدی بنے۔ خواجہ حسن نے بھی اقتدا کیا جب لوگ نماز سے فارغ ہو کر واپس چلے گئے۔ تو آہستہ سے امام سے پوچھا کہ جب تو نے نماز شروع کی۔ تو میں تیرے ساتھ تھا۔ تو یہاں سے دہلی پہنچا اور غلام خرید کے اور واپس آیا۔ اور پھر ان غلاموں کو خراسان لے گیا۔ اور وہاں سے پھر ملتان آگیا۔ میں تیرے پیچھے پیچھے مارا مارا پھرا ہوں۔ آخر تم ہی کہو کہ نماز اسی کو کہتے ہیں +

بعد ازاں اس کی بزرگی کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں ایک مسجد بنائی خواجہ حسن وہاں پہنچے تو اہل عمارت کو کہا کہ محراب اس سمت رکھو۔ کیونکہ قبلہ اس طرف ہے۔ وہاں کا ایک دانشمند تھا۔ اس سے اس بارے میں جھگڑا ہو پڑا۔ اس نے کہا نہیں قبلہ اور طرف ہے۔ آخر دیر کے جھگڑنے کے بعد خواجہ حسن نے فرمایا۔ اچھا جس طرف میں کہتا ہوں۔ ادھر ذرا نگاہ تو کرو۔ اس دانشمند نے غور سے نظر کی۔ تو کعبہ دکھایا۔ بعد ازاں اس کے احوال کی نسبت فرمایا۔ کہ وہ بالکل ان پڑھ تھا۔ لوگ اگر تختی یا کاغذ اس کے سامنے رکھتے۔ جن پر کچھ نثر۔ کچھ نظم۔ کچھ عربی اور کچھ فارسی میں لکھی ہوتی۔ اور ان سطروں میں ایک سطر قرآن شریف کی لکھتے۔ اور اس سے پوچھتے۔ کہ ان سطروں میں قرآن شریف کی سطر کونسی ہے۔ تو وہ بتا دیا کرتا۔ پوچھتے کہ تو نے قرآن تو پڑھا نہیں۔ پھر کس طرح تمیز کر لیتے ہو۔ کہتا ہے کہ اس سطر میں مجھے وہی نور دکھائی دیتا ہے۔ جو اور سطروں میں نہیں پایا جاتا +

پھر نماز میں استغراق کے بارے میں گفتگو شروع۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک مرد خواجہ

کریم نام پہلے دہلی میں حال نویس تھا۔ اور آخر تارک الدنیا ہو کر واصل بنا۔ وہ بار ہا کہا کرتا تھا۔ کہ جب تک میری قمر دہلی میں ہے کوئی کافر اس پہ غالب نہیں آئے گا۔ اس کی نماز

دراستغراق نماز

کے حضور کی بابت فرمایا۔ ایک دن دروازہ کمال کے پاس شام کی نماز میں مشغول تھا۔ ان دنوں میواتیوں کی دھوم تھی۔ کوئی شخص بے وقت اس دروازے کے ارد گرد نہ نکلتا۔ خواجہ صاحب نماز میں مشغول تھے۔ آپ کے یار دروازے پر کھڑے آوازیں دے رہے تھے کہ جلدی شہر میں چلے آؤ۔ دربانوں نے بھی غلبہ کیا۔ الغرض جب خواجہ صاحب نے نماز ادا کی۔ اور وہاں سے واپس آئے تو آپ سے پوچھا گیا۔ کہ کوئی آواز بھی سنی تھی۔ فرمایا نہیں۔ کہا بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ ہم نے اتنا شور مچایا اور آپ نے سنا تک نہیں۔ فرمایا تعجب تو اس پر ہے۔ جو نماز میں مشغول ہو۔ اور کسی کا شور سنے ✣

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب سے خواجہ کریم اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر عمر بھر درم و دینار کو ہاتھ نہ لگایا ✣

بعد ازاں خواجہ صاحب نے ترک دنیا اور اس کی لذتوں کے بارے میں فرمایا کہ ہمت بلند رکھنی چاہیئے اور دنیا کی آلائشوں میں نہیں پھنسنا چاہیئے۔ حرص و شہوت چھوڑ دینی چاہیئے پھر یہ شعر پڑھا۔ ؎

یک لحظہ ز شہوتے کہ داری برخیز | تا بنشیند ہزار شاہد در پیش

ترک دنیا

پانچویں ماہ ذیقعد سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ پوچھا متقر توجہ کا دن تھا۔ آج کیسے آنا ہوا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ سعادت نے آج ہی رخ دکھلایا۔ جس وقت سعادت ہوتی ہے یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے۔ فرمایا۔ بہتر ہے جو غیب سے ہوتا ہے اچھا ہوتا ہے ✣

اثر صحبت کے بارے میں

بعد ازاں صحبت کے اثر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ صحبت کا بڑا بھاری اثر پڑتا ہے۔ بعد ازاں ترک دنیا کے بارے میں غلو کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جب کسی ادنےٰ چیز کو چھوڑ جاتا ہے تو ایک شریف چیز ضرور ملتی ہے ✣

نفلی روزوں میں طعام

منگل کے روز دسویں ماہ ذی القعد سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا وجیہہ الدین پائلی مولانا حسام الدین حاجی اس کے یار مولانا تاج الدین مولانا جمال الدین اور اور اصحاب حاضر خدمت تھے۔ کھانا لایا گیا۔ فرمایا۔ جو روزہ دار نہیں وہ کھائے

ان میں سے بہت سے ایام بیض کی وجہ سے روزے سے تھے۔ صرف دو تین آدمی روزے سے نہ تھے۔ انہیں کھانا دیا گیا ٭

پھر فرمایا کہ جب عزیز آئیں تو انہیں کھانا لا دینا چاہئے۔ اور کسی سے یہ نہیں پوچھنا چاہئے کہ تو روزے سے ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر روزے سے نہیں ہوگا۔ تو خود کھالے گا۔ نہ پوچھنے میں یہ حکمت ہے۔ کہ اگر وہ کہے تو ریا پایا جاتا ہے۔ اگر روزے سے ہے اور صادق اور الخ ہے۔ تو کہے گا۔ کہ ہاں روزے سے ہوں۔ اس وقت اس کی اطاعت علانیہ دفتر میں لکھی جائے گی۔ اگر کہے کہ میں روزے سے نہیں جھوٹ بولتا ہے۔ تو سائل کی تحقیر پائی جاتی ہے ٭

ہفتے کے روز اکیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نیک مردوں کے قدموں کی برکت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ جو مقام مرد ج ہے۔ وہ بزرگوں کے یمن قدم سے ہے جیسا کہ جامع مسجد دہلی۔ بعد ازاں فرمایا کہ جب کسی مقام میں بزرگوں کا قدم مبارک پڑ جاتا ہے وہ آرام وہ ہو جاتا ہے۔ اسی اثناء میں فرمایا کہ میں نے محمود کبیر سے سنا ہے وہ کہتا تھا۔ کہ میں نے ایک صبح ایک بزرگ کو دیکھا۔ کہ جامع مسجد کے ملمعی کنگروں پر جو محراب کے طاق پر ہیں چڑھتا تھا۔ اس قدر جلدی جیسے پرندے میں دور سے دیکھ رہا تھا جب صبح ہوئی تو کنگرے سے اترا میں نے آگے جا کر سلام کیا۔ کہا دیکھا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا کسی سے نہ کہنا۔ اسی اثنا میں نے عرض کیا۔ کہ بہت سے بزرگ اپنے احوال کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا۔ اگر بھید ظاہر کریں تو محروم رہ جائیں۔ اور اور بھید کے لائق نہ رہیں۔ جب کسی سے راز کہا جائے۔ اور وہ دوسرے کے پاس ظاہر کرے۔ تو اس سے اور کوئی بھید نہیں کہنا چاہئے۔ میں نے عرض کی کیا بات ہے۔ کہ خواجہ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ بارہا غیبی باتیں بیان فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا اس وقت اولیا شوق کے غلبات میں آگئے ہیں۔ اور سکر کی وجہ سے کچھ کہہ دیتے ہیں۔ لیکن جو کامل ہیں۔ ان سے کسی قسم کا بھید ظاہر نہیں ہونے پایا۔ بعد ازاں یہ مصرعہ پڑھا۔ مصرع

مردان ہزار دریا خوردند و تشنہ رفتند

بعد ازاں فرمایا کہ حوصلہ وسیع ہونا چاہئے۔ جو اسرار کے قابل ہو سکے۔ اس بات والے سب اہل صحو ہوتے ہیں۔ بندے نے پوچھا۔ کہ آیا اصحاب سکر کا مرتبہ اعلےٰ ہے یا اصحاب صحو کا؟

فرمایا اصحاب صحو کا ؂

قبول دعا بدھ کے روز چودھویں ماہ ذی الحجہ سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ دعا کے قبول ہونے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جو طاعت یا ورد کسی صاحب کی نعمت کی زبانی قبول کیا جائے۔ اس کے ادا کرنے میں راحت ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ چند ورد ہیں۔ جو میں نے اپنے اوپر لازم کر رکھے ہیں۔ اور چند اوراد مجھے اپنے پیر سے ملے ہیں۔ دونوں نے وردوں کے ادا کرتے وقت جو راحت حاصل ہوتی ہے۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بعد ازاں ترک اختیار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ یعنی اپنے اختیار سے کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ دوسرے کا محکوم ہونا اپنا خود حاکم بننے کی نسبت بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر جمعہ کے روز کے لئے خانقاہ سے نکلے۔ تو مریدوں کو پوچھا کہ جامع مسجد کی راہ کونسی ہے۔ اور وہاں کس طرح جانا چاہیئے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا یہ راستہ ہے آپ سے پوچھا۔ کہ اتنی مرتبہ جمعہ کی نماز کے لئے گئے ہیں۔ اور راستہ معلوم نہیں۔ فرمایا۔ جانتا تو ہوں۔ لیکن اس واسطے پوچھا ہے۔ تاکہ میں کسی کا محکوم ہو جاؤں۔ بعد ازاں ترک وطن اور محبت محل کی بابت وعظ و نصیحت فرمائی۔ اور یہ شعر پڑھے ؎

دشت و کہسار گیر ہمچو وحوش   خانماں انجاں بگریہ۔ مو سنمس
نوت عیسٰی چو از آسماں سازند   ہم چو بداں جاش خانہ بر دارند
خانہ را گر برائے نوت کنند   مور و زنبور و عنکبوت کنند

طاعت کے بارے میں اتوار کے روز تیسری ماہ محرم ۷۰۸ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ طاعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ طاعت لازمی اور متعدی ہے لازمی وہ ہے جس کا نفع صرف کرنے والے کی ذات کو پہنچے۔ اور یہ نماز۔ روزہ۔ حج۔ ورد اور تسبیح ہے۔ متعدی وہ ہے۔ جس سے اوروں کو فائدہ پہنچے۔ اتفاق۔ شفقت غیر کے حق میں مہربانی کرنا۔ وغیرہ اسے متعدی طاعت کہتے ہیں۔ اس کا ثواب بے شمار ہے۔ لازمی طاعت میں اخلاق کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ قبول ہو۔ لیکن متعدی طاعت خواہ کسی طرح کی جائے

ثواب مل جاتا ہے۔ واللہ الموفق ✦

ولایت کے بارے میں | جمعرات کے روز ساتویں ماہ مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس وقت ولایت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ شیخ میں ولایت اور ولایت معروف ہوتی ہیں۔ وَلایت تو یہ ہے کہ مریدوں کو نماز سیدھا کرے اور طریقت کے ادب سکھلائے۔ اور جو کچھ اس کے اور خلقت کے مابین ہے اسے ولایت کہتے ہیں۔ لیکن جو اس کے اور مولا کے مابین ہے وہ وِلایت ہے۔ اور وہ خاص محبت ہے۔ اور جب شیخ دنیا سے انتقال کر جائے۔ تو ولایت اپنے ساتھ لے جاتے۔ لیکن لایت کسی کو سکھا جائے۔ اور جسے چاہے دے اگر وہ خود نہ دے۔ تو اللہ تعالےٰ کسی کو دے دیتا ہے۔ لیکن ولایت ضرور اپنے ہمراہ لے جائے اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بزرگ نے اپنے مرید کو کسی اور بزرگ کے پاس بھیجا۔ اور پوچھا کہ اس رات جہان میں کیا گزرا۔ کہلا بھیجا کہ گزشتہ رات شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز مہینہ میں انتقال فرما گئے ہیں۔ پھر اس بزرگ نے پچھوا بھیجا۔ کہ اس رات ولایت کسے دی گئی ہے کہا اس کی مجھے خبر نہیں۔ جو کچھ مجھے معلوم ہوا۔ اس کی اطلاع دے دی ہے۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ ولایت شمس العارفین علیہ الرحمۃ کو دی گئی ہے۔ وہ شمس العارفین کے دعاز سے پر گئے۔ تو انہوں نے گفتگو کرنے سے پہلے ہی کہہ دیا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے کئی شمس العارفین ہیں۔ معلوم نہیں کس شمس العارفین کو ولایت دی گئی ہے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل کی حکایت بیان فرمائی کہ جب وہ مدرس کے پاس تحصیل علم کے لئے گئے۔ تو مدرس نے پوچھا۔ کہ کیا نجیب الدین متوکل آپ ہی ہیں۔ جواب دیا میں نے نجیب الدین متاکل ہوں۔ متوکل کون ہو سکتا ہے بعد ازاں مدرس نے فرمایا کہ کیا تم شیخ الاسلام فریدالدین کے بھائی ہو۔ کہا۔ ہاں ظاہری تو ہوں۔ لیکن معلوم نہیں باطنی بھی ہو یا نہیں ✦

پھر تھوڑی دیر اصحاب نعمت کی بخشش کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ جو اصحاب خدمت کے حق کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک خواجہ صاحب نعمت و جوانمرد بھی تھا کبھی کبھی قاضی منہاج القضاۃ کے پاس خرچ بھیجا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب نے کسی دوسرے سے کوئی چیز اپنی غرض کے لئے مانگی۔ جب اس خواجہ نے سنا۔ تو ناراض ہوا۔ اور قاضی صاحب پر بھی ناراضگی ظاہر کی۔ کہ آپ کسی اور

سے کیوں مانگتے ہیں۔ اور یہ دولت کیوں اوروں کے نصیب کرتے ہیں۔ قاضی صاحب نے لکھا کہ مصلحت مریخ کے لئے چھوڑ دیتا کہ دوسرے بھی یہ دولت حاصل کر سکیں۔ تو اس شخص کی طرح نہ ہوں جو کہا کرتا تھا۔ کہ اے پروردگار! تو مجھ پر رحم کر اور اس وقت کسی اور پر رحم نہ کر اور نہ ہی ان میں ہو ہم میں سے ایک نے کہا ہے ۔ اے باغبان بیا در باغ باز کن   چوں من صائم وبت من در فراز کن

اسی روز میرا (مؤلف کتاب) بھتیجا مرید ہوا۔ اور اس کا بھائی شمس الدین معلق (سر منڈا) ہوا تھا۔ اسی روز

ذکر یافتن شیخ عثمانی سیوستانی کلاہ

شیخ جمال الدین کا دوہتا بھی مرید ہوا۔ مولانا برہان الدین غریب سلمہ اللہ تعالے دوبارہ از سر نو مخلوق ہوئے۔ اور شیخ عثمان سیوستانی علیہ الرحمۃ نے کلاہ کی درخواست کی۔ اور بھائی شمس الدین کو خرقہ ملا۔ وہ دن بہت ہی آرام کا دن تھا۔ اسی موقعہ پر شیخ بہاء الدین غزنوی رحمۃ اللہ کی حکایت بیان فرمائی کہ جب وہ شیخ کی خدمت میں آتے۔ تو سر جھکا لیتے۔ اس وقت صاحب فرماتے۔ ے بحقیقت چراغ کشتہ شود ٭ چوں برو باد رفت از سرش روغن

مردان غیب کے بارے میں

۷۱۱ھ کے روز چھٹی ماہ جمادی الاول سن مذکور کو خضر آباد کے لشکر سے آ کر قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مردان غیب کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ کس کو عالی ہمت۔ قابل اور صاحب طاعت و مجاہدہ دیکھتے ہیں لیجاتے ہیں۔ اسی اثناء میں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک جوان نصیر نام بداؤن میں رہتا تھا۔ اس سے میں نے سنا۔ کہ وہ کہتا تھا۔ کہ میرا باپ ایک صالح مرد تھا۔ ایک رات اسے آواز دی گئی تو باہر گیا۔ اندر سے میں نے صرف سلام علیکم کی آواز سنی۔ اور یہ بھی سنا۔ جو میرا باپ کہتا تھا۔ کہ میں فرزندوں اور اہل بیت کو وداع کر لوں۔ انھوں نے کہا۔ فرصت نہیں۔ بعد ازاں ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوا کہ وہ اشخاص اور میرا باپ کہاں گئے ؎

اس موقعہ پر شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ نے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں ایک جوان قرونی نام تھا جس کے گھر میں مردان غیب اکٹھا ہوا کرتے تھے چنانچہ نماز کے وقت خلقت صف باندھ کر کھڑی ہوتی اور ایک شخص امامت کراتا۔ اور قرأت بڑی اونچی آواز سے سنائی دیتی۔ اور بھی سب کچھ۔ لیکن کوئی آدمی دکھائی نہ دیتا۔ صرف قرونی انہیں دیکھ سکتا تھا۔ شیخ شہاب الدین فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ انہیں مردان غیب سے ایک نے قرونی کے ہاتھ ایک مہرہ بھیجا۔ اور وہ میرے پاس ہے۔ اسی موقعہ پر ایک اور حکایت

بیان فرمائی۔ کہ ایک شخص علی نام تھا۔ اس کے دروازے پر ہر دفعہ مردانِ غیب آیا کرتے اور کہا کرتے۔ السلام علیکم خواجہ علی۔ چند مرتبہ اس نے یہی آواز سنی۔ ایک دن وہ سب مل کر آئے اور سلام علیک کہا۔ خواجہ نے کہا۔ مردو! تم سلام علیک ہی کہو گے۔ یا کبھی دکھائی بھی دو گے۔ اس کے بعد پھر اس نے آواز بھی نہ سنی۔ میں نے (مؤلف سلیمان) عرض کی۔ کہ شاید خواجہ علی نے گستاخی کی۔ فرمایا۔ بیشک خوش طبعی کی۔ تو اس دولت سے بھی محروم رہ گیا۔ بعد ازاں فرمایا کہ مردانِ غیب آواز دیا کرتے ہیں۔ اور باتیں سناتے ہیں اور بعد ازاں ملاقات کرتے ہیں۔ اور پھر لے جاتے ہیں۔ اس حکایت کے اخیر پر زبان مبارک سے فرمایا۔ وہ کونسا مقام اور راحت ہے جہاں پر اس بندے کو نہیں لے جاتے۔

سلوک کے بارے میں سوموار کے بارے میں انیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ چلنے والا کمال کا امیدوار اور متلاشی ہوتا ہے یعنی سالک جب تک سلوک میں ہے۔ کاملیت کا امیدوار ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک سالک ہوتا ہے ایک واقف اور ایک راجع۔

سالک واقف راجع وغیرہ سالک وہی ہے جو صرف راستہ چلے۔ واقف وہ ہے۔ جسے وقفہ پڑے۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ سالک کو بھی وقفہ پڑتا ہے۔ فرمایا۔ بیشک۔ جس وقت سالک سے طاعت میں کچھ فتور آجاتا ہے۔ اور وہ طاعت کے ذوق سے رک جاتا ہے۔ تو اسے وقفہ پڑتا ہے۔ اگر جلدی اس سے واقف ہو کر توبہ کرے۔ تو پھر سالک بنتا ہے۔ ورنہ اسی حالت میں رہتا ہے اور اس بات کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ کہ کہیں اسے رجعت لاحق نہ ہو۔ اس کی راہ کی لغزش سات قسم کی ہوتی ہے۔ موانس۔ حجاب۔ تفاصل۔ سلب مزید۔ سلب قدیم۔ تسلی اور عداوت پھر ان قسموں کی تفصیل یوں فرمائی۔ کہ فرض کرو دو دوست ہیں۔ جو آپس میں عاشق و معشوق ہیں۔ اور ایک دوسرے کی محبت میں مستغرق ہیں۔ اگر عاشق سے کوئی راحت یا روک ظاہر ہو۔ جو اس کے دوست کو ناپسند ہو۔ اور وہ اس سے منہ پھیر لے۔ تو عاشق پر واجب ہے۔ کہ فوراً معافی مانگ لے۔ اگر ایسا کرے گا۔ تو اس کا دوست راضی ہو جائے گا۔ اور کدورت اور موانس (دل گرفتگی) باقی رہے گی۔ لیکن اگر وہ محب اسی خطا پر اصرار کرے۔ اور معافی نہ مانگے۔ تو موانس حجاب میں بدل جائے گا۔ اور معشوق

منہ نہ دکھا دیگا۔ اس موقعہ پر خواجہ صاحب نے تمثیل کے لئے آستین مبارک اٹھا کر چہرہ مبارک پر کرلی اور فرمایا کہ اس طرح حجاب کرے گا۔ اس وقت محب کو واجب ہے۔ کہ عذر اور توبہ کرلے۔ اگر کرے گا۔ تو حجاب تقاضل (جدائی) میں بدل جائے گا۔ پس پہلے اعراض تھا۔ جو معافی نہ مانگنے پر حجاب ہوا۔ اور پھر آہستہ آہستہ جدائی میں بدل گیا۔ اگر پھر بھی معافی نہ مانگے تو سلب مزید ہو جاتا ہے۔ یعنی طاعت اور اوراد وغیرہ کی لذت اس سے چھین لی جاتی ہے۔ اگر پھر بھی معافی نہ مانگے تو سلب مزید سلب قدیم میں بدل جائے گا۔ یعنی سلب مزید سے پہلے جو طاعت اور راحت اس میں تھی۔ وہ بھی لے لی جاتی ہے۔ پس اگر پھر بھی توبہ نہ کرے۔ اور معافی نہ مانگے تو پھر سلب قدیم تسلی میں بدل جاتا ہے۔ یعنی پھر اس کے دل کو اس کی طرف سے اطمینان ہو جاتا ہے۔ اس کا کچھ خیال ہی نہیں کرتا۔ اگر پھر بھی معافی نہ مانگے۔ تو عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی محبت دشمنی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

کھانا کھلانے کی فضیلت میں

سوموار کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ کھانا کھلانے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ لوگوں کو کھانا کھلانا بڑی اچھی بات ہے۔ اسی اثناء میں فرمایا کہ خواجہ بزرگ شیخ رکن الدینؒ کے فرزند خواجہ علیؒ تاتاری کافروں کی جنگ میں گرفتار ہوئے۔ بعد چنگیز خاں کے پاس لائے گئے۔ اس خاندان کا ایک مرید حاجب پر تھا۔ جو صاحب مرتبہ تھا۔ جب خواجہ علی کو اسیر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ دل میں ان کی رہائی کی تدبیریں سوچنے لگا۔ کہ کس طرح چنگیز خاں کے روبرو ان کا ذکر کروں۔ اگر یہ کہوں کہ وہ بزرگ خاندان سے ہے تو وہ نہیں مانے گا۔ اسے کیا معلوم۔ اگر ان کی اطاعت اور عبادت کا ذکر کروں تو اس کا اثر بھی نہ ہوگا۔ آخر بہت سوچ بچار کے بعد چنگیز خاں کے پاس گیا۔ اور کہا کہ اس شخص کا باپ بہت بزرگ مرد تھا۔ وہ لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا اس کو رہا کر دینا چاہیئے۔ چنگیز خاں نے کہا کہ گھر کے لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا یا باہر کے لوگوں کو۔ کہ گھر والوں کو تو ایک کھلاتا ہے۔ انسان اسے سمجھو جو دوسروں کو کھانا کھلائے۔ فوراً حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو۔ اور خلعت دے کر معافی مانگو۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ کھانا کھلانا تمام مذاہب میں پسندیدہ ہے۔

خطرہ، عزیمت، فعل

بعد ازاں خطرہ، عزیمت اور فعل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ اول خطرہ ہے۔ یعنی جو چیز جو دل میں گزرے۔ اور بعد ازاں عزیمت ہے۔ یعنی اسی اندیشہ پر دل لگے۔ اور پھر فعل ہے یعنی وہ ارادہ فعل میں بدلتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ عوام جب تک فعل نہ کریں۔ مواخذہ نہیں کیا

جاتا۔ لیکن خواص کو خطرہ کی صورت میں ہی مواخذہ کر لیتے ہیں۔ اس واسطے ضروری ہے۔ کہ ہر حال میں اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرے۔ اس واسطے کہ خطرہ۔ عزیمت اور فعل سب اللہ تعالےٰ کے بنائے ہوئے ہیں۔ ہر حال میں اللہ تعالےٰ کی پناہ ڈھونڈنا ہے *

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو خیال میرے دل میں گذرا اس کے فعل کی مجھے تہمت لگی۔ خواہ وہ فعل میں نے نہ ہی کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب ایک صادق درویش آپ کی خانقاہ میں آیا۔ تو آپ نے درویش کی عزت کی افطار کے وقت اپنی لڑکی کو فرمایا۔ کہ اس کے واسطے پانی کا کوزہ لائے۔ لڑکی نے نہایت ادب و عزت سے درویش کے سامنے پانی کا کوزہ رکھا۔ شیخ ابو سعید کو لڑکی کا ادب نہایت پسند آیا۔ دل میں خیال کیا۔ کہ وہ کیسا ہی نیک بخت ہوگا۔ جس کی یہ لڑکی منکوحہ بنے گی۔ جب یہ خیال دل میں آیا۔ تو حسن مؤذن کو جو خانقاہ کا خادم تھا۔ بازار بھیجا کہ دریافت کرو کہ شہر میں کیا ہو رہا ہے۔ اس نے واپس آکر کہا۔ کہ آج بازار میں ایسی بات سنی ہے جس کے سننے کی تاب کان نہیں لاسکتے شیخ صاحب نے فرمایا کہو۔ عرض کی۔ زبان زیب نہیں دیتی۔ فرمایا۔ جو سنا ہے کہدے۔ حسن نے کہا۔ کہ بازار میں ایک آدمی دوسرے کو کہہ رہا تھا۔ کہ شیخ ابو سعید اپنی لڑکی کا نکاح کیا چاہتا ہے۔ شیخ صاحب ہنس پڑے اور فرمایا۔ کہ صرف دل میں یہ بات گزری تھی۔ تو مجھے مواخذہ کیا گیا ہے۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ تو میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے سب سے نیک آدمی تھے۔ فرمایا۔ بیشک۔ اور میری تعریف کی *

پھر استقامت کے توبہ بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص شراب سے توبہ کرلے تو اس کے پہلے ساتھی ضرور اس کی مزاحمت کریں گے۔ اور ہر مرتبہ اسے اس مقام میں جہاں شراب نوشی کرتے تھے اڑا ئے ہوں گے اسے بلائیں گے۔ اور اسے پھر شراب پلانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن یہ بات اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ اس کے دل میں پہلے کچھ رعب باقی ہو۔ لیکن اگر توبہ سے اس کا دل بالکل صاف ہو گیا۔ تو کوئی ساتھی اس کی مزاحمت نہیں کر سکتا *

بعد ازاں فرمایا کہ جس شخص کو لوگ بدکار کہیں ضرور اس کا دل اسی بدی کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن جب توبہ کرکے دل کو اس سے ہٹالے اور پھر اسے بھولے سے بھی یاد نہ کرے۔ تو یہ استقامت توبہ کی علامت ہے۔ یعنی توبہ کرنے والا توبہ پر پکا ہے۔ نہ اسے گنہگار کہہ سکتے ہیں۔ اور نہ فاسق لیکن

اگر گناہ کی طرف مائل ہو۔ تو بیشک طالب ہیں اس کی مزاحمت کریں گے۔ اور زبانی بھی اسکے فسق کا ذکر کریں گے۔

پھر حیدریہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ وہ ترک بچہ تو صاحب حال درویش تھا۔ جب چنگیز خاں ملعون کافروں نے ہندوستان کا رخ کیا۔ اور یہاں اس نے یاروں کی طرف رخ کیا۔ اور کہا کہ بھاگ چلو۔ وہ ضرور غالب آئیں گے۔ پوچھا۔ تجھے کس طرح معلوم ہے فرمایا۔ وہ ایک درویش کو اپنے ہمراہ لائے ہیں۔ اور خود اس درویش کی پناہ میں ہیں میں اس درویش سے کشتی لڑا۔ لیکن اس نے مجھے پچھاڑ لیا

فقرائے حیدریہ طوق در دست کلمہ آہن در دست و گردن میکنند

اب حقیقت یہ ہے کہ وہ غالب آئیں گے۔ تم بھاگ جاؤ گے۔ بعد ازاں خود غار میں چھپ گئے۔ اور نظر سے غائب ہو گئے۔ انجام ویسا ہی ہوا جیسا کہ کہا تھا۔ بعد ازاں اس حکایت کی تقریر میں (مولف کتاب) نے عرض کی کہ حیدریہ فقرا جو لوہے کے کڑے اور طوق حلقوں اور گلے میں پہنتے ہیں۔ کیا اس کی حقیقت کرتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ لیکن اس پر تو ایک حالت طاری ہوئی تھی۔ جس میں وہ گرم لوہا پکڑ کر اپنے ہاتھ سے کبھی طوق بناتا تھا۔ اور کبھی کڑے۔ اور لوہا اس کے ہاتھ میں موم کی طرح تھا۔ یہ گروہ اب کڑے اور طوق تو پہنتے ہیں۔ لیکن وہ حالت نہیں۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ زندگی اس بات کا نام ہے کہ درویش ذکر حق میں مشغول رہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک درویش امیر کرک گرامی نام تھا۔ ایک اور درویش کو اس کی زیارت کا اشتیاق ہوا۔ اس درویش میں یہ کرامت تھی۔ کہ جو خواب دیکھتا صحیح ہوتا۔ اس کی تعبیر وہی ہوتی تھی۔ جو وہ دیکھتا تھا۔ جب اسے اشتیاق غالب ہوا۔ تو زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک منزل پر خواب میں دیکھا۔ کہ میرک گرامی فوت ہو گیا ہے۔ صبح اٹھ کر کہا کہ افسوس میں نے اتنی راہ اس کی زیارت کے لئے قطع کی۔ اور وہ بھی مر گیا۔ اب کیا کرنا چاہئے۔ چلو وہاں چل کر اس کی قبر کی ہی زیارت کریں گے۔ وہاں پہنچ کر پوچھنا شروع کیا۔ کہ میرک گرامی کی قبر کہاں ہے۔ سب نے کہا۔ کہ وہ تو زندہ صحیح سلامت ہے۔ اور تم قبر کی بابت پوچھتے ہو۔ وہ درویش حیران رہ گیا کہ میرا خواب جھوٹ کس طرح ہو گیا۔ الغرض میرک گرامی کے پاس جا کر سلام کہا اس نے وعلیکم السلام کہا۔ فرمایا۔ خواجہ تیرا خواب فی الواقع ٹھیک تھا اس واسطے کہ میں ہمیشہ یاد خدا میں رہا کرتا تھا۔ آج اس کے سوا کسی اور چیز میں مشغول تھا۔ سو جہان میں ڈھنڈورا پٹوا دیا۔ کہ میرک گرامی مر گیا ہے۔

ذکر صوم و آداب درویشی

جمعرات کے روز تیرھویں ماہ جمادی الثانی سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ روزے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تین مہینے روزے رکھتے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ تین مہینے کونسے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ درویشی کے آداب تو یہ ہیں۔ کہ سال کا تیسرا حصّہ روزوں ہی گزارا جائے۔ یعنی سال میں چار مہینے روزے رکھنے چاہئیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ جو لوگ تین مہینے کے روزے رکھتے ہیں وہ ان کے علاوہ دس محرم کے ۹ ذالحج کے اور دس اور متفرق روزے رکھتے ہیں۔ جو مل ملا کر سال کا تیسرا حصّہ بنتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس قسم کو اور طرح مقرر کیا ہے۔ یعنی ہفتے میں دو روزے سوموار اور جمعرات کے رکھے جائیں تو بھی سال کا تیسرا حصّہ ہو جاتا ہے۔ پھر صائم الدہر کے بارے میں گفتگو ہوئی تو فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من صام الدھر کلہ لا صام ولا افطر۔ جس نے ساری عمر روزہ رکھا۔ اس نے نہ رکھا۔ نہ افطار کیا۔ ایک اور حدیث ہے۔ من صام الدھر ضیقت علیہ جہنم وعقد التسعین۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس پر دوزخ اور نوے گرہ تنگ ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ شخص نہ دوزخ میں جاتا ہے۔ اور نہ نوے گرہ اس پر اثر کرتی ہیں ✦

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے۔ وہ روزے کا عادی ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسے روزے کی چنداں تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ پس ایسے روزے میں ثواب بھی زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ جس میں نفس کو تکلیف ہو۔ اور یہ داؤدی روزہ ہے کہ ایک روز روزہ رکھے اور دوسرے روز افطار کرے ✦

نماز ظہر

بدھ کے روز اکیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جب میں آداب بجا لایا۔ تو فرمایا۔ ظہر کی نماز کے بعد دس رکعت نماز اور پانچ سلام سے ادا کیا کرو۔ اور ان دس رکعتوں میں

صلوٰۃ الخضر

قرآن شریف کی آخری سورتیں پڑھا کرو۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس نماز کو صلوٰۃ الخضر کہتے ہیں۔ در اصل یہ نماز حضرت خضر علیہ السلام کی ہے جو شخص اس نماز کو ہمیشہ ادا کرتا ہے۔ اسے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات حاصل ہوتی ہے ✦

تعین سورۃ در نماز سنن

بعد ازاں نماز سنت میں سورتوں کو مقرر فرمایا۔ کہ صبح کی سنتوں میں فاتحہ کے بعد الم نشرح اور الم ترکیف ظہر کی سنتوں میں سورۃ قل یا ایہا الکافرون سے لے کر قل ھو اللہ احد

تک اور دوسری رکعتوں میں آیۃ الکرسی اور آمن الرسول عصر کی سنتوں میں اذا زلزلت الارض سے لے کر سورۃ التکاثر تک۔ شام کی سنتوں میں سورۃ کافرون اور سورۂ اخلاص۔ عشا کی سنتوں میں آیۃ الکرسی آمن الرسول۔ شہد اللہ۔ قل اللّٰھم مالک الملک اور وتر کی نماز میں انا انزلناہ۔ سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص پڑھنی چاہیئے۔

صبر جمیل اور وفاداری وغیرہ جمعرات کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی صبر جمیل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی یعنی جو شخص اپنے عزیزوں کے انتقال پر صبر کرے۔ تو واقعی وہ عجیب کام کرتا ہے اور برخلاف اس کے جو دوست پیٹتے ہیں اور اس کا نام لے لے کر پکارتے ہیں یہ جائز نہیں۔ اس بارے میں فرمایا۔ کہتے ہیں کہ بقراط کے بیس لڑکے تھے۔ ایک ہی دن بیسوں مر گئے شاید ان پر چھپت گر پڑی تھی۔ جب یہ خبر حکیم نے سنی تو ذرہ بھر بھی اس کے مزاج میں تغیر نہ آیا۔ پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ مجنوں کو کہا گیا کہ لیلیٰ مر گئی ہے۔ کہا شرمندگی میرے لئے ہے کہ میں نے ایسی چیز سے دوستی کی۔ جو قابل فنا ہے۔

ذکر تقدم نیک زناں بر نیک مرداں بعد ازاں جب ساتویں ہوئی۔ تو جمعرات تھی۔ ایک عورت نے بیعت کی۔ کہ اندھپت میں ایک عورت تھی۔ جو نہایت پاکدامن تھی جس کی بابت شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ عورت مرد ہے۔ جو عورت کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے بعد ازاں فرمایا کہ درویش دعا کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ عورتیں عجیب دعا کرتی ہیں پہلے نیک عورتوں کی حرمت کرنی چاہیئے۔ اور بعد میں نیک مردوں کی پہلے نیک عورتوں کو یاد کیا کرتے تھے۔ اور پھر نیک مردوں کو۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب کوئی شیر جنگل سے نکلتا ہے۔ تو اس کی بابت یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ نر ہے یا مادہ۔ یعنی یہ بات ضروری ہے کہ خواہ مرد ہو یا عورت۔ طاقت اور تقویٰ میں مشہور ہونا چاہیئے بعد ازاں پارسائی کی فضیلت انسان کی حکایت میں یہ دو مصرعے فرمائے۔

گر نیک ایم مرا از ایشاں گیرند ... ور بد باشم مرا بہ ایشاں بخشند

لیلۃ الرغائب نماز اویس قرنی منگل کے روز تیرھویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مجھ سے پوچھا کہ کس سے میل جول رکھتے ہو۔ میں نے آپ کے بعض بڑے بڑے یاروں کے نام لئے۔ فرمایا انہیں کی خدمت میں رہا کرو اور میری تعریف کی یہ ادبیہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

با عاشقاں نشیں وہم عاشقی گزیں　　　با ہر کہ نیست عاشق کم کن از وقریں

بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ کا فرمایا ہوا ہے کہ مشائخ کا طریق یہ ہے کہ جب انہیں کسی حال کی اطلاع ہوا کرتی ہے۔ تو پوچھا کرتے ہیں۔ کہ وہ کن لوگوں سے میل جول رکھتا ہے۔ اسی سے معلوم کر جاتے ہیں۔ کہ وہ کس قسم کا ہے ٭

پھر لیلۃ الرغائب کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ رغائب کی جمع ہے۔ یعنی اس رات میں بہت سی چیزیں ہیں۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو نماز لیلۃ الرغائب میں آئی ہے جو اسے ادا کرتا ہے۔ وہ اس سال نہیں مرتا۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص ہمیشہ وہ نماز ادا کرتا تھا جس سال اس نے مرنا تھا۔ اس سال اس سے وہ نماز ادا نہ ہو سکی۔ اسی روز فوت ہو گیا۔ پھر حضرت خواجہ اویس قرنی کی نماز کے بارے میں فرمایا کہ یہ نماز تیسرے چوتھے اور پانچویں ماہ رجب کو ادا کی جاتی ہے بعد ازاں فرمایا کہ تیرھویں۔ چودھویں اور پندرھویں بھی آئی ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق تیئیسویں۔ چوبیسویں اور پچیسویں تاریخیں ہیں۔ بعد ازاں اس نماز کی فضیلت کے بارے میں بڑا غلو فرمایا۔ اسی اثناء میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ معزی مدرسہ میں ایک عالم مولانا زین الدین نام نہایت عجب مرد تھے۔ جو آپ سے مسئلہ پوچھا جاتا۔ اس کا شافی جواب دیتے۔ اور مباحثہ میں نہایت عالمانہ گفتگو کرتے۔ آپ کی تعلیم کی بابت آپ سے پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ میں نے کچھ نہیں پڑھا۔ اور نہ کسی کی شاگردی کی ہے۔ جب میں بڑا ہوا تو ایک مرتبہ خواجہ اویس قرنی علیہ الرحمۃ کی نماز ادا کی اور دعا کی۔ کہ پروردگار میں بڑا ہو گیا ہوں۔ اور کچھ نہیں سیکھا۔ مجھے علم عنایت کر۔ حق تعالیٰ نے اس نماز کی برکت سے علم کا دروازہ مجھ پر کھول دیا۔ اب مشکل سے مشکل مسئلہ کی شرح بخوبی کر سکتا ہوں

نماز درازی عمر

بعد ازاں فرمایا کہ رجب کے آخر میں بھی ایک نماز آئی ہے۔ جو درازی عمر کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ بدر الدین غزنوی علیہ الرحمۃ و الغفران یہ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ ضیاء الدین پانی پتی کے فرزند رشید نظام الدین سے میں نے سنا ہے کہ جس سال شیخ بدر الدین غزنوی علیہ الرحمۃ و الغفران فوت ہونے کو تھے۔ اس سال یہ نماز ادا نہ کی۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ اس سال یہ نماز کیوں نہ ادا کی۔ فرمایا اب میری عمر باقی نہیں۔ چنانچہ اسی سال وفات پائی ٭

کعبہ کی آبادی و بربادی میں منگل کے روز تیئیسویں رجب سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ کعبہ کی آبادی و بربادی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ کعبہ کو دو مرتبہ برباد کیا گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ دو مرتبہ کعبہ خراب کیا جائیگا تیسری مرتبہ آسمان پر لے جایا جائیگا۔ اور یہ آخری زمانے میں ہوگا۔ بعد ازاں قیامت قائم ہوگی جب قیامت نزدیک ہوگی۔ تو بتوں کو لاکر کعبے میں رکھینگے اور اسی نام قبیلے کی عورتیں ان بتوں کے سامنے ناچیں گی۔ اس وقت کعبے کو آسمان پر لے جایا جائے گا +

طاعت اور عبادت میں بدھ کے روز پندرھویں ماہ شعبان سن مذکور کو قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ مجھے پاس بلا کر فرمایا۔ کہ ہمیشہ طاعت اور عبادت اور اوراد میں مشغول رہنا مشائخ کی کتابوں کا مطالعہ بھی کرنا۔ بیکار ہرگز نہ رہنا پھر کلاہ۔ چوغہ عنایت فرمایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک +

تلاوت قرآن و قیام شب میں بدھ کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو پائبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ قرآن پڑھنے اور قیام شب اور جو لوگ مسجد میں قیام فرماتے ہیں۔ ان کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ اگر اپنے گھر میں قیام کریں۔ فرمایا۔ اپنے گھر میں ایک سیپارہ پڑھنا مسجد میں ختم قرآن پڑھنے سے بہتر ہے۔ بعد ازاں ایک شخص کی بابت فرمایا۔ کہ وہ دمشق کی جامع مسجد میں ہمیشہ رات کو جاگا کرتا تھا۔ اور شیخ الاسلامی کے شغل کی امید پر رات کو قیام کرتا۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ پہلے شیخ الاسلامی کو جلاؤ۔ اور پھر خانقاہ کو اور بعد ازاں اپنے تئیں پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک نبی چھبیس برس تک روزہ رکھتا رہا۔ لیکن کسی کو اس کے حال کی خبر نہ تھی۔ یہاں تک کہ اس کے گھر والوں کو بھی معلوم نہ تھا۔ کہ وہ روزہ رکھتا ہے۔ اگر گھر جاتا۔ تو ظاہر کرتا کہ دکان سے کچھ کھا آیا ہے اگر دکان میں ہوتا۔ تو ظاہر کرتا۔ کہ گھر سے کچھ کھا آیا ہے۔ پھر فرمایا کہ نیت درست اور نیک رکھنی چاہیئے اس واسطے کہ خلقت کی نگاہ عمل پر ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی نظر نیت پر ہوتی ہے جب نیت نیک ہوگی۔ تو تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ دمشق کی جامع مسجد کے متعلق وقف بہت ہے۔ سو وہاں کا متولی قوی حال ہوتا ہے گویا دوسرا بادشاہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر بادشاہ کو مال کی ضرورت پڑے۔ تو متولی مسجد سے قرض لیتا ہے۔ الغرض ایک درویش نے ان فتوحات کی طمع پر جامع مسجد میں طاعت۔ اور عبادت کرنی شروع کی۔ جو شخص شہرت پاتا تھا۔ اس کو متولی بنایا جاتا

تھا۔ وہ مدت تک طاعت میں لگا رہا۔ لیکن کوئی شخص اس کا نام زبان تک نہ لایا۔ ایک رات اس دکھاوے

نیت خالص باید

کی عبادت سے پشیمان ہوا۔ اور اللہ تعالےٰ سے عہد کر لیا کہ تیری پرستش خالص تیری ہی خاطر کیا کروں گا۔ نہ کہ اس عہدے کے شغل کی طمع سے۔ چنانچہ نیک نیتی اور خلوص سے عبادت کرنی شروع کی۔ انہیں دنوں اسے متولی ہونے کے لئے بلایا گیا۔ اس نے کہا نہیں میں نے اسے ترک کر دیا ہے۔ میں نے پہلے اس کی بہت طلب کی۔ لیکن نہ ملی۔ اور اب میں اس کا تارک ہوا ہوں۔ تو مجھے یہ عہدہ ملتا ہے۔ الغرض وہ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی یاد میں مشغول رہا۔ اور اس شغل سے آلودہ نہ ہوا۔

جمعہ کے روز نویں ماہ رمضان سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حاضرین میں سے ایک نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرد نہایت صالح درویشوں کی خدمت کا بڑا شوق تھا۔ اسے میں نے کہا کہ خواجہ صاحب کی خدمت میں کیوں حاضر نہیں ہوتے۔ کہا میں ایک مرتبہ بیعت کی نیت سے وہاں گیا۔ تو دستر خوان بچھے ہوئے تھے۔ اور مشعلیں جلتی ہوئی دیکھیں۔ میرا اعتقاد بدل گیا۔ اور واپس چلا آیا۔ خواجہ صاحب نے جب یہ بات سنی تو حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہاں دستر خوان اور مشعلیں کب دیکھی ہیں۔ بعد ازاں

نگہداشت فرمان پیر

مسکرا کر فرمایا۔ کہ چونکہ اس کے نصیب بیعت کی دولت نہ تھی۔ اس لئے اسے اس طرح دکھائی دی۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ اگر کثرت سے اور مشعلیں ہوں بھی تو بھی اعتقاد نہیں بگڑنا چاہئے۔ فرمایا بعض کا اعتقاد تھوڑی سی بات سے بگڑ جاتا ہے۔ اور بعض کا اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد پیر کے فرمان کی نگہداشت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو اسے یاد رکھے۔ میں نے معلوم کیا۔ کہ آپ کا مقصد یہ ہے۔ کہ میں یاد رکھوں۔ میں نے عرض کی۔ اگر آپ کی خدمت میں ایک بار پڑھوں۔ تو مجھے دعا یاد ہو جائیگی۔ فرمایا۔ پڑھ۔ جب میں نے پڑھی تو اعراب صحیح فرمائے۔ کہ اس طرح پڑھ۔ میں نے اسی طرح پڑھی۔ اگرچہ جس طرح میں نے پڑھی تھی وہ بھی با معنی تھی۔ الغرض وہ دعا اسی وقت مجھے یاد ہو گئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ دعا مجھے یاد ہو گئی ہے فرمایا پڑھ۔ میں نے آپ کے فرمان کے مطابق با اعراب پڑھی۔ جب وہاں سے چلا آیا۔ تو مولانا بدرالدین اسحاق علیہ الرحمۃ والغفران نے مجھے کہا۔ کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ جو شیخ صاحب کے فرمائے ہوئے اعراب

کے مطابق پڑھی۔ میں نے کہا۔ مگر سیبویہ جو اس علم کا واضع ہے۔ اور ان قواعد کے اور بانی بھی اگر مجھے کہیں کہ یہ اعراب اس طرح ٹھیک نہیں۔ جس طرح تو نے پڑھے ہیں۔ تو بھی میں اسی طرح پڑھوں جس طرح کہ شیخ صاحب نے فرمایا۔ مولانا بدر الدین نے فرمایا۔ کہ جیسے تو آداب کو ملحوظ رکھتا ہے ہم میں سے کوئی نہیں رکھ سکتا

پھر خدمت پیر کے آداب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے۔ کہ میں نے عمر بھر میں ایک جرأت کی تھی۔ یعنے اپنے پیر حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز سے یہ اجازت طلب کی کہ میں ایک چلہ بھر گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کروں۔ قطب العالم شیخ قطب الحق والشرع بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے۔ کہ کوئی ضرورت نہیں۔ اس سے شہرت حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے خواجگان نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے جواب دیا کہ وقت مجھ پر حاضر ہے۔ میری نیت شہرت کی ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی میں شہرت کے لئے ایسا کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت قطب العالم شیخ قطب الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز خاموش ہو گئے۔ بعد ازاں ساری عمر اس بات کا افسوس ہی کرتا رہا۔ اور استغفار کرتا رہا۔ کہ کیوں میں نے جواب دیا۔ جو آپ کے حکم کے موافق نہ تھا۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے بھی ایک مرتبہ اپنے شیخ کی خدمت میں بے قصد جرأت کی۔ وہ یہ کہ ایک روز عوارف کا نسخہ آپ کی خدمت میں تھا۔ اس سے فوائد بیان فرما رہے تھے۔ چونکہ باریک قلم سے لکھا گیا تھا۔ یا اس میں کچھ کچھ الفاظ غلط تھے۔ اس لئے تھوڑی دیر کے بعد رک جاتے تھے۔ میں نے اور نسخہ شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ کی خدمت میں لکھا ہوا دیکھا۔ مجھے یاد آگیا میں نے عرض کی۔ کہ شیخ نجیب الدین کے پاس صحیح نسخہ ہے۔ شاید یہ بات آپ کو ناگوار گزری۔ ایک گھڑی بعد فرمایا۔ کہ مجھ میں غلط نسخے کی تصحیح کی قوت نہیں۔ یہ الفاظ دو مرتبہ دہرائے۔ پہلے تو مجھے کچھ خیال نہ ہوا۔ پھر میں نے سوچا کہ یہ الفاظ میرے حق میں ہیں۔ اسی وقت مولانا بدر الدین اسحاق علیہ الرحمۃ والغفران نے بھی مجھے کہا۔ کہ یہ الفاظ تیرے حق میں فرماتے ہیں۔ میں اٹھ کر ننگے سر آپ کے قدموں پر گرا۔ اور عرض کی۔ کہ نعوذ باللہ اگر میرا یہ مطلب ہو میں نے تو فقط صحیح نسخہ دیکھا تھا۔ سو میں نے عرض کیا۔ لیکن میرے دل میں ہرگز کوئی اور خیال نہ تھا۔ میں نے بہت معذرت کی۔ لیکن ناراضامندی کے آثار باقی تھے۔ جب میں وہاں سے اٹھا۔ تو مجھے کچھ نہ سوجھا۔ کہ میں کیا کروں! مجھے اس روز غم ہوا۔ میں روتا ہوا۔ گھبرایا۔ اور حیران باہر نکلا ایک کنوئیں پر جا کر اپنے تئیں اس میں گرانا چاہا۔ پھر دل میں سوچا کہ فرض کیا اگر مر گیا تو شاید یہ بدنامی کسی اور کو ہو یعنی

خیال میں روتا ہوا جنگل سے آیا۔ اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے کہ اس وقت میری کیا حالت تھی۔ الغرض شیخ صاحب کے فرزند شہاب الدین نام سے میری دوستی تھی۔ سا سے میں نے اس حال کی خبر کی۔ وہ شیخ صاحب کی خدمت میں گیا۔ اور میری حالت اچھی طرح بیان کی۔ شیخ محمد کو میرے بلانے کے لئے بھیجا۔ جب میں گیا تو سر قدموں پر رکھ دیا۔ پھر خوش ہوئے۔ دوسرے روز مجھے بلا کر نہایت شفقت و عنایت سے پیش آئے فرمایا۔ کہ یہ سب کچھ میں نے تیرے حال کے کمال کے لئے کیا تھا اس روز میں نے یہ لفظ آپ کی زبان مبارک سے سنا تھا۔ کہ پیر مرید کا سنوارنے والا ہوتا ہے۔ پھر مجھے خاص لباس عنایت فرمایا۔

الحمد للہ رب العالمین۔

طاقت کی کوشش کے بارے میں ایک ماہ کے روز تئیسویں ماہ مذکورہ کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ طاعت کی کوشش کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ لوگ جب پہلے پہل کوئی طاعت شروع کرتے ہیں۔ تو بیشک نفس کو ناگوار گزرتی ہے۔ لیکن جب صدق سے اسے کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالےٰ توفیق عنایت کرتا ہے اور وہ کام آسان ہو جاتا ہے۔ ہر ایک کام پہلے دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن جب انسان شروع کرتا ہے۔ تو آسان ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ نے بارہا یہ چاہا۔ کہ جامع الحکایات کو لکھیں۔ وجہ معاش تنگ تھی۔ اور کتابت اور نساخ کی اجرت بہت مشکل سے ادا ہوتی تھی۔ اگر کاتب ہوتا۔ تو کتابت کی اجرت نہ ملتی۔ اگر اجرت ملتی تو کاغذ اور دوسرے اسباب حاصل نہ ہوتے۔ الغرض ایک روز ایک نساخ حمید نام آپ کی خدمت میں آیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ دیر سے میری یہ خواہش ہے کہ جامع الحکایات لکھواؤں۔ لیکن کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ حمید نے پوچھا۔ اب اس وقت کچھ موجود ہے۔ فرمایا ایک درم۔ حمید نے اس درم کا کاغذ خریدا اور کتابت شروع کی۔ ابھی وہ کاغذ لکھنے نہ پایا تھا۔ کہ کچھ اور فتوح مل گئی۔ کاغذ کی دوسری جز کی قیمت اور کتابت کی اجرت ادا کی۔ بعد ازاں متواتر فتوح پہنچتی رہی اور وہ کتاب جلدی ہی بخوبی ختم ہوئی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب کوئی کام شروع کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے انجام کو پہنچا ہی دیتا ہے پھر شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ کے مناقب کے حقائق کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اس روز میری چھٹی تھی۔ میں نے آپ کو کہا۔ کہ میرے لئے دعا کرو۔ کہ میں قاضی ہو جاؤں آپ خاموش رہے۔ پھر میں نے دوبارہ کہا۔ شاید کہ آپ نے سنا نہ ہو۔ لیکن پھر بھی خاموش رہے

قلت طعام و آنچہ بر سحری می خورند

پھر تھوڑی دیر کے لئے کھانا کم کھانے اور اس کے فوائد اور کھانے پکھانے اور اس کے نقصان پر گفتگو ہوئی۔ فرمایا جب ایک دفعہ پیٹ بھر جائے تو پھر اور نہیں کھانا چاہئے۔ البتہ دو شخصوں کو کھانا جائز ہے۔ ایک وہ شخص جس کے ہاں مہمان آئے ہوئے ہوں۔ اور وہ ان کی خاطر ان کے ساتھ مل کر اور کچھ کھا لے اور دوسرے وہ جو روزہ رکھتا ہے۔ اور سمجھتا ہو کہ سحری کے وقت شاید کچھ نہ مل سکے۔ بہ اگر وہ کھائے ہوئے پر کھا لے تو جائز ہے ❊

دعائے ماثورہ برائے دفع وبا

پھر دعائے ماثورہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے رنج میں گرفتار ہو جو کسی طرح علاج پذیر نہ ہو تو جمعہ کے روز عصر کی نماز سے لے کر شام تک اور کوئی کام نہ کرے۔ فقط ان تین اسما کو پڑھتا رہے۔ وہ اسماء یہ ہیں۔ یا اللہ یا رحمٰن۔ یا رحیم۔ ضرور بالضرور اس رنج و بلا سے نجات پائے گا ❊

ہفتے کے روز اٹھائیسویں ماہ شوال سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو میں (مولف کتاب) نے ان معانی کے جمع کرنے کا حال بیان کیا۔ وقت نیک اور خلوت یار احت تھی میں نے آداب بجا کر التماس کی کہ اگر حکم ہو۔ تو کچھ عرض کروں۔ فرمایا۔ کہو میں نے عرض کی کہ سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے۔ کہ میں جناب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ اور جب کبھی حاضر ہوتا ہوں۔ جناب سے فوائد کے بارے میں کچھ نہ کچھ سنتا ہوں۔ خواہ وعظ و نصیحت خواہ حکایات مشائخ اور ترغیب طاعت۔ یہ تمام میں نے لکھ لئے ہیں۔ جس سے میری یہ غرض ہے کہ وہ میرا دستور الحال اور دستور العمل ہو۔ میں نے اپنی فہم کے مطابق اسے لکھا ہے۔ کیونکہ جناب کی زبان مبارک سے میں نے بارہا سنا ہے۔ کہ مشائخ کی کتابوں اور اشارات کا جو انہوں نے سلوک کے بارے میں لکھی ہوں مطالعہ کرتے رہنا چاہئے۔ پس کوئی مجموعہ میرے لئے جناب کے جان بخش اقوال سے بڑھ کر نفیس نہیں۔ اس واسطے میں نے جو کچھ جناب کی زبانی سنا۔ سب قلمبند کر لیا ہے۔ اور اب تک اس واسطے ظاہر نہیں کیا۔ کہ میں فرمان کا منتظر تھا۔ جب خواجہ صاحب نے التماس سن لی تو فرمایا کہ جب میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ کا مرید ہوا۔ تو میں نے دل میں ٹھان لی۔ کہ جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے سنوں گا۔ اسے قلمبند کرتا جاؤں گا۔ پہلے روز ہی جب قدمبوسی کا

مشرف حاصل ہوا۔ تو جناب کی زبان مبارک سے سنا ؎

اے آتش فرقت دلہا کباب کردہ   سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

بعد ازاں میں نے پائبوسی کا اشتیاق آپ کی خدمت میں ظاہر کرنا چاہا۔ لیکن جناب کی دہشت کے سبب صرف اسی قدر عرض کیا۔ کہ پائبوسی کا اشتیاق نہایت غالب ہو گیا ہے۔ شیخ صاحب نے جب مجھ میں دہشت کے آثار دیکھے۔ تو فرمایا۔ کہ ہر ایک داخل ہونے والے پر رعب چھایا ہی کرتا ہے۔ الغرض اس روز خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جو کچھ میں نے اپنے شیخ سے سنا۔ اسے قلمبند کیا جب اپنے ڈیرے گیا۔ تو کتاب بند رکھی۔ بعد ازاں جو کچھ سنتا۔ اسے لکھتا رہتا۔ یہاں تک کہ شیخ صاحب کی خدمت میں اس بات کی اطلاع بھی کر دی۔ پھر جب کبھی کوئی حکایت یا اشارت بیان فرماتے۔ تو پوچھ لیتے کہ تو حاضر ہے۔ یہاں تک کہ اگر میں غیر حاضر ہوتا۔ تو میری غیر حاضری میں جو فوائد بیان فرماتے۔ جب میں واپس آتا تو پھر انہیں فوائد کا اعادہ فرماتے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے ایک کرامت دیکھی۔ کہ انہیں دنوں ایک شخص نے مجھے سفینہ کاغذ دیا۔ میں نے اس کی ایک جلد بنائی اور شیخ صاحب کے بیان کردہ فوائد کو اس پر لکھتا رہا۔ اس کے اوپر یہ لکھا۔ سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر نیچے فوائد لکھنے شروع کئے۔ اب تک وہ مجموعہ میرے پاس ہے۔ بعد ازاں بندہ مؤلف کتاب کو فرمایا۔ کہ کاغذ لائے ہو۔ عرض کی جناب لایا ہوں۔ فرمایا دکھاؤ۔ میں نے چھ کاغذ پیش کئے۔ آپ نے مطالعہ فرمائے۔ اور تعریف کی۔ کہ اچھے لکھے ہیں۔ ایک دو مقام پر خالی جگہ چھوڑ گیا تھا۔ فرمایا یہ کیوں چھوڑ گئے ہو۔ عرض کی کہ باتی حروف مجھے اچھی طرح یاد نہ تھے۔ سو آپ نے کمال شفقت سے انہیں مکمل فرمایا۔ یہ بھی انجناب کی شفقت رحمت اور شکستہ پروری۔ الحمد للہ رب العالمین

فوائد فضل و رحمت باریتعالےٰ

پھر اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اس کے فضل کے بارے میں فرمایا۔ کہ وہ خلقت کے اندیشے کے برعکس کارسازی کرتا ہے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ کسی خلیفہ بغداد نے ایک جوان کو قید کر لیا۔ اس کی ماں نے آکر خلیفہ کے پاس آہ وزاری کی۔ کہ میرے بیٹے کو رہا کر دے۔ خلیفہ نے کہا میں نے حکم دیا ہے۔ کہ اسے ہمیشہ کے لئے قید میں رکھا

جائے۔ جب تک غلیفوں کے اولاد سے کوئی باقی رہے گا۔ تیرا فرزند قیدی رہے گا۔ بڑھیا نے یہ سن کر آنکھوں میں آنسو بھر کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ کہ خلیفہ نے تو اپنا حکم یہ کیا ہے۔ اب تو کیسا حکم کرتا ہے۔ خلیفہ نے جب یہ بات سنی تو اس کا دل پسیجا۔ حکم دیا۔ کہ اس کے لڑکے کو چھوڑ دو اور پھر اسے ایک قیمتی گھوڑا بھی مرحمت فرمایا۔ کہ اس جوان کو گھوڑے پر سوار کر کے بغداد میں پھرائیں۔ اور ساتھ ہی یہ منادی کرتے پھریں۔ کہ یہ خلیفہ کے خیال پر بھی اللہ تعالےٰ کی بخشش ہے ؎

ذکر بخشش پیر و قابلیت مرید پھر پیر کی بخشش اور مرید کی قابلیت کی بابت گفتگو ہوئی۔ تو فرمایا کہ شیخ الاسلام فریدالدینؒ کا ایک مرید یوسف نام اپنے شیخ کی خدمت میں کہہ رہا تھا کہ میں آپ کی خدمت اتنے سال سے کر رہا ہوں۔ ہر شخص کو آپ نے متفیض کیا۔ مجھے ان سے زیادہ مستفیض کرنا چاہیئے تھا۔ وغیرہ وغیرہ باتیں کرتا رہا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں۔ تجھ میں قابلیت اور استعداد چاہیئے۔ اگر تجھ میں قابلیت اور استعداد ہوتی تو میں بھی کچھ کرتا۔ اگر خدائے تعالیٰ ہی نہ دے۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ مرید اسی طرح کہے گیا۔ اسی اثنا میں شیخ صاحب کی نگاہ ایک چھوٹے لڑکے پر پڑی۔ اسے فرمایا۔ کہ میرے لئے اینٹوں کے ڈھیر سے ایک اینٹ لا۔ وہ عمدہ سی اینٹ اٹھا لایا۔ پھر یوسف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے واسطے بھی ایک اینٹ لا۔ وہ آدھی اینٹ ٹوٹی پھوٹی لایا۔ شیخ صاحب نے فرمایا اس میں میں کیا کروں۔ کیا میں نے یہ کام خود کیا ہے۔ چونکہ تیرا نصیبہ ہی ایسا ہے۔ اس لئے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی میرا قصور ہے ؎

شیخ عثمان خیرآبادیؒ کے بارے میں جمعرات کے روز آٹھویں ماہ شوال سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ عثمان خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ بہت بزرگ آدمی تھا۔ اس نے ایک تفسیر بھی تیار کی ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ وہ غزنی میں رہا کرتا تھا۔ اور شلغم اور چقندر وغیرہ کی سبزی پکایا کرتا تھا۔ اور فروخت کیا کرتا تھا پھر عنایت غیبی کے بارے میں یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔ ؎

حق بشباں تاج نبوت دہد ۔۔۔ ورنہ نبوت چہ شناسد شباں

بعد ازاں اس کے احوال کی بابت فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص اسے کھوٹا پیسہ دے جاتا۔ جو کچھ اس نے پکایا ہوتا خریدتا۔ تو وہ دیدہ دانستہ اس کھوٹے پیسے کو رکھ لیتا۔ گویا اسے کھوٹے اور کھرے کی تمیز ہی نہیں۔ بہت سے آدمی کھوٹے پیسے لاکر کھرے بدل لے جاتے۔ اور کھانا خرید لے جاتے۔ جب وہ فوت ہونے لگا۔ تو آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! تو اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ لوگ مجھے کھوٹے پیسے دے جایا کرتے تھے۔ اور میں انہیں قبول کرتا تھا۔ اور کبھی نہیں لوٹاتا تھا۔ اگر مجھ سے بھی کوئی کھوٹی طاعت ہوئی ہو۔ تو اپنے فضل و کرم سے رد نہ کرنا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک صاحب حال درویش نے اگر اس کی دیگ سے کھانا طلب کیا۔ شیخ عثمان نے چمچہ دیگ میں ڈالا۔ جب باہر نکالا تو سب مروارید اور موتی تھے۔ اس درویش نے کہا۔ میں اسے کیا کروں۔ پھر شیخ عثمان نے دوبارہ چمچہ ڈالا تو تمام سونا ہی سونا نکلا۔ اس درویش نے کہا۔ یہ پتھر اور کنکر ہیں۔ کوئی ایسی چیز نکالو۔ جو میں کھاسکوں۔ تیسری مرتبہ جب چمچہ ڈالا۔ تو سبزی پکی ہوئی نکلی۔ درویش نے جب یہ حال دیکھا۔ تو کہا کہ اب تجھے یہاں نہیں رہنا چاہئے۔ انہیں چند دنوں میں وہ فوت ہو گیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جب درویش کو ان باتوں کی کشف ہوتی ہے تو وہ رہ نہیں سکتا۔ حکیم سنائی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

آں جمال تو چیست مستیٔ تو　　　واں شنید تو چیست ہستیٔ تو

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اولیاء اللہ جو کچھ ظاہر کر دیتے ہیں۔ وہ ان کی مستی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ اصحاب سکر ہیں۔ برخلاف ان کے انبیاء صاحب صحو ہوتے ہیں حکیم سنائی اسے ہستی کہتے ہیں۔ یعنی کوئی سر ظاہر کر دیا تو دیر نہیں کرنی چاہئے۔ اسے اس عبارت میں ادا کیا ہے ۔

آں جمال تو چیست مستیٔ تو　　　واں شنید تو چیست ہستیٔ تو

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ مرد کے لئے کشف و کرامات بمنزلہ حجاب ہیں۔ اور استقامت کا کام محبت ہے ۔

مختلف مسائل پر گفتگو

سوموار کے روز نو تاریخ ماہ ذوالقعدہ سن مذکور

کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک جوان آیا۔ تو خواجہ صاحب نے اس سے پوچھا۔ کہ تیرے جد بندہ گوار کس پیر کے مرید تھے۔ جواب دیا۔ کہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ شیخ جلال الدین کسی کو بہت کم مرید کیا کرتے تھے۔ قاضی حمید الدین ناگوری مولانا برہان الدین غریب حاضر تھے۔ پوچھا کہ ایسے بزرگ اور شیخ ہو کر کیوں لوگوں کو مرید نہیں کرتے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا خواہ مرید کریں یا نہ کریں۔ ان کی بزرگی اور شیخی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے دو آدمی ہوں۔ اور دونوں میں قوت رجولیت ہو لیکن ایک کے ہاں تو اولاد پیدا ہو۔ اور دوسرے کے ہاں نہ ہو۔ تو اس سے یہ تو لازم نہیں آتا۔ کہ اس کے نر ہونے میں کچھ فرق ہے۔ لیکن ایسا بہت کم دیکھا گیا ہے۔ انبیاء بھی اسی طرح گزرے ہیں۔ چنانچہ قیامت کے دن ہر ایک پیغمبر اپنی امت کو ہمراہ لائے گا۔ کسی کے ساتھ کم ہو گی کسی کے ساتھ زیادہ لیکن پیغمبر ایسا آئے گا۔ کہ اس کے ہمراہ صرف ایک آدمی ہو گا۔ لیکن اس سے یہ لازم تو نہیں آتا۔ کہ ان کی نبوت کا قصور ہے۔ اسی طرح شیخ اور مرید سمجھ لو ۰

ذکر سماع و وجد

اتوار کے روز انتیسویں سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ سماع کے وقت جو وجد ہوتا ہے اس کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ خدا کے نام ہیں الواجد الماجد بھی شامل ہیں۔ واجد یعنی معطی (عطا کرنے والا) بعد ازاں فرمایا۔ کہ واجد وجد سے نکلا ہے یعنی بخشش کرنے والا جیسا کہ شکور کے معنی شکر کرنیوالے کے ہیں۔ لیکن اسمائے الٰہی میں اس کے معنی شکر قبول کرنیوالے کے ہیں۔ اسی طرح یہاں پر واجد کے معنی وجد عطا کرنیوالے کے ہیں ۰

بعد ازاں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع ہوا۔ کہ وہ سماع نہیں سنا کرتے تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ شیخ نجم الدین کبریٰ علیہ الرحمۃ والرضوان فرمایا کرتے تھے۔ کہ زیادہ سے زیادہ جو نعمت ہو سکتی ہے۔ وہ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی تھی۔ مگر سماع کا ذوق عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ بعد ازاں شیخ شہاب الدین کے استغراق شغل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین کے پاس آئے۔ تو شیخ جب نے اپنا مصلیٰ لپیٹ گھٹنے تلے دبا لیا۔ یہ بات مشائخ کے نزدیک اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہے۔ الغرض جب رات ہوئی تو شیخ اوحد نے سماع طلب کیا۔ شیخ شہاب الدین نے قوالوں کو بلایا

اور سماع ترتیب دیا۔ اور خود کونے میں چلے گئے۔ اور طاعت اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ شیخ اوحد اور اہل سماع میں مشغول ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو خادم خانقاہ نے شیخ شہاب الدین کی خدمت میں عرض کی۔ کہ رات سماع تھا۔ ان لوگوں کو کھانا کھانا چاہیئے۔ شیخ صاحب نے پوچھا کہ کیا رات کو سماع تھا۔ خادم نے عرض کی۔ ٹھیک تھا۔ فرمایا۔ مجھے اس کی مطلق خبر نہیں ؎

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس سے شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کو استغراق وقت معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ آپ ذکر میں اس طرح مشغول ہوئے کہ سماع کے غلبہ کی آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ جب سماع بند کر دیتے تو شیخ صاحب قرآن مجید سنتے۔ شیخ صاحب نے ان کا سماع باوجود اس قدر غلبہ کے بالکل نہ سنا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کس حد تک یاد الٰہی میں مشغول تھے ؎

پھر سہاور کے مزارعوں کی بابت گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا۔ کہ وہاں پر بہت سے بزرگ مدفون ہیں۔ بعد ازاں مجھ سے پوچھا۔ کہ تو نے سہاور کو دیکھا ہے۔ عرض کی۔ جناب دیکھا ہے۔ اور بعض بزرگوں کی زیارت کی ہے۔ مثلاً شیخ حسین زنجانیؒ۔ اور شیخ علی ہجویریؒ۔ دونوں ایک ہی پیر کے مرید تھے اور وہ اپنے زمانے کے قطب تھے۔ حسین زنجانیؒ مدت سے سہاور میں رہتے تھے۔ کچھ مدت بعد ان کے پیر نے خواجہ علی ہجویریؒ کو فرمایا۔ کہ سہاور میں سکونت اختیار کرو۔ علی ہجویریؒ نے عرض کی۔ کہ شیخ حسین زنجانیؒ جو وہاں ہیں۔ فرمایا۔ تو جا۔ شیخ علی ہجویریؒ فرمان کے مطابق سہاور پہنچے۔ تو رات تھی۔ دوسری صبح شیخ حسینؒ کا جنازہ اٹھا ؎

پھر نظم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ مشائخ نے بہت اور عمدہ نظمیں کہی ہیں مثلاً اوحد کرمانی۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر اور دوسرے بزرگ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ خاص کر شیخ سیف الدین باخرزی جنہیں تقریباً سارے علوم یاد تھے۔ ایک مرتبہ مریدوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ہر ایک شخص نے کوئی نہ کوئی کتاب تالیف کی ہے۔ آپ کیوں نہیں لکھتے۔ جواب دیا۔ کہ ہمارا ہر ایک شعر کتاب ہی سمجھو۔ اسی روز مجھے (مؤلف کتاب) نماز اشراق کی بابت فرمایا۔ کہ دو رکعت نماز اس طرح ادا کیا کرو۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خالدون تک اور دوسری رکعت میں آمن الرسول سے سورۃ کے آخیر تک۔ اور اللہ نور السمٰوٰت والارض سے علیم تک پڑھو۔ اس کے بعد دو رکعت اور نماز

استعاذہ اس طرح ادا کرو۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ فلق اور دوسری رکعت میں والناس پڑھا کرو ۔

بعد ازاں دو رکعت نماز استخارہ کی بابت فرمایا کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ کافرون اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھنا۔ اس کے بعد دوگانہ ہو عیہ۔ پھر فرمایا۔ کہ دو رکعت نماز اور میں تجھے بتاؤں گا۔ یہ فرما کر آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ جس روز شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے اشراق کی بابت چھ رکعت کا حکم دیا تھا۔ اور فرمایا۔ کہ کچھ اور بھی کہوں گا ۔

آداب مجلس و آمدن بخدمت پیر و نشستن و مقام گرفتن

جمعرات کے روز گیارھویں ماہ ذالحج سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ آداب مجلس پیر کی خدمت میں حاضر ہونے اور آداب نشستن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا۔ کہ ادب اس بات کا نام ہے کہ جب مجلس میں آئیں تو جو جگہ خالی دیکھیں وہیں بیٹھ جائیں۔ یعنی جب پیر کی خدمت میں حاضر ہوں۔ تو اوپر یا نیچے بیٹھنے کا خیال نہ کریں۔ بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں۔ کیونکہ آنے والے کی جگہ وہی ہوتی ہے ۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر بیٹھے تھے۔ اور یار گرد اگرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ تین شخص آئے۔ ایک اس حلقے میں خالی جگہ دیکھ کر بیٹھ گیا۔ دوسرے کو حلقہ میں جگہ نہ ملی وہ پیچھے بیٹھ گیا۔ تیسرا واپس چلا گیا۔ ایک گھڑی بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت جبرائیل علیہ السلام نے آکر مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو شخص حلقہ میں بیٹھ گیا ہے اسے ہم نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ اور جو پیچھے بیٹھ گیا ہے۔ ہم اس سے شرمندہ ہیں۔ قیامت کے دن ہم اسے رسوا نہیں کریں گے۔ اور جو شخص چلا گیا ہے۔ وہ ہماری رحمت سے دور ہو گیا ہے ۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ادب اس بات کا نام ہے کہ جو شخص مجلس میں آئے جہاں کہیں خالی جگہ دیکھے وہیں بیٹھ جائیں۔ اگر مجلس میں خالی جگہ نہ ملے تو پیچھے ہٹ کر بیٹھ جائے۔ لیکن درمیان میں نہ بیٹھنا چاہیئے۔ کیونکہ جو درمیان بیٹھتا ہے۔ وہ ملعون ہوتا ہے ۔

در تلاوت قرآن

اتوار کے روز اکیسویں ماہ ذوالحج سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تلاوت قرآن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جب پڑھنے والے کو کسی

آیت کے پڑھنے سے ذوق اور راحت حاصل ہو تو اسے بار بار پڑھنا چاہئے۔ بعد ازاں فرمایا کہ تلاوت اور سماع کی حالت میں جو سعادت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ انوار۔ احوال اور آثار۔ اور وہ تین عالم یعنی ملک۔ ملکوت اور جبروت سے نازل ہوتی ہے اور وہ تین مقامات اروح۔ قلوب

ذکر حالت وقت سماع واستماع قرآن

اور جوارح پر نازل ہوتی ہیں۔ انوار ملکوت سے ارواح پر۔ احوال جبروت سے قلوب پر اور آثار ملک سے جوارح پر۔ پہلی حالت سماع میں عالم ملکوت سے ارواح پر نازل ہوتے ہیں۔ بعد ازاں جو کچھ دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اسے احوال کہتے ہیں۔ اور وہ عالم جبروت سے قلوب پر نازل ہوتا ہے۔ بعد ازاں جو حرکت جنبش اور آہ و بکا ظاہر کرتا ہے۔ اسے آثار کہتے ہیں۔ اور یہ عالم ملک سے جوارح پر نازل ہوتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین ٭

پھر تھوڑی دیر کے بعد صدقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ جب صدقے میں پانچ شرطیں ہوں تو بیشک صدقہ قبول ہوتا ہے۔ ان میں سے دو عطا سے پہلے دو عطا کے وقت اور ایک بعد میں ہوتی ہے۔ عطا سے پہلے کی دو شرطیں ہیں کہ جو کچھ دے وہ حلال کی کمائی ہو۔ دوسرے کسی نیک مرد کو دے جو اسے برے کام میں خرچ نہ کرے۔ عطا کے وقت کی دو شرطیں یہ ہیں۔ کہ اول تواضع اور ہنسی خوشی سے دے۔ دوسرے پوشیدہ دے۔ بعد کی شرط یہ ہے۔ کہ جو کچھ دے اس کا نام نہ لے۔ بلکہ بھول جائے ٭

فرق درمیان صدقہ وصُدقہ

بعد ازاں فرمایا کہ ایک صدقہ اور دوسرا صُدقہ ہے۔ صدقہ کے معنی تو معلوم ہو گئے۔ اب رہا صُدقہ سو وہ کابین ہے۔ اور دونوں کے معنی صدق محبت کے مقتضی ہیں یعنی جس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اس سے سچی محبت پیدا کرنی چاہئے۔ پس وہ درمیان میں کابین لاتا ہے۔ اور جو چیز راہ حق میں دی جاتی ہے اس سے بھی حق تعالےٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے اس کا نام صدق محبت کی وجہ سے صدقہ ہوا ہے ٭

بعد ازاں امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ چالیس ہزار دینار حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے ؎

آنکہ او چہل ہزار دینار دہد   تا تیغ وگلیم را بخود بار دہد!

یہ اس طرح ہوا کہ اس روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔ وہ وہ سب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ بال بچے کے لئے بھی کچھ رکھا ہے۔ عرض کی خدا اور اس کا رسولؐ کافی ہیں۔ بعد ازاں عمر خطاب رضی اللہ عنہ آئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نصف مال لائے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا۔ کہ گھر والوں کے لئے بھی کچھ رکھا ہے۔ عرض کی نصف لایا ہوں۔ اور نصف رکھ آیا ہوں۔ بعد ازاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لائی ہوئی چیز کے مطابق حکم کیا۔

بعد ازاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بابت حکایت بیان فرمائی کہ جس روز چالیس ہزار دینار لائے اور گودڑی پہن کر اس پر میخ ٹھونک کر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلعم کی خدمت میں گودڑی پہنکر اور میخ ٹھونک کر آئے۔ آنحضرت صلعم نے پوچھا۔ یہ کیسا لباس ہے۔ جبرائیل نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آج تمام فرشتوں کو حکم ہوا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موافقت سے گودڑی پہنو۔ اور اس پر میخ ٹھونکو۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے یہ شعر پڑھا ؎

شکرانہ چہل ہزار دینار دہند ۔۔۔ تا میخ و گلیم عشق را بار دہند

درصدق | یہاں سے صدق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک مرد کے پاس پچیس دینار تھے۔ اس نے دل میں سوچا۔ کہ میں کعبہ کی زیارت کراؤں اور یہ روپیہ کعبے کے مجاوروں اور وہاں کے رہنے والوں کو دوں۔ یہ نیت کر کے روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک عیار راستہ مار۔ اور اس نے تلوار سونت لی۔ تو مرد نے ہمیانی نکال اس کے آگے پھینک دی۔ اور کہا مجھے کیوں مارتا ہے۔ یہ لے پچیس دینار ہمیانی میں ہیں۔ عیار نے ہمیانی اٹھائی۔ اور پچیس دینار نکال کر اس شخص کے سامنے رکھ دیے کہ لے تیری سچائی نے میرے قبر کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔

درتصدق و بازخریدن آں | بعد ازاں تصدق کے بارے میں حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گھوڑا بخش دیا تھا۔ وہ گھوڑا اس کے پاس لاغر ہو گیا۔ امیر المومنین نے قیمتاً اس سے خریدنا چاہا۔ جب یہ بات آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کی۔ تو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا۔ کہ دی ہوئی چیز کو پھر نہیں خریدنا چاہیے۔ خواہ ایک دانگ کو ملے۔

در فضیلت طعام و حق آں

بعد ازاں کھانا کھلانے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ بیس درم صدقہ کرنے کی نسبت ایک درم کا کھانا یاروں کو کھلانا بہتر ہے۔ پھر اسی بارے میں ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک درویش صاحب حال بخارا میں امیر کے پاس آیا۔ اور کہا مجھے بادشاہ شہر سے کچھ کام ہے۔ تو میری سفارش کر دینا۔ پوچھا تیرا کیا حق ہے؟ جو میں سفارش کروں۔ کہا مجھے تجھ پر حق ہے۔ امیر نے پوچھا کیا حق ہے؟ کہا۔ ایک مرتبہ تو نے کھانا پکایا تھا۔ اور میں نے تیرے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھایا تھا۔ یہ ہے تجھ پر میرا حق۔ جب یہ سنا تو فوراً اٹھ کر بادشاہ کے ہاں جا کر اس کا کام بنوایا۔ بعد ازاں فقراء کے معاملات میں اور لین دین کے بارے

معاملات فقر و بیع شرائے الفا

میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ شیخ بدر الدین اسحاق علیہ الرحمۃ والغفران نے ایک شخص کو تنگ دستی دیکھ کر فرمایا۔ کہ بازار جا کر فروخت کر آؤ۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ در دنیا طوہ پوچھا۔ پوچھا اس کا کیا مطلب فرمایا۔ جو ملے سو لے آنا ۔

ذکر مناقب ابراہیم ادہم

سوموار کے روز انتیسویں ماہ ذوالحجہ سن ۷۰۷ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور مراتب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ آپ نو سال ایک غار میں رہے اس غار میں ایک چشمہ تھا۔ جس پر آپ رہتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک رات نہایت سردی تھی چنانچہ ہلاکت کا اندیشہ تھا۔ اس تاریکی میں آپ کے ہاتھ ایک پوستین لگی۔ اسے پہن کر گرم ہوئے جب دن چڑھا تو پوستین دور پھینکی۔ جب دور پھینکی اور غور سے دیکھا تو پوستین در اصل اژدہا تھا جس نے آنکھیں کھولی ہوئی تھیں۔ اور چھپن چھپائے حرکت کر رہا تھا۔ آپ حیران رہ گئے۔ اتنے میں آواز آئی۔ "نجیناک من التلف بالتلف" کہ تجھے ہلاکت کرنے والے سے ہلاک کرنے والے کے ذریعے بچا لیا۔ یعنی سردی اور سانپ دونوں ہلاک کرنے والے تھے۔ سو سردی سے سانپ کے ذریعے تجھے بچا لیا ۔

ذکر کرامت اولیاء

بعد ازاں فرمایا کہ ایک درویش کنوئیں میں گر پڑا اور رسی نہ تھی جو باہر نکلتا اب مرنے پر مطمئن تھا۔ کہ اتنے میں ایک رسی اوپر سے لٹکتی ہوئی اسے دکھائی دی۔ سمجھا کہ یہ نجات کا سبب ہے۔ اسے پکڑ کر باہر نکلا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ شیر ہے۔ جو نیچے لٹک گیا تھا۔ اس سے یہی آواز سنی "نجیناک من التلف بالتلف" ۔

یہاں سے اولیاء کی کرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک مجذوب ولی تھا۔ ایک مدعی اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اور آزمائش کرنی چاہی۔ دل میں خیال کیا۔ کہ جو آنکھ ظاہر میں نابینا ہو۔ واجب ہے کہ عالم باطن میں بھی اس کی بینائی میں کچھ فرق ہو۔ پس اس نے مجذوب کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ ولایت کی کیا علامت ہے۔ اسی اثناء میں ایک مکھی آ کر اس کے ناک پر بیٹھی۔ اس نے تین مرتبہ اڑائی۔ پھر آ بیٹھی۔ اسی اثنا میں پھر اس نے پوچھا۔ کہ ولایت کی کیا علامت ہے۔ ایک علامت تو یہ ہے کہ اولیاء پر مکھی نہیں بیٹھتی۔

پھر لقمہ کی نگہداشت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک جوان شیخ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا۔ جو کثیر الطاعۃ تھا۔ چنانچہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی طاعت اور عبادت سے تعجب ہوا۔ اپنے نفس کو جھڑکا۔ کہ یہ جوان جو مرید بنا ہے۔ اس قدر طاعت کرتا ہے۔ اور تو اس قدر نہیں کر سکتا۔ بعد ازاں نور ضمیر سے معلوم کیا۔ کہ یہ سب کچھ شیطانی ہے۔ کیونکہ وہ جوان مشتبہ لقمہ کھایا کرتا تھا۔ اس لئے شیطان ہی اس سے وہ طاعت کرایا کرتا تھا۔ جب ابراہیم ادہم کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو جوان کو کہا۔ کہ جہاں سے میں کھانا کھاتا ہوں وہیں سے کھایا کرو۔ جوان نے لکڑیاں بیچ کر کھانا کھانا شروع کیا۔ تو وہ پہلے اصل طاعت کا غلبہ جاتا رہا۔ اور پھر تھوڑی عبادت کرنے لگا۔ یہاں تک کہ نماز فریضہ بھی بڑی مشکل سے ادا کرتا۔ اس جوان کا کام بن گیا۔ اور اپنے اصل پر آ گیا۔

ذکر ثمرہ مجاہدہ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ سر جو تمام اسرار کی سعادت ہے ظاہر کر دیا۔ فرمایا شیخ کو یہی کام کرنا چاہئے۔ بعد ازاں اسی بات میں فرمایا۔ کہ طاعت خواہ تھوڑی ہو صدق زیادہ ہونا چاہئے۔

پھر مجاہدے کے ثمرے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال نہ سوئے۔ چالیس سال بعد ایک رات خواب میں اللہ تعالے کو دیکھا۔ اس دن کے بعد جہاں کہیں جاتے۔ سونے کے کپڑے ہمراہ لے جاتے اور سو جاتے۔ تاکہ پھر خواب میں وہ دولت نصیب ہو۔ ایک روز آواز آئی کہ وہ دولت اس بیداری کا ثمرہ تھا۔

ذکر جمع خرچ دنیا پھر دنیا کے جمع خرچ کے بارے میں فرمایا۔ کہ یہ بات دو طرح پر بیان کی گئی ہے۔ اول یہ کہ حلال کا حساب ہوگا۔ اور حرام کا عذاب۔ یعنی جو حلال کی روزی سے جمع کیا جائے اس کا حساب ہوگا۔ اور جو حرام کی کمائی ہوگی۔ اس کے واسطے عذاب کیا جائیگا۔ دوسرے یہ

حلال حرام دونوں کے لئے عذاب ہوگا۔ وہ اس طرح کہ آفتاب قیامت تلے کھڑا کر کے پوچھا جائے گا۔ کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا ❖

بعد ازاں فرمایا کہ بعض کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ کا قول ہے۔ کہ "حلالہا حساب وحرامہا عذاب وشبہاتہا عقاب" دنیا کے حلال مال کا حساب ہوگا۔ حرام کا عذاب اور شبہات کی تنبیہ اور عذاب ❖

ذکر سیم قبول مشائخ پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ بعض مشائخ سونا چاندی قبول نہیں کرتے۔ فرمایا۔ کہ اس کے لینے اور خرچ کرنے کی شرائط ہیں۔ لینے والے کو چاہیے کہ جو کچھ لے حق لے۔ اس بارے میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کو علوی سمجھ کر کچھ دے۔ کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند ہے۔ اور دراصل وہ علوی نہ ہو۔ تو اس کے لئے لینا حرام ہے ❖

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ مرد کو کسی سے کوئی چیز لینی نہیں چاہیئے۔ اور نہ ہی یہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ فلاں شخص فلاں چیز دے تو بہتر ہوگا۔ اگر بغیر طلب اور بغیر سوچ مل جائے تو جائز ہے ❖

اسی اثناء میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتا۔ اور نہ ہی کسی چیز کی طمع کرتا ہوں۔ ہاں اگر کوئی مجھے کچھ دیتا ہے۔ تو لے لیتا ہوں خواہ وہ دینے والا شیطان ہی کیوں نہ ہو۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ اس بزرگ نے جو یہ کہا ہے تو اس سے اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص مجھے کوئی چیز دیتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہوتا۔ کہ وہ کیسی ہے اور کہاں سے لایا ہے۔ اس لئے میں خود نہیں مانگتا ❖

پھر انبیاء کے بارے میں ہی گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ہر ایک پیغمبر کو رحلت کے وقت اختیار دیا گیا تھا۔ کہ اگر کچھ اور دنیا میں ٹھہرنا ہو تو ٹھہرو۔ اگر نہیں تو چلے آؤ۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا۔ تو خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے دل میں خیال آیا۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہی ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ صحابہ میں کچھ مدت اور رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ یہ خیال دل میں لا کر آنحضرتؐ کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین ❖

فوائد تھے۔ جو شروع شعبان ۷۰۷ھ ہجری سے لے کر آخر ذوالحج ۷۰۸ھ ہجری تک لکھے گئے جو ایک سال اور پانچ ماہ ہوتے ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہے تو اور بھی لکھے جائیں گے ۔

فوائد الفواد

جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

یہ صفحات عالیہ اور نفحات عالیہ خواجہ راستین قطب الاقطاب فی الارضین، ختم المشائخ فی العالمین شیخ نظام الحق والشرع والدین (اللہ تعالےٰ آپ کو دیر تک زندہ رکھ کے مسلمانوں کو مستفیض کرے) کی زبان مبارک سے سن کر جمع کئے ہیں۔ اس طرح کی چند چیزیں پہلے بھی لکھی ہیں۔ اس کا نام فوائد الفواد رکھا گیا ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ اس کے پڑھنے سننے والے کو دونوں جہاں کی جمعیت حاصل ہوگی۔

صفحے کہ جمع کردم تحفہ است پیش یاراں
حسن علاء سنجری یکے از امیدواراں

ذکر زیارت پیر اتوار کے روز دوسری ماہ شوال ۷۰۸ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خلقت کے میل جول کے ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جوانی کے دنوں میں لوگوں سے مل جل بیٹھتا تھا لیکن ہمیشہ دل میں یہی خواہش رہتی۔ کہ ان سے کب خلاصی ہوگی۔ اگر وہ لوگ پڑھے لکھے اور خدا کی یاد والے ہوتے پھر بھی بحث کے وقت میرے دل میں ضرور نفرت آجاتی۔ چنانچہ میں نے بارہا اپنے یاروں کو کہا کہ میں تم میں نہیں رہوں گا۔ میں تمہارے پاس چند روز بطور مہمان ہوں۔ میں مولف کتاب نے عرض کی کہ کیا آپ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مرید ہونے سے پیشتر یہ فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا۔ ہاں ۔

سوموار کے روز دسویں ماہ ذوالحج سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ گفتگو اس بارے میں شروع ہوئی کہ پیر کی زیارت کرنی چاہئے۔ خواہ بحالت زندگی خواہ بحالت وفات۔ فرمایا کہ میں نے اپنے پیر کی زندگی میں تین مرتبہ زیارت کی اور وصال کے بعد چھ سات مرتبہ لیکن اغلب ہے کہ سات

مرتبہ اس حساب سے ساری عمر میں اب تک دس مرتبہ زیارت کی ہے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ جمال الدین سات مرتبہ ہانسی سے زیارت کے لیے گئے تھے۔ پھر فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی مرتبہ گئے۔ تو وداع ہوتے وقت شیخ صاحب سے دعا کے لئے التماس کی۔ کہ جس طرح اب کی مرتبہ حاضر خدمت ہوا ہوں۔ پھر بھی ہوں۔ اور قدمبوسی حاصل کروں۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کوئی ضرورت نہیں۔ تم کئی مرتبہ آؤ گے۔ چنانچہ اس کے بعد اٹھارہ مرتبہ آئے۔ جب اٹھارہویں مرتبہ واپس ہوئے۔ تو پھر اسی نیت سے دعا کی التماس کی۔ فرمایا کئی مرتبہ آؤ گے۔ اس دن سے اب تک انیس مرتبہ پھر آئے۔ پھر التماس کی۔ تو شیخ صاحب خاموش ہو گئے شیخ نجیب الدین نے یہ خیال کیا۔ کہ شاید سنا نہیں پھر التماس کی۔ پھر بھی کچھ جواب نہ دیا پھر وہ چلے گئے۔ بعد میں ملاقات نصیب نہ ہوئی ٭

ذکر شغل بہاؤالدین زکریاؒ از خدمت شیخ شہاب الدینؒ

بعد ازاں شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ جب شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہوئے۔ تو سترہ سے زیادہ نہ رہے۔ سترہویں روز شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے نعمتیں عنایت فرمائیں۔ جب شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان آئے۔ تو پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ جب روانہ ہوئے۔ تو شیخ جلال الدین تبریزیؒ سے ملے جنہوں نے آپ کو واپس لوٹایا۔ اور کہا کہ شیخ الشیوخؒ کا فرمان یہی ہے۔ کہ آپ واپس چلے جائیں ٭

بعد ازاں آپ کی بزرگی کے بارے میں فرمایا۔ کہ آپ نے سترہ روز میں وہ نعمتیں حاصل کیں جو باقی یاروں کو سالوں میں بھی نصیب نہ ہوئیں۔ یہاں تک کہ اس بات سے قدیمی یار برگشتہ مزاج بھی ہوئے کہ ہم نے کئی سال محنت کی۔ اور ہمیں کچھ نصیب نہ ہوا۔ اور ایک ہندوستانی اگر چند روز میں شخصیت لے گیا۔ جب شیخ الشیوخ نے یہ بات سنی۔ تو فرمایا۔ کہ تم گیلی لکڑیاں لاتے ہو گیلی لکڑیوں میں کس طرح آگ لگ سکتی ہے۔ وہ خشک لکڑی لایا تھا جس میں ایک ہی پھونک سے آگ لگ گئی ٭

در طاعت مشغول حق تعالےٰ

جمعرات کے روز تیرھویں ماہ ذالحج سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ بات طاعت و مشغولی کے بارے میں شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ جو موجود ہے وہ دو عدموں کے مابین ہے۔ اور جو وجود دو عدموں کے مابین ہو۔ اسے بھی معدوم ہی جاننا

چاہیے۔ جیسا کہ حیض کے دنوں میں کوئی عورت پہلے روز خون کا نشان دیکھے۔ دوسرے روز کوئی نشان نہ ہو۔ اور تیسرے روز پھر نشان ظاہر ہو۔ تو بیچ کے دن کو بھی پاک خیال نہ کرنا چاہیے۔

الوجود بین العدمین کالطہر المتخلل بین الدامین

بعد ازاں فرمایا کہ: الوجود بین العدمین کالطہر المتخلل بین الدامین: خلاصہ یہ کہ جو عمر بمنزلہ عدم ہے۔ اس پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے اور ایسے کم عرصے کو کیوں غفلت اور بیکاری میں برباد کرنا چاہیے۔ بعد ازاں ایک بزرگ کی بابت فرمایا کہ وہ ہمیشہ یاد الٰہی میں مشغول رہتا۔ اور خلقت سے بالکل میل جول نہ کرتا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔ جواب دیا کہ اس سے پیشتر کئی ہزار سال میں معدوم رہا۔ اس کے بعد بھی معدوم ہو جاؤنگا۔ سو جو عمر مجھے ملی ہے۔ وہ

ذکر بزرگی کہ بحق مشغول بود

کیوں ضائع کروں اسے یاد حق میں ہی کیوں نہ بسر کروں۔ اس وقت مولانا محمود اودھی نے جو حاضر الوقت تھے۔ ان سے پوچھا کہ رہتے کہاں ہو؟ کہا۔ مولانا برہان غریب کے ہاں۔ فرمایا ؎ مرد سرہ باش ہرکجا خواہی باش

بعد ازاں فرمایا۔ کہ زمین کے بعض قطعہ زبان حال سے بعض قطعوں کو پوچھتے ہیں۔ کہ کیا آج تم پر کوئی ذاکر گزرا۔ یا کوئی دردمند یا غمناک گزرا۔ اگر وہ کہے نہیں۔ تو جس طرح پر گزرا ہو۔ اس پر اپنے تئیں فائق اور باشرف خیال کرتا ہے۔

مختلف بیانات

منگل کے روز بیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس روز آپ کسی عزیز کی نماز جنازہ ادا کر کے آئے تھے۔ اس کے احوال کی بابت فرمایا کہ نیک مرد اور خوش خلق تھا۔ نیک و بد کسی سے اسے سروکار نہ تھا۔ یہاں تک کہ کسی کا ہاتھ نہ پکڑا تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ مرد جب علم سیکھتا ہے تو اسے شرف حاصل ہوتا ہے۔ اور جب طاعت کرتا ہے تو اس کے کام کی بہتری ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر پیر چاہیے۔ جو دونوں کو توڑ دے۔ یعنی علم اور عمل دونوں کو اس کی نظر سے گرا دے۔ تا کہ خود پسندی میں مبتلا نہ ہو جائے اور مشہور نہ ہو جائے۔ پھر اس متوفی کے بارے میں فرمایا۔ کہ سنا گیا ہے۔ کہ وہ رحلت کے وقت تنہا تھے۔ کوئی اپنا بیگانہ اس کے پاس نہ تھا۔ حضرت ذات حق تھی۔ اور وہ۔ اور یہ بڑی سعادت ہے۔

یہاں پر شیخ شہاب الدین خطیب ہانسوی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ وہ مناجات کیا کرتے تھے۔ کہ میں نے تیرے بہت سے اقرار پورے کئے ہیں۔ اب میں امیدوار ہوں۔ کہ تو بھی میرا

اقرار پورا کرے گا۔ وہ یہ کہ مرتے وقت میرے پاس کوئی نہ ہو۔ نہ ملک الموت اور نہ کوئی اور فرشتہ

مرتے میں ہول یا تیری ذات +

بعد ازاں فرمایا کہ یہ شہاب الدین بہت ہی خدا کا پیارا تھا۔ ہر رات سورہ بقر پڑھ کر سوتا تھا۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ ایک رات جب میں نے سورہ بقر پڑھی۔ تو گھر کے کونے سے یہ آواز سنی ے

ما دوست گشتیم و تو نداری سر ما ۔۔۔ داری سر ما وگرنہ دور از بر ما

گھر والے سوئے ہوئے تھے۔ میں حیران تھا کہ یہ کون کہہ رہا ہے۔ نیز گھر میں بھی کوئی ایسا آدمی نہ تھا۔ جس سے یہ بات صادر ہوتی ہے پھر دوسری مرتبہ بھی آواز سنی ے

ما دوست گشتیم و تو نداری سر ما ۔۔۔ داری سر ما وگرنہ دور از بر ما

خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے تو گریہ اسقدر غالب ہوا کہ سارا حکایت بیان نہ کر سکے۔ روتے تھے اور یہی فرماتے تھے کہ یہ مولانا شہاب الدین کو خطاب ہوا۔ اس پر بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوئیں اور ٹھیک اسی حالت میں گزرا۔ جس حالت میں وہ چاہتا تھا +

ذکر سماع و اہل آں پھر تھوڑی دیر کے لئے سماع اور اہل سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا۔ کہ سماع مریدوں کے لئے جائز ہے +

ذکر ایمان پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ ایمان کتنی قسم کا ہے؛ فرمایا کافر موت کے وقت عذاب کو دیکھ لیتے ہیں۔ پھر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن وہ ایمان محسوب نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ وہ ایمان بالغیب نہیں۔ اگر مومن مرتے وقت توبہ کرے۔ تو اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ لیکن کافر کا ایمان بھی مرتے وقت قبول نہیں ہوتا +

منگل کے روز گیارہویں ماہ محرم ۷۱۰ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت کتب مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ ایک عزیز حاضر خدمت تھا۔ اس نے عرض کی۔ کہ مجھے ایک شخص نے کتاب دکھلائی۔ اور کہا یہ آنجناب کی لکھی ہوئی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس نے غلط کہا ہے میں نے کتاب نہیں لکھی +

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے جب کشف المحجوب لکھی۔ تو شروع کتاب میں اپنا نام لکھا۔ اور دو تین جگہ اور بھی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے آپ عربی اشعار کہا کرتے تھے۔ لیکن ان میں

اپنا نام نہیں ملایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے وہ اشعار اپنے نام کر لئے۔ تو مرتے وقت بے ایمان مرا۔ جب یہ حکایت ختم ہوا پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ موت کا وقت سخت ہوتا ہے

علامت سلامتی ایمان اور یہ کہ مرتے وقت یہ کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ بے ایمان گیا ہے۔ یا با ایمان۔ فرمایا کہ ایمان کی سلامتی کی یہ علامت ہے کہ مرتے وقت چہرہ زرد پڑ جائے۔ در پیشانی پر پسینہ ہو۔ پھر فرمایا۔ جب میری والدہ صاحبہ نے انتقال فرمایا۔ تو یہی علامات ظاہر تھیں۔

بعدازاں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ دو رکعت نماز ہے۔ جو ایمان کی نگہداشت کے لئے مغرب کی نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ جس میں پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورۃ اخلاص اور ایک مرتبہ سورۃ فلق۔ اور دوسری رکعت میں سات مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک مرتبہ سورہ والناس۔ بعدازاں سجدے میں سر رکھ کر تین مرتبہ یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان کہے۔ پھر اس نماز کی برکتیں بیان فرمائیں۔ خواجہ احمد الدین نے شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے سنی اور انہوں نے خواجہ احمد عظیم سے جنھوں نے بیان کیا۔ کہ میرا ایک دوست تھا۔ جو ہمیشہ یہ نماز ادا کیا کرتا تھا۔ جب ایک دفعہ اجمیر کی حدود میں تھے۔ تو شام کا وقت ہوا۔ وہاں پر چوروں کا ڈر تھا۔ ہم تو تین فرض اور دو سنت ادا کر کے چلے آئے۔ لیکن اس یار نے باوجود اس خوف کے یہ دو رکعت نماز بھی ادا کی۔ الغرض جب اس کی موت کا وقت نزدیک آیا۔ تو مجھے خبر ملی۔ میں حالت پوچھنے کے لئے اس کے پاس گیا۔ تو اس کا انتقال اسی طرح ہوا جیسے ہونا چاہئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ خواجہ احمد نے اس جوان کی حکایت ایسے الفاظ میں بیان کی ہے۔ کہ اگر مجھے قضا کی کرسی کے پاس بھی لے چلیں تو میں گواہی دوں گا۔ کہ وہ با ایمان گیا ہے۔ والحمد للہ۔

بعدازاں اور دو رکعت نماز کا ذکر کیا۔ جو شام کی نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ میرا ایک یار تھا۔ جس کے ہم سبق مولانا تقی الدین تھے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ شخص صالح اور دانشمند تھا۔ ہمیشہ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتا۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد والسماء ذات البروج اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ والسماء والطارق پڑھا کرتا۔ جب وہ مر گیا۔ تو خواجہ صاحب نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیسا معاملہ کیا۔ کہا جب میرا انتقال ہوا۔ تو فرمان آیا کہ میں نے اسے ان

ذکر صلوٰۃ النور دو رکعت نماز کے بدلے بخشا۔ حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا۔ کہ اسے صلوٰۃ النور کہتے ہیں۔ فرمایا نہیں اسے صلوٰۃ البروج کہتے ہیں۔ وہ دو رکعتیں جن میں سورہ انعام کا شروع پڑھتے ہیں

پہلی رکعت میں یستہزون اور دوسری یستہزون پر ختم کرتے ہیں۔ اسے صلوٰۃ النور کہتے ہیں +

ترغیب وقت طلوع آفتاب و غروب و نماز آں

بعد ازاں اس وقت طلوع و غروب کی ترغیب کے بارے میں فرمایا۔ کہ جب دن نکلتا ہے۔ تو کعبہ کی چھت پر فرشتہ آواز دیتا ہے۔ کہ اے بندگان خدا! اور اے امتان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ نے تمہیں روزی بخشی۔ اور ایک روز تم پر آنے والا ہے یعنی قیامت کا دن اس کے لیے دنیا ہی میں کچھ ذخیرہ کر لو۔ وہ یہ کہ دو رکعت نماز ادا کرو۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھو +

بعد ازاں جب رات ہوتی ہے۔ تو وہی فرشتہ کعبہ کی چھت پر یہ آواز دیتا ہے۔ کہ اے بندگان خدا! اور اے امتان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اللہ تعالےٰ نے رات عنایت فرمائی ہے اور ایک رات تمہارے در پیش ہے۔ یعنی قبر کی رات۔ سو اس رات کے لیے کچھ ذخیرہ جمع کر لو۔ اور کچھ کام کرو۔ وہ یہ کہ جب رات ہو۔ تو شام کی نماز کے بعد دو رکعت نماز ادا کرو۔ اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورۃ والکافرون پڑھو +

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ شیخ جمال الدین ہانسوی علیہ الرحمتہ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ لیکن حدیث کے الفاظ یاد نہیں رہے۔ البتہ مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کر دیا ہے +

ذکر موت و حالیکہ در آں باشد

پھر موت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ نیز اس حال کے بارے میں جو موت کے بعد واقع ہوتا ہے۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اولیاء اللہ رحلت کے وقت تک ایسے ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی خواب ہو۔ اور اس کا معشوق اس کے بستر پر ہو۔ موت کے وقت وہ ایسے شخص کی مانند ہوتے ہیں۔ جو اچانک جاگ پڑے۔ اور اپنی عمر کے بچھڑے معشوق کو بستر پر دیکھے تم اندازہ کر سکتے ہو۔ کہ ایسے شخص کو اس وقت کیسی خوشی ہوتی ہوگی۔ حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا۔ کہ بعض اولیاء کو یہیں مشاہدہ کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا۔ بیشک۔ لیکن یہ نعمت اس گھڑی دیکھتا ہے۔ جب وہ نعمت بدرجہ کمال پاتا ہے۔ تو ٹھیک ایسے سوئے ہوئے کے مشابہ ہوتا ہے جو بیدار ہو۔ تو اپنے معشوق کو اپنے بستر پر پائے۔ حدیث: الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا: سب لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ جب مرتے ہیں تو جاگتے ہیں۔ یعنی جو شخص دنیا میں جس چیز میں مشغول ہے جب مرے گا۔ تو اسے وہی چیز دی جائے گی +

ذکر موت اولیا بعد ازاں اولیاء کی موت کے بارے میں فرمایا کہ بداؤں میں احمد نام میرا ایک دوست نہایت صالح معتقد اور اہل صفت تھا۔ اگرچہ لکھا پڑھا نہ تھا۔ لیکن سارا دن شرعی احکام اور مسائل کی تحقیق میں لگا رہتا۔ اور ہر شخص سے اس بارے میں سوال کرتا۔ جب میں دہلی آیا۔ تو وہ بھی آ رہا تھا جب مجھے ملاقات ہوئی تو بڑے تپاک سے ملا۔ اور میری والدہ صاحبہ کا حال پوچھا۔ اسے ان کی رحلت کا حال معلوم نہ تھا جب میں نے بتایا۔ تو تھوڑی دیر مضطرب اور متغیر رہ کر رونا شروع کیا۔ جب خواجہ صاحب اسی حکایت بیان فرما چکے۔ تو گریہ اس قدر غالب ہوا۔ کہ جو کچھ فرماتے وہ پورے طور پر سنائی نہ دیتا۔ اثنائے گریہ میں یہ شعر زبان سے فرمایا۔ یہ معلوم نہیں اپنا تھا۔ یا احمد کا ؎

افسوس وظلم کہ ہیچ تدبیر نکرد شبہائے وصال ما بز نجیر نکرد
گر وصل نگار یاری کند یا نکند یارے کہ فراق ہیچ تقصیر نکرد

بعد ازاں فرمایا۔ کہ تھوڑے عرصے بعد احمد وہاں سے انتقال کر گیا۔ میں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ مجھ سے حسب عادت مسائل اور احکام شرعی پوچھ رہا ہے میں نے اسے کہا۔ کہ جو کچھ تو پوچھ رہا ہے۔ وہ تو بحالت زندگی کام آتا ہے۔ کہ موت کے بعد۔ کہا کیا آپ اولیاء اللہ کو مردہ خیال کرتے ہیں۔ یہ حکایت بیان کرتے وقت ایک جوالقی آیا۔ اور سخت سست کہنا شروع کیا۔ جیسا کہ ان کی عادت ہوتی ہے خواجہ صاحب نے اس کو کچھ نہ کہا۔ جس طمع کے لیے وہ آیا تھا اسے پورا کیا۔

بعد ازاں حاضرین نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ بہت لوگ آکر ان کے قدموں پر سر رکھتے ہیں۔ اور کچھ بطور نظر لاتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کو بھی آنے دینا چاہیئے۔ اور جو چاہیں کہدیں خواہ وہ کفر کی باتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر فرمایا۔ ایک دفعہ اسی گروہ کا ایک آدمی آیا۔ اور مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ کہا جب تک جہان میں رہے جو م ہمارا ہو اور گمان تمہارا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک آدمی اسی گروہ ناشائستہ کا ایک شخص شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا۔ اور کہنا شروع کیا۔ کہ تو نے اپنے تئیں بت بنا رکھا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے نہیں بنایا۔ اللہ تعالےٰ نے بنایا ہے۔ پھر کہا نہیں تو نے بنایا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ نہیں جو کچھ بنایا اللہ نے بنایا ہے۔ وہ یہ سن کر کھسیانا ہو کر واپس چلا گیا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ چند ایک جوالقی شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ کے پاس آئے۔ اور کچھ مانگا

آپ نے نہ دیا۔ باہر جا کر لڑائی شروع کی۔ چنانچہ مارنے کے لئے اینٹیں اٹھائیں۔ آپ نے فرمایا دروازہ بند کرو۔ خانقاہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اس نے دروازے پر اینٹیں مارنی شروع کیں۔ ایک گھڑی بعد شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میں یہاں خود تو نہیں بیٹھا۔ مجھے شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بٹھایا ہے۔ مجھے مرد خدا نے یہاں بٹھایا ہے۔ دروازہ کھول دو۔ جب کھولا گیا تو انہوں نے سر قدموں پر رکھ دیئے۔ اور واپس چلے گئے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ پہلے خانقاہ کا دروازہ بند کر دینا بشریت کی وجہ سے تھا۔ لیکن بعد میں بھروسے پر دروازہ کھول دیا ٭

پھر فرمایا کہ جنگ احد میں جب بہت سے اصحاب شہید ہوئے۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ کہ یا محمدؐ! آپ بھی ایک لحظہ ان کشتوں میں لیٹ جائیں۔ تاکہ غضب کی ساعت گزر سے ٭

خزانے جمع کرنیوالے کے بیان میں

بدھ کے روز پچیسویں ماہ محرم ۷۱۰ھ ہجری کو قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ تو ان لوگوں کے بارے میں گفتگو ہوئی جو خزانے جمع کرتے ہیں۔ اور جس قدر دولت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اسی قدر زیادہ طلب کرتے ہیں۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مختلف طبیعتوں کے لوگ پیدا کئے ہیں۔ بعض ایسے ہیں۔ کہ اگر خرچ مقررہ سے کچھ زیادہ مل جائے تو جب تک اسے خرچ نہیں کر لیتے۔ انہیں چین نہیں پڑتا۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جس قدر زیادہ انہیں ملتا ہے۔ وہ اور زیادہ کی خواہش کرتے ہیں۔ یہ ازلی قسمت ہے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ سونے چاندی سے آرام اسی وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب اسے خرچ کیا جائے جب تک اسے خرچ نہ کیا جائے۔ آرام حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کوئی آرزو کھانے پینے یا کپڑے وغیرہ کرے۔ تو جب تک وہ روپیہ خرچ نہیں کرے گا۔ حاصل نہیں کر سکے گا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ اگر روپے سے راحت حاصل ہو سکتی ہے۔ تو خرچ کرنے سے ہوتی ہے۔ نہ کہ جمع کرنے سے ٭

بعد ازاں فرمایا کہ روپیہ جمع کرنے سے مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو آرام پہنچے۔ اسی اثناء میں فرمایا کہ میرے پاس خود اوائل حال ہی جمع کرنے کے لئے کچھ نہ تھا۔ اور نہ ہی کبھی میں نے دنیا کی خواہش کی ٭

بعد ازاں جب شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ کا مرید ہوا۔ تو اور بھی طبیعت نے پلٹا کھایا۔

کیونکہ آپ نے دنیا کو باوجود ملنے کے ترک کر دیا۔ بعد ازاں فرمایا کہ اس سے پہلے میری روزی تنگ تھی اور وقت خوشی سے بسر نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز بے وقت میرے پاس کوئی آدمی آدھی بوری لایا۔ میں نے کہا۔ آج بے وقت ہو گیا ہے۔ اور مزروہات کی چیزیں صرف ہو چکی ہیں۔ اسے صبح خرچ کروں گا۔ جب رات ہوئی۔ اور یاد الٰہی میں مشغول ہوا۔ تو اس آدھی بوری نے میرا دامن پکڑا۔ اور مجھے کھینچا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ بار خدایا کب دن ہو گا۔ اور میں اسے خرچ کروں گا ۔

ذکر اصحاب ولایت ہفتے کے روز پانچویں ماہ صفر سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اصحاب ولایت کے قدم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ ہوا میں اڑنا حاصل ہوتا ہے۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ بداؤں میں ایک ذاکر تھا جس کا منبر دیوار کے ساتھ تھا۔ اس دیوار میں منبر سے اوپر قد آدم کے برابر اونچا ایک طاق تھا۔ اس طاق پر محراب تھی۔ جس پر کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ جب تذکیر کے وقت اس پر حالت طاری ہوتی تو اڑ کر اس طاق میں جا بیٹھتا ۔

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ایک جوگی اور راجہ شیخ صفی الدین کی خدمت میں بطور دعوے آئے اور بحث شروع کی۔ شیخ صاحب کو کہا۔ کوئی کرامت دکھاؤ۔ شیخ صاحب نے فرمایا دعویٰ تم ہی کرتے ہو۔ تم ہی دکھاؤ۔ جوگی زمین پر سے ہوا میں اڑا۔ اور پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔ پھر کہا کہ تم بھی کچھ دکھاؤ۔ شیخ صفی الدین گازرونی نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! تو نے بیگانوں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا ہے۔ مجھے بھی یہ مرتبہ عطا کر۔ بعد ازاں شیخ صاحب اپنی جگہ سے قبلہ رخ اڑے۔ پھر شمال کی طرف پھر جنوب کی طرف اور پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھے۔ جوگی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ قدموں پر گر پڑا۔ اور عرض کی۔ کہ ہم سے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ کہ سیدھے اوپر کی طرف اڑیں اور پھر وہی جگہ پر آ بیٹھیں۔ لیکن آپ نے جس طرف چاہا پرواز کیا۔ واقعی یہ حق ہے اور ہم باطل ہیں۔ اس اڑنے کی حرکت کی نسبت ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ ایک حکیم خلیفہ پاس اپنی کتاب لایا۔ کہ خلیفہ کو راہ حق سے برگشتہ کرے۔ خلیفہ کو بھی اس علم سے رغبت ہوئی۔ جب یہ خبر شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز نے سنی۔ تو فرمایا۔ کہ جب خلیفہ اس فلسفہ کی طرف راغب ہو گا۔ تو جہان میں تاریکی اور گمراہی پھیل جائے گی۔ یہ کہہ کر اٹھے اور خلیفہ کے دروازے پر پہنچے۔ اندر خبر کی گئی کہ شیخ

صاحب آئے ہیں۔ بلایا گیا تو دیکھا کہ حکیم اور خلیفہ اس علم و بحث میں مشغول ہیں۔ پوچھا اس وقت کیا کر رہے ہو۔ کیا خاص معاملہ ہے۔ جب بار بار پوچھا۔ تو حکیم نے کہا۔ کہ ہم اس وقت یہ بحث کر رہے ہیں۔ کہ آسمان کی حرکت طبعی ہے اور یہ کہ حرکت کی تین قسمیں ہیں۔ طبعی ارادی اور قسری۔ طبعی وہ حرکت ہے۔ جس میں جسم طبعاً متحرک ہو۔ جیسا کہ ہاتھ سے چھوڑے پتھر کی حرکت زمین کی طرف۔ ارادی وہ ہے جو اپنی خواہش سے جس طرف چاہے کرے۔ قسری وہ ہے۔ جو کسی اور جسم کے وسیلے سے ہو۔ جیسا ہوا میں پھینکا ہوا پتھر جب اس کی حرکت کم ہو جائے گی۔ تو پھر وہ زمین کی طرف حرکت کرے گا۔ اس حرکت کو طبعی کہیں گے۔ اب ہم یہ بحث کر رہے ہیں۔ کہ آسمان کی حرکت طبعی ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ آسمان کی حرکت قسری ہے۔ پوچھا کس طرح۔ فرمایا کہ ایک فرشتہ اس صورت و شکل اور ہیئت کا جو اسے حرکت دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ حکیم یہ سن کر ہنس پڑا ✦

بعد ازاں شیخ صاحب خلیفہ اور حکیم کو باہر لائے۔ اور کہا آسمان کی طرف دیکھو اور خود دعا کی۔ کہ پروردگار جو کچھ تو اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے۔ انہیں بھی دکھا۔ جب انہوں نے نگاہ کی۔ تو واقعی دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان کو حرکت دے رہا ہے۔ یہ دیکھ کر خلیفہ اس مذہب سے پھر گیا۔ اور پھر دین اسلام میں راسخ الاعتقاد ہو گیا ✦

ذکر احوال شیخ فرید الدین سوموار کے روز ساتویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہٗ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ کا افطار اکثر شربت کے ایک پیالے سے ہوتا جس میں قدرے ستو ڈالتے۔ جس میں سے آدھا یا تیسرا حصہ حاضرین کو تقسیم فرماتے۔ اور تھوڑا سا ایک برتن میں ڈالتے۔ اور باقی کا خود استعمال کرتے اس بقیہ میں سے بھی جس کو چاہتے۔ کچھ عنایت فرماتے۔ بعد ازاں نماز سے پہلے دو روٹیاں چپڑ کر لاتے جو ایک سیر سے کم وزنی ہوتیں۔ ان میں سے ایک کے ٹکڑے کر کے حاضرین پر تقسیم کرتے۔ اور دوسری خود استعمال کرتے۔ اس خاص روٹی میں سے بھی جس شخص کو خواہش ہوتی دیدیتے۔ شام کی نماز کے بعد یاد حق میں مشغول ہوتے۔ اس مشغولی کے بعد دسترخوان لایا جاتا۔ جس میں ہر قسم کا کھانا ہوتا۔ جو تقسیم کیا جاتا اس کے بعد پھر کھانا نہ کھاتے۔ جب تک کہ دوسرے دن افطار کا وقت نہ ہوتا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ آپ کو خلہ کا مرض تھا۔ اور اسی مرض سے وفات پائی ✦

خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ایک مرتبہ تندرستی کی حالت میں میں حاضرِ خدمت تھا۔ دیکھا۔ کہ ایک گودڑی تیار کی۔ جس پر دن کو بیٹھتے اور رات کو وہی اوڑھتے۔ بپاؤں تک نہ پہنچ سکتی۔ جہاں پر پاؤں ننگے رہتے۔ وہاں ٹکڑا لا کر ڈالتے۔ اگر اس ٹکڑے کو اوپر کی طرف سرکاتے۔ تو بستر خالی رہتا۔ ایک عصا تھا۔ جو شیخ قطب الدینؒ سے ملا تھا۔ اسے سر کی طرف لا کر رکھتے۔ شیخ صاحب اس پر تکیہ لگاتے۔ اور آرام فرماتے۔ جتنی مرتبہ اس عصا کو چھوتے۔ ہاتھ کو چومتے ✦

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز اسی بیماری میں مجھے اور چند اور یاروں کو فرمایا کہ فلاں خطیرہ میں جا کر میری صحت کے لئے دعا کرو۔ اور رات بھر جاگتے رہو۔ ہم نے ویسا ہی کیا چنانچہ اور چند یار اس خطیرہ میں گئے۔ اس کی چھت پر گئے۔ اور کھانا ہمراہ لیتے گئے۔ رات وہیں رہے ہم نے دعا کی۔ جب دن ہوا۔ تو شیخ صاحب کی خدمت میں آکھڑے ہوئے۔ اور عرض کی کہ رات فرمان کے مطابق ہم بیدار رہے اور دعا کی۔ شیخ صاحب نے تھوڑا تامل کر کے فرمایا۔ کہ اس تمہاری دعا کا میری صحت پر کچھ اثر نہیں پڑا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں جواب دینے میں تو متامل تھا۔ لیکن ایک یار علی بہاری نے جو پیچھے کھڑا تھا کہا۔ کہ ہم ناقص ہیں۔ اور آپ کامل۔ ناقصوں کی دعا کاملوں کی حق میں کب مفید ہو سکتی ہے۔ آپ نے یہ بات نہ سنی۔ میں نے یہ سن کر خدمت میں عرض کی۔ بعد ازاں میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ خواہش کی ہے۔ کہ جو کچھ تو اللہ تعالےٰ سے مانگے پائے ✦

بعد ازاں مجھے اپنا عصا عنایت فرمایا۔ اسی اثناء میں ہی (مؤلف کتاب) نے کہا۔ کہ کیا آپ شیخ صاحب کی رحلت کے وقت موجود تھے۔ آبدیدہ ہو کر فرمایا نہیں مجھے شوال میں دہلی بھیجا۔ اور آپ نے پانچویں محرم کو وفات پائی۔ رحلت کے وقت مجھے یاد کیا۔ اور فرمایا۔ کہ فلاں شخص دہلی میں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی رحلت کے وقت حاضر نہ تھا اس وقت میں ہانسی میں تھا۔ جب یہ حکایت بیان کر چکے۔ تو اس طرح رونے لگے۔ کہ تمام حاضرین پر اس کا اثر ہوا ✦

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب شیخ صاحب پر بیماری غالب آئی۔ تو ماہ رمضان میں افطار کیا کرتے تھے۔ ایک روز خربوزہ لائے۔ اور ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا مجھے عنایت فرمایا۔ مجھے خیال آیا۔ کہ اس کے بعد کے دو مہینے پے در پے اس روزے کے کفارے میں روزے رکھ لوں گا

یہ دولت پھر کب نصیب ہوگی۔ میں کھاتے ہی کو تھا۔ کہ فرمایا۔ ایسا نہ کرنا۔ مجھے تو شریعت کی

ذکر مدت عمر شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز

طرف سے اجازت ہے۔ تجھے نہیں کھانا چاہئے۔ میں نے عمر پوچھی تو فرمایا۔ کہ ترانوے سال۔ اسی روز تقریر فرمائی۔ جس کے سننے سے اس قدر ذوق حاصل ہوا۔ جو بیان نہیں ہو سکتا۔ جب رات ہوئی۔ تو عشاء کی نماز کے بعد خاص مصلے مجھے عنایت فرمایا ؂

دعا قبل نزول بلا باید کرد

ہفتے کے روز دسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ بلا نازل ہونے سے پہلے ہی دعا کرنی چاہئے۔ اس صورت میں جب بلا نازل ہوتی ہے۔ تو راہ میں دعا اور بلا آپس میں ملتی ہیں۔ جو زیادہ قوی ہوتی ہے۔ وہ دوسری کو واپس لوٹاتی ہے۔ اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب تاتاری کافروں کی بلا نازل ہوئی۔ اور کافر نیشاپور پہنچے تو وہاں کے بادشاہ نے کسی کو فرید الدین عطار کی خدمت میں بھیجا۔ کہ دعا کرو جب دیا۔ کہ اب دعا کا وقت کا وقت گزر گیا ہے۔ اب تو رضا کا وقت ہے یعنی بلا خدا کی طرف سے نازل ہو چکی ہے۔ اب راضی رہنا چاہئے ؂

بعد ازاں فرمایا۔ کہ بلا کے نازل ہونے کے بعد بھی دعا کرنی چاہئے۔ اگرچہ بلا تو دفع نہیں ہو جاتی۔ لیکن اس کی سختی کم ہو جاتی ہے ؂

ذکر صبر و رضا

یہاں سے پھر صبر و رضا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ صبر اس بات کا نام ہے کہ جب کوئی خلاف طبع بات بندے کو پہنچے تو اس کی شکایت نہ کرے۔ لیکن اس بات رضا کا نام ہے۔ کہ اس مصیبت سے کسی طرح کی اسے کراہت نہ ہو۔ ایسا معلوم ہو۔ کہ گویا اس پر مصیبت نازل ہی نہیں ہوئی۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ متکلم اس بات کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ کسی پر مصیبت پڑے اور اسے ناگوار نہ گزرے۔ فرمایا اس کے جواب تو بہت ہیں۔ ایک یہ ہے کہ فرض کرو کہ ایک شخص راستہ چل رہا ہے۔ اس کے پاؤں میں ایک کانٹا چبھا۔ جس کے سبب خون بہہ نکلا۔ لیکن وہ اتنی جلدی جا رہا ہے۔ کہ اسے اس کی کچھ خبر نہیں۔ ایک ساعت بعد اسے معلوم ہوتا ہے۔ یہ اکثر ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی جنگ میں مشغول ہو۔ اور اسے کوئی زخم لگے۔ تو اسے خبر بھی نہیں ہوتی۔ جب اپنے مقام پر واپس آتا ہے۔ تو اسے معلوم ہوتا ہے۔ جب معمولی مشغولی سے زخموں

نہیں رہتی۔ تو مشغول حق سے کس طرح مصیبتوں کی خبر ہو سکتی ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک جگہ

در نظر معشوق اثر الم ضرب عاشق ظاہر نمے گردد

قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کو تہمت دے کر گرفتار کر لیا گیا۔ اور ہزار بید لگایا گیا۔ لیکن ذرا بھر آہ و فریاد نہ کی اور نہ ہی اس میں درد کی علامت پائی گئی۔ سزا دینے کے بعد اس سے پوچھا گیا۔ کہ سزا کا اثر تم پر کیوں نہ ہوا۔ کہا جب مجھے سزا دے رہے تھے۔ تو میرا معشوق میری نظروں میں تھا۔ اور وہ مجھے دیکھ رہا تھا اس کی نظر کے سبب مجھے کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جب مجازی معشوق کی نظر کا یہ اثر ہے۔ تو حقیقی کا تو اس سے بدرجہا بہتر ہونا چاہیئے ۔۔

ذکر توکل

پھر توکل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ توکل کے تین مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی کو اپنے دعوے کے لئے وکیل کرے اور وہ وکیل اس شخص کا دوست بھی ہو۔ اور عالم بھی۔ تو وہ موکل بالکل بے کھٹکے ہوگا۔ کہ میں ایسا وکیل رکھتا ہوں۔ جو دعوے کے کاموں میں بھی دانا ہے اور میری دوست بھی ہے۔ اس صورت میں توکل بھی ہوگا۔ اور سوال بھی۔ چنانچہ کبھی کبھی وہ وکیل کو کہے گا۔ کہ اس دعوے کا جواب اس طرح دینا۔ اور یہ کام اس طرح انجام کرنا۔ یہ توکل کا پہلا درجہ ہے۔ کہ توکل بھی ہو۔ اور سوال بھی۔ دوسرا مرتبہ توکل کا یہ ہے۔ کہ ایک شیر خوار بچہ ہو جس کی ماں اسے دودھ پلاتی ہو۔ اسے توکل ہی ہوگا۔ سوال نہ ہوگا۔ بچہ یہ نہیں کہتا کہ مجھے فلاں وقت دودھ دینا۔ صرف روتا ہے۔ لیکن تقاضا نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کہتا ہے کہ مجھے دودھ دے۔ اس کے دل میں شفقت مادری کا پورا بھروسہ ہوتا ہے۔ توکل کا تیسرا درجہ ہے کہ جیسے مردہ نہلانے والے کے ہاتھ۔ کہ وہ مردہ نہ حرکت کرتا ہے نہ سوال۔ جس طرح نہلانے والا چاہے اسے حرکت دے۔ اور دھوئے۔ یہ درجہ بہت بلند اور اعلیٰ ہے۔

مجلس مذکور میں کھانا لایا گیا۔ حاضرین میں سے ایک نے بطور خوش طبعی کہا۔ کہ میں فلاں مقام پر تھا اگرچہ میرا پیٹ بھرا ہوا تھا لیکن جب تتماج (ایک قسم کی آش) لائے۔ تو مجھ سے رہا نہ گیا کھا ہی لیا۔ اور چند خوش طبعی کی باتیں کہیں۔ خواجہ صاحب نے اس موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ میں ایک مرتبہ شیخ جمال الدین خطیب ہانسوی کے پاس گیا۔ اشراق کا وقت اور سردی کا موسم تھا۔ شیخ نے میری طرف دیکھ کر یہ شعر پڑھا ؎

بامدعی گاؤ اندریں روز خنک نیکو باشد ہریسہ دنان تنک

میں نے کہا غائب کا ذکر کرنا غیبت ہے۔ تو شیخ جمال الدین نے کہا میں انہیں لے آیا ہوں۔ تبھی تو کہتا ہوں پس جو کچھ کہا تھا۔ اسی وقت لا موجود کیا۔ اور طعام حاضر تھا۔ اور دستر خوان بچھا ہوا تھا۔ اس کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص محمد نام شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا جب کھانا لایا گیا۔ تو دستر خوان وغیرہ موجود نہ تھا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ زمین پر روٹیاں رکھ دو۔ حاضرین کے دل میں خیال آیا۔ کہ اگر دستر خوان ہوتا۔ تو بہتر ہوتا۔ شیخ صاحب نے فرمایا و بسجہ انگلیوں سے زمین پر ایک گول لکیر کھینچی۔ اور فرمایا کہ محمد اسی کو دستر خوان سمجھو۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ حال کے شروع کی بات ہے ۔

جمعہ کے روز تیئسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس ہفتہ میں کاتب بہ سبب دیری تنخواہ دل تنگ تھا جب حاضر خدمت ہوا۔ تو فرمایا کہ اس سے پہلے ایک مرد نہایت بزرگ

ذکر عیدی یافتن از غیب و ذکر برہمن مستاصل از وطن

سے میری چند مرتبہ ملاقات ہوئی۔ اس نے بہت سی باتیں کیں۔ فرط شکوہ کے سبب اس کا نام اور لقب نہ پوچھا گیا۔ جب کبھی مجھ سے ملتا۔ کوئی نہ کوئی حکایت بیان کرتا جب پہلی مرتبہ مجھ سے ملا۔ تو کہا۔ کہ انشاء اللہ تعالےٰ تو ولیا ہی ہو گا۔ جیسا لوگوں کا اعتقاد تیری نسبت ہے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس بات کی بڑی تعریف کی فرمایا۔ کہ دوسری مرتبہ جب اس ملاقات ہوئی۔ تو کہا۔ کہ بخارا میں ایک شخص شیخ دندول نام نہایت بزرگ تھا۔ عید کے روز جب خلقت واپس آئی۔ تو اس شخص نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا آج عید ہے۔ ہر ایک غلام اپنے آقا سے عیدی لیتا ہے۔ مجھے بھی عیدی دے۔ جب یہ بات کہی۔ تو آسمان سے ریشمی کپڑے کا ٹکڑا گرا جس پر لکھا تھا۔ کہ ہم نے تیری جان کو دوزخ کی آگ سے نجات دی۔ جب خلقت نے یہ دیکھا۔ تو اس کے ہاتھ پاؤں چومنے شروع کئے۔ اور بڑی عزت اور آؤ بھگت کرنی شروع کی اسی اثناء میں اس شیخ کا ایک دوست آیا۔ اس نے کہا۔ کہ تو نے تو اللہ تعالےٰ سے عیدی لی ہے۔ تو مجھے دے۔ شیخ نے جب یہ بات سنی۔ تو وہ ریشمی ٹکڑا اسے دے دیا۔ اور کہا جاؤ۔ یہ تمہاری عیدی ہے قیامت کو میں اور دوزخ آپس میں نپٹ لیں گے ۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ پھر ایک مرتبہ اس سے میری ملاقات ہوئی۔ تو کہا کہ مجھ سے یہ یہ حکایت سن۔ کہ ایک شہر میں کوئی مالدار برہمن رہتا تھا۔ شاید اس پر شہر کے حاکم نے جرمانہ کیا۔ اس کا سارا مال

اور اسباب لے لیا۔ بعدازاں ایک روز وہی برہمن مفلس اور مضطرب کسی راستے پر چل رہا تھا۔ سامنے سے اسے دوست ملا۔ پوچھا کیا حال ہے! برہمن نے کہا۔ اچھا اور بہت عمدہ ہے۔ اس نے کہا ساری چیزیں تو تجھ سے چھن گئیں۔ اب کیا خاک ہوگا۔ کہا۔ میرا جینو تو میرے پاس ہے۔ یہ حکایت بیان کر کے خواجہ صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ کہ اس تقریر سے کیا معلوم ہوتا ہے۔ عرض کی! الحمدللہ میں نے معلوم کیا۔ کہ یہ میری تسکین خاطر کے لئے حکایت بیان فرمائی ہے۔ یعنی مال و اسباب دنیوی ہونے یا نہ ہونے کی خوشی یا غم نہیں کرنا چاہیے۔ اگر سارا جہان بھی جاتا رہے۔ تو کچھ ڈر نہیں۔ ذات حق کی محبت دل میں ہونی چاہئے۔ الحمدللہ کہ بندے نے بھی اس تقریر سے وہی معلوم کیا۔ جو خواجہ صاحب کا مدعا تھا ؛

خواب کا بیان

جمعہ کے روز چودھویں جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے جمعرات کو خواب دیکھا۔ عرض کی۔ وہ خواب یہ تھا۔ کہ گویا امیر عالم والوالجی علیہ الرحمۃ والغفران کاتب کو کچھ مٹھائی عنایت کر رہے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ کبھی اس سے تیری رشتہ داری تھی۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا تو تجھے غیب سے کچھ ملے گا۔ دوسرے ہفتے غیب سے کچھ مجھے ملا جس کا وہم و گمان تک نہ تھا۔ یعنی ہفتے کے روز ماہ مذکور کو خواب دیکھنے کے گیارھویں دن بعد غیب سے مجھے کچھ ملا۔ الغرض اس روز امیر عالم والجی علیہ الرحمۃ والغفران کی بزرگی کے بارے میں بہت کچھ آپ نے فرمایا۔ اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ایک بزرگ صاحب نعمت تھے۔ جس نے خواجہ اجل شیرازی سے نعمت حاصل کی تھی۔ ایک مرتبہ اس بزرگ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا۔ اے مسلمانو! تمہیں واضح رہے کہ میں نے خواجہ اجل شیرازی علیہ الرحمۃ سے نعمت حاصل کی ہے۔ آج رات میں نے وہ نعمت اپنے لڑکے کو عنایت کرنی چاہی۔ تو حکم ہوا۔ کہ یہ نعمت امیر عالم والوالجی کو دو۔ بعدازاں امیر عالم کو منبر پر بلایا۔ اور اپنے دہن مبارک کا پانی اس کے منہ میں ڈالا ؛

در فضیلت ماہ رجب

اتوار کے روز نویں جمادی الاول سنہ ۷۱۱ ہجری کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ماہ رجب کی فضیلت کی بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ اس مہینے میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور یہ کہ اس مہینے میں چار راتیں بہت ہی بزرگ ہیں۔ یعنی پہلی رات۔ پہلی جمعرات۔ پندرھویں رات اور ستائیسویں جو معراج کی رات ہے ؛

نماز نفل بجائے فرض قضا شدہ محسوب میشود

بعد ازاں نفلی نمازوں کے بارے میں فرمایا کہ جو شخص قضا شدہ فریضہ نمازوں کے عوض نفل ادا کرے۔ تو وہ محسوب ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ قضا شدہ نماز کو پانچ مرتبہ ادا کرتے ⁂

ذکر استقرار اور توبہ

اتوار کے روز تیرھویں ماہ رجب سن مذکور کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ استقرار توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ سالک جب پیر کی بیعت میں منتقیم ہو تو جو کچھ اس سے پہلے کر گزرا ہو۔ اس کے لئے اس سے مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ اسی اثنا میں ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ قصبہ لوہر میں معراج الدین نام ایک شخص رہتا تھا جب میں وہاں جا کر اس کے مکان پر ٹھہرا۔ وہ اور اس کے ہم قوم شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید تھے۔ اس روز وہاں کے بعض باشندے سراج الدین اور اس کے ہم قوم لوگوں سے لڑائی کرنے لگے۔ اور لڑائی میں نامناسب باتیں کہیں۔ جن سے تہمت پائی جاتی تھی۔ اس کی عورت نے جواب دیا۔ کہ جو کچھ تم کہتے ہو۔ میرے بارے میں سوچو۔ کہ بیعت سے پہلے تھے۔ یا بعد میں بھی جب یہ بات کہی۔ تو فرمایا۔ اس عورت نے کیا اچھی بات کہی ⁂

ذکر کشائش رزق

منگل کے روز انتیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک نے آکر اپنے احوال کے انتظام کے لئے مدد طلب کی۔ فرمایا تنگی معاش دور کرنے کے لئے ہر رات سورۃ جمعہ پڑھا کرو۔ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے۔ ہر جمعرات کو پڑھنی چاہیئے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ہر رات پڑھنی چاہیئے۔ لیکن میں نے اپنے لئے کبھی نہیں پڑھی۔ کسی اور کے لئے پڑھتا ہوں ⁂

ذکر صوفیاں لباس

اسی اثنا میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ میرا گزر چند ایسے اشخاص پر ہوا۔ جو صوفیوں کے لباس میں تھے۔ ان میں ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا۔ تیرا روزگار اچھا ہو جائے گا۔ اور تیرے لئے اسباب مہیا ہوں گے۔ اور تیری روزی فراخ ہو جائے گی۔ میں نے چاہا کہ کہوں۔ کہ خواجہ صاحب جس لباس میں آپ ہیں۔ اس لباس والے ایسی تعبیر نہیں کیا کرتے۔ پھر خیال آیا کہ میری کیا ہستی ہے۔ جو جواب کہوں۔ بغیر کچھ کہے میں پاس سے گزر گیا۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کی۔ تو جو

شخص مدد طلب کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس نے عرض کی۔ اے مخدوم لوگوں کے لئے فراخ روزی اور اسباب کا مہیا ہونا ضروری ہے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ یہ حکایت میں نے اپنے حال کی بابت بیان کی ہے۔ نہ کہ تیرے حال کی بابت ۔

تجدید بیعت جمعرات کے روز چھٹی ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس روز میں نے مع چند اور یاروں کے از سر نو بیعت کی۔ اس حال کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکے کا ارادہ کیا تو فتح سے پہلے امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بطور قاصد اہل مکہ کے پاس بھیجا۔ اسی اثنا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ کہ حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر صحابہؓ کو بلایا۔ کہ آؤ پھر بیعت کرو۔ تاکہ ہم اہل مکہ سے لڑائی کریں۔ یاروں نے بیعت کی۔ اس وقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے تنے پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ اسی اثناء میں ایک صحابی الاکوع نام آیا۔ اور بیعت کی۔ آنحضرت نے پوچھا کہ تو نے اس سے تو پہلے بیعت نہیں کی۔ عرض کی کی ہے۔ اس وقت از سر نو پھر بیعت کرتا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے اسے بیعت فرمایا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ تجدید بیعت وہیں سے شروع ہوئی ۔

ذکر بیعت با جامہ شیخ بعد ازاں فرمایا کہ اگر کوئی مرید از سر نو بیعت کرنا چاہے۔ اور شیخ موجود نہ ہو۔ تو شیخ کا جامہ سامنے رکھے۔ اور اس کپڑے سے بیعت کرے۔ اسی اثنا میں فرمایا کہ تعجب نہیں کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز نے بھی بارہا ایسا کیا ہو۔ اور میں نے تو بارہا ایسا کیا ہے ۔

ذکر حسن اعتقاد پھر اعتقاد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا۔ کہ میں نے شیخ رفیع الدین کی زبانی سنا ہے۔ جو شیخ الاسلام اودھ تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس سے قرابت تھی۔ کیونکہ وہ خواجہ اجل شیرازی کا مرید تھا۔ ایک دفعہ اس مرید کو کوئی تہمت لگا کر گرفتار کیا گیا۔ اور قتل کرنے لگے قاتل نے اسے قبلہ رخ کھڑا کیا۔ جس کے سبب اس کی پیٹھ اپنے پیر کی قبر کی طرف ہوتی تھی۔ فوراً اس نے رخ پھیر لیا۔ اور اپنے پیر کی قبر کی طرف رخ کیا۔ قاتل نے کہا اس موقعہ پر تو رو بقبلہ ہونا چاہیے تو کیوں رخ پھیرتا ہے۔ اس نے کہا میں نے اپنے قبلہ کی طرف رخ کیا۔ تو اپنا کام کر۔ اس حکایت کو لے کر ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ میں سفر پر تھا۔ ایک روز ایک منزل میں سخت تکلیف پائی

اگرچہ میں سوار تھا۔ لیکن پیاس نے بڑی تکلیف دی۔ پانی کے کنارے پہنچ کر گھوڑے سے اتر کر پانی پینا چاہا۔ میرے دل کو سخت پیاس لگی اور صفرا کا زور ہوا۔ اس حالت میں میں بیہوش ہو گیا۔ تو زبان سے شیخ شیخ کی آواز نکلی۔ ایک گھڑی بعد میں نے ہوش سنبھالی۔ الغرض اس کے بعد مجھے اپنے کام کے انجام پر وثوق ہو گیا۔ کہ امید ہے۔ کہ انشاء اللہ تعالےٰ ان کی یاد پر میرا خاتمہ ہو گا۔

اتوار کے روز تیئیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ قبروں کی زیارت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ جب میری والدہ صاحبہ کو بیماری لاحق ہوئی۔ تو کئی بار مجھے فرمایا کہ فلاں شہید کی زیارت کے لئے جاؤ۔ اور فلاں بزرگ کے مزار پر جاؤ۔ میں فرمان کے مطابق جاتا۔ جب آتا تو فرماتیں کہ بیماری میں تخفیف ہے۔ اور تکلیف کم ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز بیمار تھے۔ تو مجھے ایک مرتبہ وہاں کے شہیدوں کی زیارت کے لئے بھیجا۔ جب میں واپس آیا۔ تو فرمایا۔ کہ تیری دعا نے کچھ اثر نہیں کیا۔ مجھے کوئی جواب بن نہ آیا۔ ایک یار علی بہاری نام نے جو پیچھے کھڑا تھا۔ کہا۔ کہ ہم ناقص ہیں۔ اور شیخ کی ذات مبارک کامل۔ ناقصوں کی دعا کاملوں کے حق میں کس طرح اثر کر سکتی ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بات شیخ صاحب نے نہ سنی۔ پھر میں نے یہی بات عرض کی۔ تو فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ خواہش کی ہے۔ کہ اس کی جو مراد ہو پوری کرے۔ پھر مجھے عصا عنایت کر کے فرمایا۔ کہ تم بدر الدین اسحاق علیہ الرحمۃ معاً۔ اور اسی مقبرہ میں جا کر مشغول رہو۔ ہم دونوں گئے۔ اور رات بھر یاد الٰہی میں مشغول رہے جب واپس حاضر خدمت ہوئے۔ تو فرمایا۔ کہ اب کچھ اثر ہوا ہے۔

ختم سورۃ فاتحہ

اسی اثناء میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ تم اور باقی کے تمام یار مل کر ایک لاکھ مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھو اور یاروں کو اس بات کی اطلاع کرو۔ میں نے اطلاع کی۔ ہر ایک نے کچھ مقدار منظور کی۔ ایک نے پانچ ہزار مرتبہ دوسرے نے چار ہزار کسی نے کم کسی نے زیادہ بار پڑھنا منظور کیا۔ میں نے دس ہزار مرتبہ پڑھنا منظور کیا۔ تقریباً ایک ہفتے کے اندر ختم کر لیا۔

بعد ازاں میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ یہ سب کچھ حالت مرض میں ہوا۔ فرمایا۔ نہیں اس سے پہلے کا ذکر ہے۔ معلوم نہیں کوئی اور غرض ہو گی۔

کرسکتہ امام ناصری

ہفتے کے روز ساتویں ماہ ذی قعدہ سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا

امام ناصری کی تفسیر پاس پڑی تھی۔ وہاں سے صاحب تفسیر کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ امام کو ایک دفعہ کوئی بیماری لاحق ہوئی اور اس بیماری میں سکتہ لاحق ہوا۔ تو احمقوں نے خیال کیا کہ وہ مر گیا ہے۔ چنانچہ دفن بھی کر آئے۔ جب رات ہوئی اور ہوش آیا تو معلوم کیا۔ کہ مجھے تو قبر میں ڈال گئے ہیں۔ اسی حیرانگی اور اضطراب کی حالت میں اسے یاد آیا کہ جو شخص اضطراب کی حالت میں چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس تنگی سے اسے فرصت عنایت کرتا ہے۔ اور کوئی راہ نکل آتی ہے۔ سو سورہ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ جب انتالیس مرتبہ پڑھ چکا تو کشادگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور وہ اس طرح کہ ایک کفن چور نے کفن کی طمع سے قبر کھودی۔ امام کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ کفن چور ہے۔ سورہ یٰسین آہستہ پڑھنی شروع کی۔ تاکہ مراد کے مطابق قبر کھودے۔ مختصر یہ کہ جب چالیس مرتبہ سورہ یٰسین ختم کی۔ تو امام ناصر آہستہ سے قبر سے باہر نکلے۔ جب کفن چور نے دیکھا تو مارے خوف کے وہیں ہلاک ہوا۔ امام کو اس کی موت کا بڑا افسوس ہوا۔ کہ مجھے چپ رہنا چاہئے تھا۔ تاکہ وہ کفن لے جاتا۔ جب باہر نکلے تو سوچا کہ اگر لوگ مجھے یکبارگی دیکھیں گے تو خوف زدہ ہو جائیں گے۔ پس شہر میں آکر آہستہ آہستہ یہ کہنا شروع کیا۔ کہ میں سکتہ کی بیماری میں مبتلا تھا۔ مجھے غلطی سے قبر میں ڈال آئے تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس واقعہ کے بعد تفسیر لکھی تھی ۔

پھر ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو ہمیشہ دین میں مستغرق رہتے ہیں۔ اور کھانے پینے کی سدھ بدھ نہیں ہوتی۔ جو کچھ کرتے ہیں اسی کے لئے کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک بزرگ شیخ دریا کے کنارے رہا کرتا تھا۔ اس کی ایک عورت تھی۔ ایک روز عورت کو کہا کہ کھانا لے کر دریا کے پار جا کر جو فقیر بیٹھا ہے۔ اسے دے آ۔ عورت نے کہا، پانی گہرا ہے عبور کس طرح کروں گی۔ شیخ نے کہا، دریا کے کنارے جا کر کہنا۔ کہ میرے شوہر کی حرمت سے جس نے کبھی مجھ سے صحبت نہیں کی مجھے راہ دے۔ عورت حیران رہ گئی۔ اور اپنے دل میں کہا۔ کہ اس سے میرے ہاں اتنے بال بچے پیدا ہوئے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے صحبت ہی نہیں کی۔ آخر شوہر کے فرمان کے مطابق دریا کے کنارے پہنچی اور وہی کہا۔ تو دریا نے راستہ دیا۔ اور پار ہو گئی۔ وہاں پہنچ کر درویش کے سامنے کھانا رکھا۔ اس نے کھا لیا۔ تو عورت نے سوچا کہ آتی مرتبہ تو اس طرح آئی۔ اب جاؤں کس طرح؟ درویش نے پوچھا کہ کس طرح آئی تھی؟ عورت نے ساری بات کہہ سنائی۔ درویش نے کہا۔ اچھا اب جا کر یہ کہنا کہ اے

دریا اس شیخ کی حرمت سے جس نے تیس سال سے کسی قسم کا کھانا نہیں کھایا۔ مجھے رستہ دے۔ عورت حیران رہ گئی کہ میرے سامنے ابھی اس نے کھایا ہے۔ اور ابھی اس طرح کہتا ہے۔ خیر اس نے جاکر دریا کے کنارے ایسا ہی کہا۔ رستہ مل گیا اور اپنے شوہر کے پاس پہنچی۔ تو کہا کہ مجھے ان دونوں باتوں کا بھید بتلاؤ کہ تو نے کئی سال مجھ سے صحبت کی۔ اور اس درویش نے بھی میرے سامنے کھانا کھایا۔ یہ دونوں جھوٹ کہہ کر دریا سے رستہ لیا۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ شیخ نے کہا۔ تجھے واضح رہے کہ میں نے ہوائے نفسانی سے کبھی تجھ سے صحبت نہیں کی۔ اسی طرح اس درویش نے بھی کبھی نفسانی طمع سے کھانا نہیں کھایا۔ بلکہ محض عبادت اور طاعت کی خاطر۔ اس لحاظ سے اس نے کبھی کھانا نہیں کھایا۔ ان دونوں باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ مردان خدا کرتے ہیں۔ وہ خدا کے لئے کرتے ہیں۔ ان کی نیت سب حق کی خاطر ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہٗ العزیز کی بابت فرمایا۔ کہ آپ کے فرزند توام (جوڑے) تھے۔ ایک تو چھوٹی عمر میں فوت ہو گیا۔ اور دوسرا بڑا ہوا۔ جو بڑا ہوا اس کے احوال کو شیخ صاحب کے احوال سے کچھ مناسبت نہ تھی۔ اور نہ آپس میں شکل وصورت میں ملتے جلتے تھے پھر فرمایا کہ شیخ قطب الدین کے فرزند شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہما تھے۔ القصہ فرمایا کہ جب شیخ صاحب کا چھوٹا لڑکا فوت ہوا۔ اور اسے دفن کر کے واپس آئے۔ تو آپ کے حرم فرزند کی وفات پر جزع و فزع کر رہے تھے۔ جو شیخ قطب الدین قدس سرہٗ العزیز نے سنا۔ تو ہاتھ پر ہاتھ مار کر افسوس کرنا شروع کیا۔ شیخ بدر الدین غزنوی علیہ الرحمہ نے جو حاضر خدمت تھے۔ پوچھا کہ یہ افسوس کیسا۔ فرمایا کہ اب مجھے افسوس آتا ہے۔ کہ میں نے کیوں اللہ تعالےٰ سے التجا نہ کی کہ میرا فرزند بڑی عمر کا ہوتا۔ اگر میں خواہش کرتا۔ تو ضرور منظور ہو جاتی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ دیکھو ان کا استغراق کس درجے کا ہے۔ کہ اپنے فرزند کے مرنے جینے تک کی خبر نہیں کی ؎

ذکر طریق ذکر دعا کردن پھر دعا کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا۔ کہ دعا کے وقت کئے ہوئے گناہوں کا خیال دل میں نہیں لانا چاہیئے اور نہ ہی کی ہوئی طاعت اور عبادت کا۔ اگر ایسا کرے اور دعا قبول نہ ہو تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ اگر گناہ کا خیال دل میں لائے تو دعا کے ایقان میں سستی پیدا ہوتی ہے۔ پس دعا کے وقت اللہ تعالےٰ کی رحمت پر نظر رکھنی چاہیئے۔ اور یقین رکھنا چاہیئے کہ یہ دعا ضرور قبول ہو جائے گی۔ نیز فرمایا کہ دونوں ہاتھ دعا کے وقت کھلے رکھنے چاہئیں۔ اور سینے کے

برابر۔ یہ بھی آیا ہے کہ دونوں ہاتھ ملا کر رکھنے چاہئیں اور سبت اور پر ایسی شکل اختیار کرنی چاہئے۔ کہ ابھی کوئی چیز ملے گی۔ اس موقع کے مناسب فرمایا۔ کہ دعا دل کی تسلی کے لئے ہوتی ہے۔ بہتر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کیا کرنا چاہئے۔

ذکر عقیدہ مریداں پھر مریدوں کے عقیدے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ اس سے پہلے میرا ہمسایہ محمد نام تھا۔ جو ہر سال تارے کی بیماری میں مبتلا ہوتا۔ اور اس بیماری میں سخت تکلیف اٹھاتا۔ جب میں شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ تو اس نے کہا کہ شیخ صاحب سے میرے لئے تعویذ لانا۔ جب میں شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس مرد کا حال بیان کیا۔ اور تعویذ مانگا۔ فرمایا کہ تو ہی لکھ لے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے تعویذ لکھا اور شیخ صاحب کے ہاتھ دیا۔ آپ نے دیکھ کر پھر مجھے واپس کر دیا۔ اور فرمایا اسے دے دینا۔ جب میں شہر پہنچا تو اسے تعویذ دیا۔ پھر کبھی اس بیماری میں مبتلا نہ ہوا۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ آپ نے تعویذ میں کیا لکھا تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ "اللہ الشافی اللہ الکافی اللہ المعافی" اور کچھ اور بھی جو اس وقت مجھے یاد نہیں۔

نیز حسن اعتقاد کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایک روز میں شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ آپ کی ریش مبارک سے ایک بال آپ کی گود میں گرا۔ میں نے عرض کی کہ کچھ التماس کیا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اجازت عنایت فرمائیں۔ پوچھا۔ کیا ہے۔ میں نے عرض کی جناب کی ریش مبارک سے ایک بال گود میں آگرا ہے۔ اگر حکم ہو۔ تو اسے بجائے تعویذ لگا رکھوں گا۔ فرمایا بہتر۔ وہ بال بڑی تعظیم و تکریم سے لے کر کپڑے میں لپیٹا۔ اور اپنے ساتھ لے کر شہر میں آیا۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ اس ایک بال کی بہت بڑی تاثیریں دیکھیں۔ جب کوئی بیمار تعویذ کے لئے میرے پاس آتا۔ میں وہی بال اسے دیتا۔ جو چند روز رکھنے سے اسے صحت ہو جاتی۔ میرا ایک دوست تاج الدین مینائی تھا۔ اس کا چھوٹا لڑکا بیمار ہو گیا۔ تو ہم سے آکر تعویذ مانگا۔ بہتیرا میں نے اس بال کو ڈھونڈا نہ ملا۔ نامراد واپس چلا گیا۔ اسی بیماری میں اس کا لڑکا مر گیا۔ جب کچھ دنوں بعد ایک اور شخص تعویذ کے لئے آیا۔ تو جہاں پہلے رکھا تھا۔ وہیں پڑا پایا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ چونکہ اس لڑکے کی عمر پوری ہو چکی تھی۔ اس واسطے تعویذ غائب ہو گیا۔

نظم و نثر کے بارے میں | اتوار کے روز سولہویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا اس وقت نظم و نثر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جو اچھی بات سنی جائے اس سے ظاہر حظ ہے۔ اور مطلب نثر میں ادا کیا جائے۔ اگر نظم میں کیا جائے تو پہلے کی نسبت اس کا حظ بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح جو عمدہ بات عمدہ آواز میں سنی جائے۔ تو اس کا حظ بھی اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ اسی اثناء میں میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ مجھے کسی چیز میں ایسی رقت طاری نہیں ہوتی۔ جیسی سماع میں۔ فرمایا اصحاب طریقت اور عشاقوں کا یہی ذوق ہے۔ کہ آگ لگاتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو لقا بھی نہ ہوتی۔ اور لقا میں ذوق ہی کیا ہوتا ✤

اسی اثناء میں آبدیدہ ہو کر آہ بھر کر فرمایا۔ کہ مجھے ایک مرتبہ خواب میں کچھ دکھلایا گیا۔ تو میں نے یہ مصرع پڑھا۔ مصرع ۔ اے دوست بدست انتظارم کشتی ۔

اور پھر خواب میں یہ مصرع پڑھا۔ مصرع ۔ اے دوست بزخم انتظارم کشتی ۔

جب میں جاگا۔ تو مجھے یاد آیا کہ یہ مصرع اس طرح ہے۔ مصرع ۔ اے دوست بہ تیغ انتظارم کشتی ۔

بیان صدق ارادت | منگل کے روز تیرھویں ماہ ذالحج کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ صدق ارادت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک مرید لشکر میں ملازم تھا۔ جسے محمد شاہ کہتے تھے۔ وہ جو ارادہ کرتا۔ خواب میں شیخ صاحب کو دیکھتا اور جس حالت میں دیکھتا ویسی ہی اس خواب کی تعبیر کرتا۔ ایک دفعہ اس نے ہندوستان آنے کا ارادہ کیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ شیخ صاحب اجودھن جا رہے ہیں جب جاگا تو دل میں کہا کہ مجھے بھی اسی طرف جانا چاہئے۔ نہ شیخ سے کوئی بات سنی نہ اشارہ دیکھا صرف اسقدر دیکھا کہ اجودھن جا رہے ہیں۔ اس نے ہندوستان کا ارادہ فسخ کر کے اجودھن جانے کا ارادہ کیا۔ الغرض اس سفر میں اسے آرام و آسائش بہت حاصل ہوئی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا یہ کہ یہ محمد شاہ خوب کار ہنے والا تھا۔ جو آخری عمر میں کعبہ کی زیارت کو گیا۔ اور پھر اس کی خبر نہ سنی ✤

ایک شخص کا مرید ہونا | ہفتے کے روز پندرھویں ماہ محرم سنہ ۷۱۱ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک شخص نہایت بزرگ تھا۔ ایک شخص آکر اس کا مرید ہوا اور خرقہ پایا۔ جیسا کہ اس کام کی رسم ہے۔ کچھ مدت بعد شیخ کو معلوم ہوا کہ مرید نے برے کام اختیار کئے ہیں۔ تو شیخ اس کے گھر گیا۔ اور کہا کہ میرے گھر آ کر رہ۔ تو مجھے کیوں مشہور کرتا ہے۔ آ میں تیری پردہ پوشی کروں گا۔ مرید نے یہ سن کر شیخ کے قدموں پر سر رکھا۔ اور پھر بیعت اور توبہ کی۔ والحمد للہ رب العالمین ✤

جب یہ حکایت ختم ہو چکی۔ تو میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ پیر مرید کے

احوال کو زیادہ نزد دیکھے۔ اگر مریدوں کے احوال کو نہ دیکھے گا۔ تو ان کے اعمال کیونکر دیکھ سکے گا۔ لیکن اگر مریدوں کے اعتقاد کی طرف نگاہ کرے۔ اور انہیں درست و اعتقاد پائے۔ تو مرید کو کچھ امید ہو سکتی ہے۔ فرمایا بیشک۔ اس بارے میں اصل اصول اعتقاد ہے۔ جس طرح ظاہر میں ایمان ہے۔ اس طرح باطن میں یقین ہے۔ مرید کو چاہئیے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت پر اس کا ایمان درست ہو۔ اسی طرح مرید کو بھی چاہئیے۔ کہ پیر کے حق میں اعتقاد درست رکھے۔ جس طرح درستی ایمان کے سبب مومن گناہ سے کافر نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح مرید درستی اعتقاد کے سبب لغزش سے ناامید نہیں ہو جاتا۔ اگر اس کا اعتقاد درست ہے۔ تو پھر اصلاح کی امید ہو سکتی ہے ۔

ذکر تلاوت قرآن پھر تلاوت قرآن اور اس کے حفظ کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی۔ اگر یاد نہ ہو سکے تو دیکھ کر پڑھنا کیسا ہے؟ بہت اچھا ہے۔ دیکھ کر پڑھنے میں بھی خط آتا ہے۔ لبعد ازاں فرمایا کہ شیخ صاحب جس کو قرآن شریف حفظ کرنے کے لئے فرماتے۔ پہلے

برائے حفظ قرآن اول سورہ یوسفؑ سورۂ یوسف یاد کرنے کا حکم دیتے۔ جو شخص سورۂ یوسف یاد کر لیتا ہے۔ اس کی برکت سے اسے سارا قرآن مجید یاد ہو جاتا ہے۔ اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن شریف حفظ کرنے کی نیت کرے۔ اور حفظ کئے بغیر فوت ہو جائے۔ تو جب اسے قبر میں رکھتے ہیں۔ فرشتہ آکر ایک بہشتی ترنج اسے دیتا ہے۔ جس کے کھانے سے سارا قرآن شریف حفظ ہو جاتا ہے۔ اور قیامت کے دن وہ حافظ قرآن ہو کر اٹھے گا ۔

ذکر دانشمندان درویش صفت پھر ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو درویش صفت ہوتے ہیں۔ اور ان میں نیک مردوں کے سے اخلاق پائے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے اس صفت کے آدمی مولانا شہاب الدین میرٹھی۔ مولانا احمد اور مولانا کیتھلی دیکھے ہیں۔ مولانا احمد کی بابت فرمایا کہ وہ مرد خدا حافظ قرآن تھا۔ ایک دفعہ میں نے شیخ کبیر کی زیارت کا ارادہ کیا آپ کی وفات کے بعد حدود سرستی میں مولانا احمد سے میری ملاقات ہوئی۔ مجھے کہا کہ جب روضہ شیخ پر پہنچو۔ تو میرا اسلام پہنچا دینا۔ اور کہنا کہ مجھے دنیا کی طلب نہیں۔ اس کے طالب اور بہت ہیں۔ اور نہ ہی آخرت طلب

کرتا ہوں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بحالت مسلمانی فوت کرے اور نیک لوگوں سے ملائے +

پھر مولانا کیتھلی کے بارے میں فرمایا کہ وہ بہت ہی بابرکت بزرگ تھا۔ اگرچہ کسی سے اسے علاقہ نہ تھا۔ لیکن مردانِ خدا کا دیدار اس نے بہت کیا تھا۔ پہلی مرتبہ جب میں نے اسے دیکھا۔ تو اس کی تقریر سے معلوم ہوا کہ وہ مردِ اصل ہے۔ کوئی بات میرے دل میں تھی۔ وہ میں نے اس سے پوچھی جواب دیا وہ اس طرح ہے۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اگر وہ مشکل بات سو مجتہد عالموں سے بھی پوچھی جاتی۔ تو بھی وہ حل نہ ہوتی۔ نیز اس کے اخلاق کی بابت فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے پاس آیا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں میرے خدمت گار بشیر نے جو ابھی لڑکا ہی تھا۔ کچھ بے ادبی کی میں نے اسے چھڑی ماری تو مولانا کیتھلی کو ایسا درد ہوا کہ گویا وہ لکڑی انہیں ماری گئی ہے۔ رونے لگے اور فرمایا۔ کہ یہ میری شامت کی وجہ ہے کہ اسے تکلیف پہنچی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت اس کی شفقت دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہوئی +

اس کی بزرگی کی بابت ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ اس کی زبانی میں نے سنا۔ کہ ایک سال دہلی میں قحط پڑا جن دنوں کہ ملک قطب الدین حسن کا واقعہ گزرا ہے۔ میں کرپاسی بازار میں کھانا خریدنے کے لئے گیا۔ جب خریدا تو خیال کیا کہ اسے اکیلے نہیں کھانا چاہئے۔ کسی کو اپنا ہم لقمہ بنانا چاہئے۔ ایک گدڑی پوش فقیر کو دیکھا۔ جو میرے پاس سے گزرا۔ میں نے اسے کہا صاحب آپ بھی درویش ہیں۔ اور میں بھی درویش ہوں۔ میں غریب الوطن ہوں۔ اور آپ بھی مسافر معلوم ہوتے ہیں آؤ کچھ کھانا ہے مل کر کھائیں۔ وہ درویش مان گیا ہم نانبائی کی دکان پر گئے۔ اور کھانا کھایا۔ اس اثناء میں میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہ میرے پاس بیس تھیلیاں پیسوں کی ہیں۔ میں انہیں ذخیرہ رکھنا چاہتا ہوں۔ درویش نے کہا۔ فراخ دلی سے کھانا کھاؤ میں تجھے بیس تھیلیاں دوں گا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ پھٹے پرانے کپڑوں والا مجھے کس طرح اتنے دام دے گا۔ الغرض کھانے سے فارغ ہو کر مجھے نماز گاہ کی طرف لے گیا۔ نماز گاہ کے پیچھے ایک قبر تھی اس پر کھڑے ہو کر کچھ پڑھا۔ اور چھڑی جو ہاتھ میں تھی۔ آہستہ سے دو تین مرتبہ اس پر لگائی۔ اور کہا۔ کہ اس درویش کو بیس تھیلیاں داموں کی دینی ہیں۔ اسے دے۔ یہ کہہ کر آسمان کی طرف منہ کیا۔ اور کہا جاؤ مولانا آپ کو مل جائیں گی۔ یہ سن کر میں ہاتھ کو بوسہ دے کر واپس چلا آیا۔ میں ابھی حیرت میں تھا کہ مجھے کہاں سے

میں گی۔ میرے پاس ایک خط تھا جو کسی کے گھر پہنچانا تھا۔ میں اسی روز وہ خط پہنچانے گیا۔ جب میں دروازۂ کمال کے پاس پہنچا۔ تو ایک ترک کو اپنے گھر کے چھجے پر بیٹھے دیکھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر آواز دی۔ اور غلاموں کو میرے پیچھے دوڑایا۔ آخر مجھے اوپر لے گئے۔ وہ ترک بڑی خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آیا۔ میں نے بہتیری کوشش کی۔ لیکن اسے پہچان نہ سکا۔ ترک بھی کہنے لگا تو وہ عالم نہیں جس نے فلاں مقام پر میرے ساتھ یہ نیکی کی تھی۔ میں نے کہا میں نے تو کوئی نہیں کی۔ اس نے کہا میں تجھے پہچانتا ہوں۔ تو کیوں اپنے تئیں چھپاتا ہے۔ الغرض بیس تھیلیاں داموں کی لاکر بڑی معذرت سے میرے ہاتھ میں دیں

خواجہ صاحب نے اس مولانا کیتھلی کی زندگی کے بارے میں فرمایا کہ تنہا کھانا نہ کھانے کی جو عادت ان میں تھی۔ وہی اس کے رستے کو نیک بتاتی تھی۔ دوسرے اخلاق کا کیا حال ہوگا ٭

پھر فرمایا کہ میں سفر کرتے کرتے سرستی کی حدود میں پہنچا۔ تو میں نے سنا۔ کہ کل اس راہ میں ڈاکہ پڑا۔ اور بہت سے مسلمان ہندوؤں کے ہاتھ سے مقتول ہوئے۔ ایک ان میں عالم تھا۔ جسے کیتھلی کہتے تھے۔ وہ قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ اسی حالت میں شہید ہوا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میرے دل میں خیال گزرا۔ کہ ہو نہ ہو۔ وہ مولانا کیتھلی ہوں گے۔ جب لاشوں کو جاکر دیکھا اور فاتحہ پڑھ کر غور سے دیکھا۔ تو آپ ہی تھے ٭

یک ھ کے روز تیسری ماہ ربیع الاول سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس دفعہ ایک مہینے بعد حاضر خدمت ہوا تھا۔ کبھی اس قدر غیر حاضری نہ ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت غافلوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ کہ تو آ پہنچا۔ میں دوبارہ آداب بجا لایا ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ خواجہ شمس الملک علیہ الرحمۃ کی یہ عادت تھی۔ کہ اگر کوئی شاگرد ناغہ کرتا۔ یا کوئی دوست دیر کے بعد آتا۔ تو فرماتے کہ میں نے ایسا کونسا کام کیا ہے۔ کہ تو نہیں آتا ٭

بعد ازاں مسکرا کر فرمایا۔ کہ اگر کسی کو دل لگی کرتے تو بھی یہی فرماتے۔ کہ میں نے کیا کیا ہے ٭ جو تو نہیں آتا۔ تاکہ میں وہی کروں۔ بعد ازاں فرمایا کہ اگر میں ناغہ کرتا یا دیر بعد حاضر خدمت ہوتا۔ تو میرے دل میں خیال آتا۔ کہ مجھے بھی یہی کہیں گے ؎

آخر کم از آنکہ گاہ گاہے　　　آئی و مرا کنی نگاہے

خواجہ صاحب یہ شعر پڑھ کر وقت آبدیدہ ہو گئے۔ چنانچہ حاضرین پہ وقت طاری ہوئی حاضرین

میں سے ایک نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ جن دنوں آپ شمس الملک کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے تو آپ کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اور صحبت میں اپنے خاص مقام میں بٹھایا کرتے تھے۔ فرمایا ہاں۔ جہاں پر وہ بیٹھا کرتے تھے۔ فرمایا وہاں پر قاضی فخر الدین ناقلہ یا مولانا برہان الدین۔ بیٹھا کرتے تھے۔ اور جب کبھی مجھے وہاں پر بیٹھنے کا حکم ہوتا تو کہتا کہ یہ آپ کا مقام ہے۔ میں بہتیرا عذر کرتا۔ لیکن ایک نہ مانتے آخر مجھے بھی وہیں بٹھاتے۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا۔ کہ ایک مرتبہ وہ ملازم بھی ہو گئے تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا ہاں ایک مرتبہ پر وہ مستوفی مقرر ہوئے تھے۔ خواجہ تاج ریزہ نے آپ کے بارے میں یہ شعر پڑھا تھے

صدر اکنوں بہ کام دل دوستاں شدی　　مستوفی ممالک ہندوستاں شدی

میں (مولف کتاب) نے عرض کی کہ خواجہ شمس الملک کی بزرگی ان کے وفور علم سے ظاہر ہے۔ لیکن کون جانتا ہے۔ کہ اسے درویشوں سے علاقہ تھا۔ یا ان سے محبت تھی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ عقیدہ بہت خوب تھا۔ میری تعظیم جو کرتے تھے۔ اسی سے ان کے عقیدے کا اندازہ ہو سکتا ہے +

بدھ کے روز چوبیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس روز کئی یاروں نے اکٹھے ہی قدمبوسی کی۔ پوچھا کیا ایک ہی مقام سے آئے ہو۔ عرض کی جدا جدا مقام سے۔ یہاں آکر اکٹھے ہوئے ہیں۔ فرمایا الگ الگ آنا بہتر ہے۔ کیونکہ شیخ فرید الدین قدس سرہٗ العزیز یہی فرمایا کرتے تھے۔ کہ الگ الگ آیا کرو۔ کہ نظر برحق ہے +

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ نظر اور جادو کا اثر برحق ہے۔ تو فرمایا کہ یہ وہ حق نہیں جو غیر باطل ہے۔ یعنی اس کا اثر ضروری ہوتا ہے۔ معتزلہ تو اس بات کے قائل تھے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ نظر اور جادو کا اثر ہوتا ہی نہیں۔ فرمایا وہ غلطی پر ہیں۔ یہاں سے معونت کرامت اور استدراج کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ معجزہ انبیاء کا کام ہے۔ جن کا علم اور عمل کامل ہوتا ہے اور وہ صاحب وحی ہوتے ہیں۔ جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ معجزہ ہے۔ کرامت وہ ہے جو اولیا سے ظاہر ہوتی ہے انہیں بھی علم اور عمل بدرجہ کمال ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اس میں مغلوب ہوتے ہیں۔ اور جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے وہ کرامت کہلاتا ہے۔ معونت کا یہ مطلب ہے کہ بعض دیوانوں سے جنہیں نہ علم ہوتا ہے۔ نہ عمل کبھی کبھی خلاف عادت ظہور میں آتی ہے۔ اسے معونت کہتے ہیں۔ استدراج اسے کہتے ہیں۔ جو ایک گروہ سے جسے ایمان کا مس بھی نہیں۔

جیسے اہل سحر وغیرہ کوئی بات دیکھی جائے ۔

ذکر اطوار پھر اتوار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا۔ کہ اطوار تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک حسی ۔ دوسرے عقلی ۔ تیسرے قدسی ۔ حسی جیسے کھانا سونگھنا وغیرہ ۔ جو حس سے معلوم ہوتے ہیں۔ عقلی دو قسم کے ہوتے ہیں کسبی اور بدیہی۔ لیکن جو عالم قدس میں پہنچ چکا ہو۔ وہ کسبی کو بھی بدیہی جانتا ہے۔ پھر فرمایا کہ بدیہی علم قدس نہیں۔ یہ اولیاء اور انبیاء کا کام ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس شخص کی علامت کیا ہوتی ہے جس پر عالم قدس کا دروازہ کھلا ہوتی ہے۔ بارے اس شخص کو جس پر عالم کا عقل کا دروازہ کھلا ہو۔ اور اس پر بدیہی یا کسبی کوئی بات حل ہو جائے۔ تو اس سے اسے فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اور عالم قدس کی راہ نہیں ملتی ۔

اسی اثنا میں ایک عالم کی بابت حکایت بیان فرمائی۔ کہ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ جو چیز غیب سے دل پر گزرے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ اسے لکھ سکونگا۔ اس نے بہت کچھ لکھا۔ لیکن آخر میں یہ لکھا۔ کہ جو کچھ مقصود تھا وہ نہیں لکھ سکا ۔

ذکر معتزلہ پھر معتزلہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ وہ کہتے ہیں کہ اہل کفر اور اہل کبائر ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ فرمایا یہ ان کی غلطی ہے۔ اصل یوں ہے کہ کافر ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ اس واسطے کہ وہ بتوں پر جنگی وہ پرستش کرتے ہیں۔ اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور وہی ان کے معبود ہیں۔ چونکہ یہ ان کا دائمی اعتقاد ہے۔ اور ہمیشہ کفر پر جمے رہتے ہیں۔ اس لئے ان کا عذاب بھی دائمی ہوگا۔ لیکن جو لوگ کبیرہ گناہ کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ نہیں کرتے۔ کبھی گناہ کے ارتکاب سے فارغ بھی ہوتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے کیا ہے۔ برا کیا ہے۔ ایسا نہیں کرنے چاہئے تھا۔ پس چونکہ ہمیشہ کے لئے کبیرہ گناہوں پر راسخ نہیں ہوتے۔ اس لئے انہیں عذاب بھی ہمیشہ نہیں ہوگا ۔

بعد ازاں فرمایا کہ گنہگار کی حالت میں تین باتوں کا مطیع ہوتا ہے۔ اول یہ کہ وہ جانتا ہے۔ کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ وہ ٹھیک نہیں۔ دوسرے وہ جانتا ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ اسے اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔ تیسرے اسے بخشش اور معافی کی امید بھی ہوتی ہے۔ اور یہ تینوں کام فرمانبرداروں کے ہیں ۔

بعد ازاں فرمایا کہ اشعریہ مذہب میں بھی یونہی ہے کہ جس کافر کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ وہ مومن

ہے اور جس مومن کا خاتمہ کفر پر ہوگا - وہ کافر ہے - اس موقعہ پر یہ حکایت بیان فرمائی - کہ خواجہ حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ناگور میں ایک ہندی کو کئی مرتبہ کہا کہ یہ ولی ہے - اسی اثناء میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی حکایت شروع ہوئی تو فرمایا کہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دن کافر دوزخ میں رہیں گے - فرمایا نہیں - پوچھا - کیوں ؟ فرمایا کہ قیامت کے دن جب کافر عذاب وغیرہ دیکھیں گے - تو ایمان لائیں گے - لیکن وہ ایمان انہیں کچھ فائدہ نہ دیگا - اس واسطے کہ ایمان وہ ہے جو بالغیب ہو - گو وہ دوزخ میں جائیں گے لیکن مومن ہوں گے - پھر یہ فرمایا کہ اس آیت ؂ وَمَا خلقت الجن والانس الا لیعبدون ؂ میں ابن عباس کے قول کے موافق الالیوحدون ہے - یعنی جن و انسان سب موحد ہوں گے - جو ایمان پر موحد ہے - اس کا ایمان بالغیب ہے - اور فرمایا جب کافر عذاب وہیں دیکھیں گے تو اللہ تعالےٰ کی یگانگت کا اقرار کریں گے پس لیوحدون ٹھیک ہوگا +

بعد ازاں فرمایا کہ جس کو انکھیں ہو اسے دوسرے کو اپنی نسبت اچھا خیال کرنا چاہئے - خواہ دیکھنے والا مطیع ہو - اور دوسرا نافرمان ہو اور گنہگار - اس واسطے کہ شاید اس شخص کی طاعت آخری طاعت ہو - اور اس کا گناہ آخری گناہ ہو +

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی - کہ خواجہ حسن بصری نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ میں جس کسی کو دیکھتا تھا - اپنے سے اچھا خیال کرتا تھا مگر ایک دن ایک شخص سے اپنے تئیں اچھا خیال کیا اور یہ اس طرح ہوا کہ ایک روز حبشی کو دریا کے کنارے بیٹھا تھا جس کے پاس صراحی تھی - اس میں ہر گھڑی تھوڑا تھوڑا پانی نکال کر پیتا تھا - اور اس کے پاس ایک عورت بیٹھی تھی - میرے دل میں خیال آیا کہ گو میں کیسا ہی ہوں - پھر بھی اس سے تو اچھا ہوں - اسی اثناء میں ایک کشتی پانی میں غرق ہوئی - اس میں سات آدمی تھے ساتوں ڈوبنے لگے - حبشی فوراً دریا میں کودا اور چھ کو بچا لایا - پھر مجھ سے کہا کہ اے حسن ایک کو تو بچا لا - میں حیران رہ گیا - پھر مجھے کہا کہ اس صراحی میں پانی ہے اور یہ عورت میری ماں ہے - میں صرف تیری آزمائش کے لیے یہاں بیٹھا تھا - جا ابھی تو ظاہر بین ہے +

ذکر تلاوت قرآن

پھر قرآن شریف کے تلاوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - فرمایا کہ قرآن شریف با ترتیل اور با ترویدپڑھنا چاہیئے - حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا کہ ترویدکسے کہتے ہیں فرمایا کہ جب پڑھنے والے کو کسی آیت کے پڑھنے سے ذوق حاصل ہو تو اسے بار بار پڑھنا چاہیئے +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ پڑھنا چاہا۔ تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی پڑھنے سے مبارک دل کو حالت ہو گئی۔ چنانچہ بیس مرتبہ بسم اللہ شریف پڑھی ۔

پھر فرمایا کہ قرآن شریف کے مراتب آٹھ قسم کے ہیں۔ پانچ قسم کے بیان فرمائے۔ اول یہ کہ پڑھتے وقت قاری کا دل حق کی طرف لگا ہو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اتنا تو ہونا چاہیئے کہ دل ہی اللہ تعالےٰ کی عظمت اور جلال کا خیال ہو۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ اس کے معنی یہی تو دل کا حق کی طرف لگنا ہے۔ فرمایا نہیں وہ حق کی ذات سے تھا۔ اور یہ صفات سے اگر یہ دونوں باتیں حاصل نہ ہوں۔ تو اس کے معنوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ پڑھتے وقت خیال دل پر غالب ہو۔ کہ یہ دولت کب میرے لائق ہے اور میں کون ہوں۔ کہ مجھے یہ سعادت حاصل ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے۔ تو اتنا تو خیال کرے کہ یہ اللہ تعالےٰ کے لئے پڑھ رہا ہوں۔ اور اس کا ثواب مجھے ملے گا۔ اتنے میں میں (مولف کتاب) نے عرض کی۔ کہ جب میں قرآن شریف پڑھتا ہوں تو پہلے ہی دل میں خیال گزر جاتا ہے اگر اثنائے تلاوت میں میرا خیال کسی اور طرف لگتا ہے۔ تو دل میں کہتا ہوں کہ یہ کیسا خیال اور وہم ہے پھر ہی دل کو اس میں پورے طور پر مشغول کرتا ہوں۔ اسی وقت کسی آیت پر جو اس بات کی مانع ہو خیال میں آجاتی ہے۔ یا ایسی آیت نظر آتی ہے جس میں وہ مشکل حل ہو جاتی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بات بہت اچھی ہے۔ اسے اچھی طرح کرتے رہنا۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

ذکر ترک دنیا

بدھ کے روز دوسری ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ ترک دنیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ اصل دانائی یہ ہے کہ دنیا کو ترک کیا جائے فرمایا اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال کا تیسرا حصہ ایسے مرد کو دینا جو سب سے عقلمند ہو۔ تو اس کا فیصلہ کس طرح کرنا چاہیئے۔ فرمایا کہ یہ مال ایسے شخص کو دینا چاہیئے جو تارک الدنیا ہو۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ جب وہ تارک الدنیا ہوگا۔ تو مال کیسے لے گا۔ فرمایا بات تو خرچ کرنے کی ہے۔ سو خرچ کرنا ایسا ہی ہے۔ پھر فرمایا کہ دنیا سے مراد سونا چاندی اور اسباب وغیرہ نہیں بلکہ ایک بزرگ کے قول کے موافق پیٹ میں درد ہے۔ جو تھوڑا کھاتا ہے۔ وہ بھی تارک الدنیا ہے۔ اور جو پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔ وہ تارک الدنیا نہیں ۔

ذکر شیطان خناس

پھر فرمایا شیطان کہتا ہے کہ جو آدمی پیٹ بھر کر نماز ادا کرتا ہے میں اس کے

گئے ملتا ہوں چنانچہ جب وہ نماز پڑھ کر باہر نکلتا ہے۔ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس پر میرا غلبہ ہے اور جو بھوکا سویا ہوا ہو اس سے میں دور بھاگتا ہوں۔ پس جب یہ بھوکا نماز میں مشغول ہوگا۔ تو تم اندازہ کر سکتے ہو۔ کہ مجھے اس سے کس قدر نفرت ہوگی ۔

یہاں سے شیطان اور شیطانی وسوسوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ خناس وہ دیو ہے۔ جو ہمیشہ فرزند آدم کے دل پر ہوتا ہے۔ جب انسان یاد الٰہی میں مشغول ہوتا ہے۔ وہ رفع ہو جاتا ہے ۔

بعد ازاں فرمایا کہ مولانا علاؤالدین ترمذی نوادر الاصول میں لکھتے ہیں۔ کہ جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے دنیا میں آئے۔ تو ایک روز حوا بیٹھی ہوئی تھیں۔ اتنے میں ابلیس آیا۔ اور خناس کو ساتھ لایا اور حوا کو کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ اسے اپنے پاس رکھنا۔ جب آدم علیہ السلام آئے تو انہوں نے پوچھا یہ کون ہے۔ حوا نے کہا یہ شیطان کا بیٹا ہے۔ فرمایا وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ یہ کہ کر خناس کے چار ٹکڑے کئے۔ اور چاروں پہاڑوں پر رکھ دیئے۔ جب شیطان نے حوا کو پوچھا۔ کہ خناس کہاں ہے۔ تو کہا آدم علیہ السلام نے اس کے چار ٹکڑے کر کے چاروں پہاڑوں پر پھینک دیئے ہیں۔ یہ سن کر شیطان نے آواز دی۔ او خناس۔ او خناس!! اسی وقت پہلی صورت پر آموجود ہوا۔ جب شیطان چلا گیا۔ اور آدم علیہ السلام آئے۔ تو خناس کے ٹکڑے دیکھ کر پوچھا۔ کیا حالت ہے۔ حوا نے سارا حال بیان کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پھر خناس کو مار ڈالا اور جلا دیا۔ اور راکھ بہتے پانی میں پھینک دی۔ جب آدم علیہ السلام چلے گئے تو شیطان نے آکر حوا سے خناس کی بابت پوچھا۔ انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ ابلیس نے پھر خناس کو حاضر کیا۔ پھر جب آدم علیہ السلام آئے۔ تو خناس کو موجود پایا۔ پھر مار کر خود کھا گئے۔ شیطان نے آکر آواز دی۔ او خناس۔ او خناس!! تو آدم علیہ السلام کے دل سے آواز آئی۔ شیطان نے کہا یہیں رہ۔ میرا بھی مقصود یہی تھا ۔

قرآن شریف سے فال لینے پر

بیں ۵ کے روز تیرھویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ قرآن شریف سے فال لینے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی۔ کہ قرآن شریف سے جو فال لیتے ہیں۔ ان کا کہیں ذکر بھی آیا ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس بارے میں حدیث شریف ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ جب قرآن شریف کو فال کی خاطر کھولیں تو دائیں ہاتھ سے

کھولنا چاہئے ۔ بائیں ہاتھ سے بالکل نہیں کھولنا چاہئے ۔

بعد ازاں اس بارے میں حکایت بیان فرمائی کہ میں نے شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں جب غزنوی سے لاہور آیا ۔ تو ان دنوں لاہور بالکل آباد تھا ۔ کچھ مدت میں وہاں رہا ۔ پھر وہاں سے میرا ارادہ سفر کا ہوا ۔ ایک دل تو یہ چاہتا تھا ۔ کہ دہلی جاؤں ۔ اور کبھی چاہتا تھا کہ غزنی واپس جاؤں ہیں ششش و پنج میں تھا ۔ لیکن دل کی کشش غزنوی کی طرف زیادہ تھی ۔ کیونکہ وہاں ماں باپ بھائی اور خویش و اقرباء تھے ۔ اور دہلی میں ایک داماد کے سوا اور کوئی نہ رہتا تھا ۔ مختصر یہ کہ میں نے قرآن شریف سے فال دیکھنے کا ارادہ کیا ۔ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ پہلے غزنی کی نیت سے دیکھا ۔ تو عذاب کی آیت نکلی ۔ پھر دہلی کی نیت سے دیکھا تو بہشت ندیوں اور بہشت کے اوصاف کی آیت نکلی ۔ اگرچہ دل تو غزنی کی طرف جانے کو چاہتا تھا ۔ لیکن فال کے مطابق دہلی آیا ۔ جب شہر میں پہنچا تو سنا کہ میرا داماد قید ہے میں بادشاہ کے دروازے پر آیا تاکہ اس کے حال کی اطلاع دوں میں نے دیکھا ۔ تو گھر سے نکلا ہی تھا ہاتھ میں لئے ہوئے تھا ۔ مجھ سے بغلگیر ہوا ۔ اور نہایت خوش ہوا ۔ مجھے اپنے گھر لے گیا اور روپے میرے سامنے لا رکھے میرے دلجمعی ہوئی ۔ انہیں دنوں میں نے سنا کہ غزنی سے خبر آئی ہے ۔ کہ مغلوں نے اگر اس ولایت کو تاخت و تاراج کیا ۔ اور میرے والدین بہن بھائی اور خویش و اقربا کو شہید کیا ۔

بعد ازاں میں نے عرض کی ۔ کیا بدرالدین غزنوی جب یہاں آئے ۔ تو شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید ہوئے ۔ فرمایا ہاں یہاں سے شیخ الاسلام فریدالدین کا ذکر شروع ہوا ۔ فرمایا ۔ ان کا کام اور تھا ۔ آپ نے خلقت کی ترک اختیار کی ۔ اور جنگل بیابان میں رہنا شروع کیا یعنی اجودھن میں جا کر رہے ۔ اور درویشانہ روٹی اور ان چیزوں پر گزارہ کیا ۔ جو اس علاقے میں ملتی تھی ۔ مثلاً پیلو وغیرہ اسی پر آپ نے قناعت کی ۔ لیکن پھر بھی خلقت کی آمد و رفت کی کوئی حد نہ تھی ۔ گھر کا دروازہ کہیں آدھی رات کو بند ہوتا ۔ یعنی ہمیشہ دروازہ کھلا رہتا اور اللہ تعالٰے کے فضل و کرم سے ہر قسم کی نعمتیں لوگ لے آتے اور آنے جانے والوں کو ملتیں ۔ کوئی شخص ایسا نہ آتا ۔ جسے کچھ نہ ملتا ۔ جو آتا کچھ لے کر جاتا ۔ آپ کی زندگی اور قوت عجیب قسم کی تھی ۔ جو کسی فرد بشر کو حاصل نہ ہوتی ۔ نیا آیا ہوا اور سالوں کا خدمت کرنے والا آپ کی نظروں میں یکساں تھا ۔ اور مہربانی اور توجہ کے وقت دونوں مساوی ہوتے ۔

بعد ازاں فرمایا کہ بدرالدین اسحاقؒ سے میں نے سنا ۔ وہ کہتے تھے میں محرم راز خادم تھا ۔ جو ہوتا مجھ

سے ضرور بیان فرماتے۔ اور ہر کام میں مجھ سے مشورہ لیتے۔ خلا و ملا میں میرے ساتھ یک سخن تھے
کوئی کام ایسا خلوت میں نہ فرمایا جو جلوت میں فرمانے کے قابل نہ تھا۔ یعنی ظاہر و باطن میں آپ کی روش ایک
ہی تھی۔ ایسا شخص عجائب روزگار ہوتا ہے ؂

فاتحہ کے بارے میں منگل کے روز بارہویں جمادی الآخر سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل
ہوا۔ فاتحہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ حاجت براری کے لئے اکثر فاتحہ پڑھتے ہیں۔ فرمایا

فاتحہ خواندن برائے حاجات اگر جسے کوئی مہم یا مشکل کام پیش آوے تو وہ اس طرح
فاتحہ پڑھے۔ پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ الرحیم کے میم کو الحمد سے ملا کر پڑھے۔ اور جب یہاں
پر آ پہنچے۔ تو الرحمٰن الرحیم تین مرتبہ کہے۔ اور جب سورہ ختم کرے تو آمین تین مرتبہ کہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس
کام کو سر انجام کرے گا۔ نیز فاتحہ کے ذکر ہی فرمایا۔ کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے۔ وہ دس چیزیں
ہیں جن میں سے آٹھ سورہ فاتحہ میں ہے۔ وہ دس چیزیں یہ ہیں۔ ذات۔ صفات۔ افعال۔ ذکر معاد
تزکیہ۔ تجلیہ۔ ذکر اولیاء۔ ذکر اعداء۔ محاربہ کفارہ اور احکام شرعی ؂

بعد ازاں فرمایا کہ ان میں سے آٹھ سورہ فاتحہ میں ہیں۔ ذات رب العالمین۔ افعال الرحمٰن الرحیم
صفات مالک یوم الدین۔ ذکر معاد ایاک نعبد۔ تزکیہ ایاک نستعین۔ تجلیہ اہدنا الصراط المستقیم۔ صراط
الذین انعمت علیہم۔ ذکر اولیاء غیر المغضوب۔ ذکر اعداء و الا الضالین۔ پس دس چیزوں میں سے جو قرآن
میں ہے۔ یہ آٹھ سورہ فاتحہ میں پائی جاتی ہیں۔ صرف محاربہ کفار اور احکام شرعی نہیں۔ پھر حجۃ الاسلام امام
غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع ہوا تو فرمایا کہ اس کا بیان بالکل محققانہ ہے۔ پھر فرمایا کہ احیاء العلوم
میں لکھتے ہیں: "الصوم نصف الصبر والصبر نصف الایمان" روزہ صبر کا نصف ہے
اور صبر ایمان کا نصف ہے ؂

بعد ازاں فرمایا کہ الصوم الصبر کا کیا مطلب ہے۔ پہلے صبر کی حقیقت یوں بیان فرمائی۔ کہ جو
غلبہ حرص و ہوا سے پیدا ہو۔ اس پر حق کے سبب جو غلبہ پیدا ہو غالب آجائے ؂
بعد ازاں فرمایا۔ کہ حرص و ہوا کے غلبے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک غصہ۔ دوسرے شہوت۔
روزہ شہوت کو مغلوب کرتا ہے۔ پس یہاں سے معلوم ہوا کہ روزہ نصف صبر ہوتا ہے۔ اور صبر
ایمان کا نصف ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ ایمان میں دو چیزیں ہیں ایک تو قائد دوسرے اعمال

ذکر عوارف شیخ شہاب الدین پھر شیخ شہاب الدین کے عوارف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا۔ کہ میں نے عوارف کے پانچ باب شیخ کبیر الدین قدس سرہ العزیز کے پیش کئے۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہ کیا بیان تھا جو آپ کرتے تھے۔ ایسا کسی اور سے نہیں سنا گیا بارہا آپ کے بیان کے ذوق میں لوگ ایسے محو ہوتے کہ تمنا کرتے کہ اگر اسی وقت مرجائیں۔ تو بہتر ہو ۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب یہ کتاب شیخ صاحب کی خدمت میں لائی گئی۔ تو اسی روز آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شہاب الدین رکھا ۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ جو بات کسی صاحب نعمت بزرگ سے سنی جائے اس میں اور ہی لذت ہوتی ہے۔ وہی بات کسی اور سے سنی جائے۔ تو اس قدر لذت حاصل نہیں ہوتی **سخن صاحب نعمت لذت دیگر دارد** اگر جس مقام سے وہ بات نکلتی ہے۔ وہ نور عزت سے آراستہ ہوتا ہے۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک صالح اور صاحب نعمت بزرگ مسجد میں امامت کیا کرتا تھا۔ نماز کے بعد مشائخ کے کلمات اور ان کے احوال بیان کرتا تھا جس کے سننے سے سامعین کو راحت حاصل ہوتی۔ ان میں سے ایک اندھا تھا۔ اسے بھی ان کلمات سے حظ آتا۔ ایک روز وہ امام غیر حاضر تھا۔ اس کی جگہ مؤذن اسی طرح مشائخ کے کلمات اور ان کے احوال بیان کرنے لگا۔ اس اندھے نے پوچھا۔ کہ آج کون حکایات بیان کر رہا ہے۔ اس اندھے نے کہا۔ ہم ہر ایک گنہگار سے یہ کلمات نہیں سننا چاہتے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جس شخص کا معاملہ نیک نہ ہو۔ اس کی بات کا کچھ مزا نہیں آتا ۔

بعد ازاں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھا ۔

بزبان ہر کہ جز من رود حدیث عشقت ۔۔۔ چو معاملہ ندارد سخن آشنا نباشد

منگل کے روز اٹھارہویں ماہ رجب سن مذکور پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ گذشتہ رات میں نے جو خواب دیکھا تھا۔ وہ عرض خدمت کیا۔ خواب یہ تھا۔ کہ گویا صبح کا وقت ہے اور میں نماز کے لئے وضو کر رہا ہوں۔ اور نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ بڑی جلدی سے وضو کر کے سنت ادا کی۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ ابھی ابھی جماعت ہونے والی ہے۔ میں جلدی روانہ ہوا تاکہ جماعت مل جائے چلتے چلتے مجھے معلوم ہوا۔ کہ سورج نکل آیا ہے۔ میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو وقت گزر جائے۔ اس وقت

میں نے آفتاب کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور کہا کہ شیخ صاحب کی حرمت کے صدقے ابھی باہر نہ نکلنا اتنا کہنے سے خواب ہی میں خوش وقتی حاصل ہوئی۔ تو میری نیند کھل گئی۔ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ خواجہ صاحب نے یہ سن کر آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ ایک نقیب محمد نام نیشاپوری نہایت نیک اعتقاد اور خدا کا پیارا تھا۔ اس سے میں نے سنا کہ میں ایک دفعہ گجرات جا رہا تھا۔ ان دنوں ہندوؤں کا قبضہ تھا۔ راستے میں دو آدمی میرے ہمراہ ہوئے۔ ہمارے پاس کوئی اوزار نہ تھا۔ اچانک ایک ہندو آنکلا۔ جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ اس حالت میں وہ ہمارے پاس آیا۔ جب میرے پاس آیا۔ تو میں نے کہا شیخ صاحب حاضر ہو جئیگا۔ اسی وقت ہندو نے ہاتھ سے تلوار پھینک دی۔ اور کہا کہ مجھے پناہ دو۔ ہم نے کہا تجھے پناہ دی۔ بعد ازاں ہم نے وہی تلوار اسے دی اور اس نے اپنی راہ لی۔ اور ہم نے اپنی راہ لی۔ خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کر کے فرمایا کہ دیکھو اس ہندو نے کیا دیکھا۔ اور اسے کیا دکھایا گیا ؛

منگل کے روز دوسری ماہ شعبان سن مذکور کو پائبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ کھانا کھلانے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا درویشی اسی بات کا نام ہے۔ کہ جو شخص آئے۔ سلام کے بعد اس کے سامنے کھانا رکھنا چاہیئے۔ اور خود حکایتوں اور باتوں میں مشغول ہونا چاہیئے۔ بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا پہلے سلام پھر طعام پھر کلام ؛

سوموار کے روز اٹھویں ماہ مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ کھانا لایا گیا۔ اور کھانا شروع کیا خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ جو لوگ کھانا میرے روبرو کھاتے ہیں۔ اسے میں اپنے حلق میں پاتا ہوں۔ گویا میں وہ طعام کھا رہا ہوں۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ کے روبرو کسی شخص نے بیل کو سانٹے سے مارا۔ شیخ ابوسعید نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا درد مجھے محسوس ہوا ہے۔ وہ شخص پاس ہی تھا۔ اس نے اسے مکر سمجھا۔ شیخ ابوسعید نے پیٹھ دکھا دی۔ جس پر سانٹے کے نشان موجود تھے ؛

بعد ازاں اس حکایت کے بیان کرنے والے نے خواجہ صاحب کی طرف رخ کر کے کہا کہ یہ حکایت اس سے ملتی جلتی ہے۔ کہ ایک کی حالت کا اثر دوسرے پر ہو جائے۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ اس کی حقیقت کس طرح ہے ؛

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ رُوح طاقت ور ہوتی ہے۔ اور

کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو قلب کو جذب کرتی ہے۔ اور قلب جب قوی ہوتا ہے۔ تو قالب کو کھینچتا ہے۔ پس اس اتحاد کے بموجب جو بات قلب پر اثر کرتی ہے اس کا اثر قالب پر پڑتا ہے میں (مولف کتاب) نے عرض کی۔ کہ یہ حالت معراج کے مشابہ ہے۔ فرمایا بجا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ مجھے معلوم نہیں۔ کہ معراج کی رات رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو وہاں لے گئے ہوں۔ جہاں عرش۔ کرسی۔ بہشت اور دوزخ ہے اور جو کچھ دیکھایا یا ان چیزوں کو وہاں لایا گیا۔ جہاں آنحضرت صلعم تھے ✦

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اگر ان چیزوں کو وہاں لے جایا گیا ہو۔ جہاں رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ تو اس صورت میں رسول صلعم کا مرتبہ اور درجہ اعلے معلوم ہوتا ہے ✦

ذکر کسانیکہ طریق بیعت نمیدانستند پھر ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو بیعت کا طریقہ نہیں جانتے۔ بعض پہلے ایک کی بیعت کر کے دوسرے کی جا کرتے ہیں۔ بعض مشائخ کے مزار کے مرید بن جاتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ بعض جو مشائخ کی قبر کی پائینتی جا کر سر منڈا کر مرید بن جاتے ہیں۔ کیا یہ بیعت درست ہے۔ فرمایا نہیں ✦

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک حاجی سب سے بڑا تھا۔ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس سرہ العزیز کی قبر کی پائینتی جا سر منڈا کر مرید ہوا۔ جب یہ خبر شیخ فرید الدینؒ نے سنی۔ تو فرمایا۔ کہ گو شیخ قطب الدین طیب اللہ ثراہ ہمارے صاحب اور مخدوم ہیں۔ لیکن یہ بیعت درست نہیں۔ مرید ہونا اس طرح ہوتا ہے۔ کہ شیخ کا ہاتھ پکڑے۔ واللہ اعلم بالصواب ✦

ذکر رؤیا بدھ کے روز اکیسویں ماہ شوال سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ رؤیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ پہلے زمانے میں کوئی ترک تھا۔ جسے الکاش کہتے تھے۔ وہ خدا کا مرد تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں اللہ تعالے کو دیکھا۔ صبح وہی خواب شیخ نجیب الدین متوکل کی خدمت میں بیان کی۔ لیکن پہلے سخت قسم دلائی کہ جو کچھ میں کہتا ہوں۔ عمر بھر کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ شیخ صاحب نے قبول کیا۔ بعد ازاں اس نے کہا۔ کہ آج رات میں نے اللہ تعالے کو خواب میں دیکھا ہے۔ اور اس کے اسرار و حال بیان کئے۔ شیخ نجیب الدین متوکل فرماتے ہیں۔ کہ وہ ترک خواب دیکھنے کے بعد چالیس

سال زندہ رہا۔ لیکن میں نے اس خواب کا بیان اس کی زندگی میں کسی سے نہ کیا۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں اس کے پاس گیا۔ جب مجھے دیکھا تو کہا وعدہ یاد ہے۔ یعنی خواب والا۔ میں نے کہا ہاں یاد ہے۔ میں نے پوچھا یہ تو بتاؤ اب کیا حالت ہے۔ کہا اب اسی حالت میں مستغرق دنیا سے رخصت ہوں ❖

یہاں سے شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ کے احوال کا ذکر شروع ہوا۔ اور شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مناقب بیان فرمائے۔ فرمایا کہ ایک ترک نے دہلی میں ایک مسجد بنوائی۔ جس کی امامت شیخ نجیب الدین متوکل کو دے رکھی تھی۔ اور اس کے لئے گھر بھی مہیا کر دیا۔ اس ترک نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا جس میں ایک لاکھ چیتل ٹکے کا نام بلکہ زیادہ صرف کر دیا۔ شیخ صاحب الدین متوکل نے اسے ایک دفعہ کہا۔ کہ کامل مومن وہ شخص ہوتا ہے جس کے دل میں اولاد محبت سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ کی محبت ہو۔ تو نے اپنے فرزند کے حق میں ایک لاکھ چیتل بلکہ زیادہ صرف کر دئے ہیں۔ اب اگر تو اس سے دو چند راہ خدا میں صرف کرے۔ تو پورا مومن ہوگا۔ ترک اس بات سے ناراض ہوا۔ امامت اور گھر سب شیخ صاحب سے چھین لئے۔ شیخ صاحب وہاں سے اجودھن آئے۔ اور سارا حال شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیان کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا۔ یعنی جو آیت ہم نے منسوخ کی ہے۔ اس کے بدلے اور آیت نازل کی ہے اس سے بہتر۔ اس کام پر توجہ نہیں ہو سکتی۔ شاید اس ترک کا نام ایتمر ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اب رنگیر ہو گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی جگہ اب رنگیر لائیگا انہیں دنوں رنگیر نام ایک بادشاہ اس ولایت میں آیا۔ جس نے شیخ الاسلام فرید الدین اور اس معزز خانوادہ کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور اس خاندان کا مرید ہو گیا ❖

پھر شیخ بدرالدین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ نظام الدین خریطہ دار نے آپ کے لئے خانقاہ بنوائی۔ جب شیخ بدرالدین اس خانقاہ میں بیٹھے تو انہیں دنوں نظام الدین کے کام میں خلل واقع ہوا۔ شیخ بدرالدین نے شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں سارا حال عرض کر بھیجا۔ کہ ایک شخص نے ہمارے لئے خانقاہ تیار کی۔ اب وہ بری حالت میں ہے۔ جس کے سبب میری حالت بھی پریشان ہے۔ شیخ صاحب نے کہلا بھیجا کہ جو شخص اپنے پیروں کے طریق پر نہیں چلتا اس کی یہی حالت

ہوتی ہے۔ یعنی ہمارے پیروں کی رسم خانقاہ کی نہ تھی۔ جو خانقاہ بنا کر بیٹھے مگر وہ ایسی ہی باتیں دیکھے گا۔ پھر شیخ قطب الدین بختیارؒ کی بزرگی کی بابت گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ آپ نے آخری عمر میں، قرآن شریف حفظ کیا۔ جب حفظ کر چکے تو انتقال ہو گیا+

پھر اولیاء اللہ کی وفات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک نے کسی بزرگ کی وفات کے بارے میں احوال بیان کیا۔ کہ جب وہ فوت ہونے لگا۔ تو اللہ تعالے کا نام آہستہ آہستہ اس کی زبان پر جاری تھی۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر یہ رباعی ارشاد فرمائی۔ **رباعی**

آیم بسر کوئے تو پویاں پویاں | رخسارہ بآب دیدہ شویاں شویاں
بیچارہ رہ وصل تو جویاں جویاں | جاں میدہم و نام تو گویاں گویاں

ذکر مردمانیکہ مستغرق یاد حق باشند، طائفہ کہ در بحث و تکرار مشغول باشند

جمعہ کے روز چھبیسویں ماہ ذوالقعدہ سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ کیلوکھری کی جامع مسجد کے سامنے کے مکان میں نماز سے پہلے عالم طریقت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور ان لوگوں کی بابت جو یاد حق میں مستغرق رہتے ہیں اور نیز ان لوگوں کے بارے میں جو بحث و تکرار میں مشغول رہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اپنے تئیں انہیں لوگوں کی طرح ظاہر کریں۔ تو یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک متعلم شرف الدین نام جو قابلیت رکھتا تھا ایک روز شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ شیخ صاحب نے پر اس سے پوچھا کہ تعلیم کا کیا حال ہے۔ عرض کی اب تو سب کچھ بھول گیا ہوں۔ شیخ صاحب اس بات سے ناراض ہو گئے۔ جب وہ چلا آیا۔ تو حاضرین کو فرمایا کہ اس مرد نے بہت فخر کیا ہے۔ الغرض خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کی۔ اور آبدیدہ ہو کر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک پیر طریقت کا ایک لڑکا محمد نام مسلم ظاہر ہوا۔ تو عالم طریقت میں آنا چاہا۔ اپنے باپ کو کہا کہ میں درویش بننا چاہتا ہوں۔ باپ نے کہا بیٹا پہلے یہ ایک چلہ کرو۔ جب چلہ کر کے باپ کے پاس آیا۔ تو باپ نے اس سے کچھ مسائل پوچھے۔ جن کا جواب اس نے بخوبی دیا۔ باپ نے کہا بیٹا ابھی چلے کا اثر تجھ میں نہیں ہوا۔ جاؤ ایک اور چلہ کرو۔ جب دوسرا چلہ کر کے آیا۔ تو پھر چند مسائل پوچھے جس کے جواب میں اس نے لغزش کھائی۔ پھر تیسرے چلے کے لئے کہا۔ جب تیسرا چلہ کر کے آیا تو اس سے چند مسائل پوچھے۔ لیکن اس وقت لڑکا یاد الٰہی میں اس قدر مستغرق تھا۔ کہ کچھ

جواب نہ دے سکا ؂

ذکر رؤیا و تعبیر آں

پھر اس خواب اور اس کی تعبیر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے یاروں کو خواب میں دیکھا۔ کہ ہر ایک نے پیراہن پہنا ہوا ہے۔ لیکن ایک یار کا پیراہن صرف سینے تک ہے۔ دوسرے کا ناف تک تیسرے کا گھٹنے تک مگر عمر کا زمین پر لوٹتا ہے۔ یاروں نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر فرمائیے گا۔ فرمایا ہر ایک کے پیراہن کو اس کا دین سمجھو ؂

ابن سیرین کی تعبیریں حضرت نظام الدین اولیاء۔ امام غزالی کی تحصیلات و ذکر تعبیر خواب ابن سیرین

پھر ابن سیرینؒ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اس کی تعبیریں کس قدر درست تھیں۔ فرمایا کہ ایک دفعہ کوئی شخص اس کے پاس آیا۔ اور کہا میں سفر جل خواب میں دیکھا ہے۔ کہا تو سفر کرے گا۔ پوچھا۔ وجہ کہا سفر جل کے پہلے سفر ہے۔ دوسرے نے کہا میں نے رات خواب میں سوسن دیکھی ہے۔ کہا تجھے برائی پہنچے گی۔ پوچھا کس طرح کہا سوسن کے پہلے سو ہے۔ جس کے معنی بدی یا برائی کے ہیں۔ میں (مصنف کتاب) نے پوچھا کہ ابن سیرین کیسا آدمی تھا۔ فرمایا بزرگ مرد اور عالم شخص تھا۔ جو حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں گذرا ہے ؂

بعد ازاں فرمایا کہ امام محمد غزالی طیب اللہ ثراہٗ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔ کہ ان دو خوابوں کی جو تعبیریں ابن سیرین نے کی ہے۔ وہ واقعی عجائب روزگار ہے۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ کوئی شخص ماہ رمضان میں اس کے پاس آیا اور کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں انگوٹھی ہے۔ جس سے مردوں کے منہ اور عورتوں کی اندام نہانی پر مہر لگاتا ہوں۔ کہا شاید تو مؤذن ہے۔ جواب دیا۔ ہاں فرمایا کہ اذان بہت سویرے کہہ دیتے ہو۔ دوسرے شخص نے آکر کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ لوگ تلوں سے تیل نکالتے ہیں۔ اور میں پھر ان میں بھرتا جاتا ہوں۔ فرمایا جو عورت تیرے گھر ہے۔ ذرا تحقیق کر۔ کہیں تیری ماں نہ ہو۔ جب اس نے تحقیق کی تو اس کی والدہ ہی تھی ؂

ذکر دفع دنبل و نارو

پھر پھوڑے پھنسی اور نارو کی بیماری کے بارے میں فرمایا جو شخص نماز عصر کی سنتوں میں سورۃ بروج پڑھے۔ اللہ تعالٰے اسے پھوڑے پھنسی سے محفوظ رکھتا ہے۔ چونکہ نارو بھی اسی قسم سے ہے۔ اس لئے امید ہے۔ کہ اس سے بھی محفوظ رکھے گا۔ پھر فرمایا۔ کہ جو شخص عصر کی

نماز کے بعد سورۃ النازعات پڑھے۔ اللہ تعالےٰ اسے قبر میں نہیں چھوڑتا۔ مگر ایک نماز کی مقدار۔ پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جو شخص قبر میں نہیں رہتا۔ اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ فرمایا جب روح کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو قالب کو کھینچ لیتی ہے ❖

ذکر ترک دنیا جمعہ کے روز پانچویں ماہ مبارک ذوالحجہ ۷۱۱ھ ہجری کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جمعہ کی نماز سے پہلے اس مکان میں جو کیلو کھری مسجد کے سامنے ہے۔ ترک دنیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے یاروں کو فرما رہے تھے۔ کہ ایک درویش کو اس بات کا اختیار دیا گیا۔ کہ خواہ تو دنیا و مافیہا کو پسند کر خواہ عاقبت کو۔ درویش نے کہا جو کچھ آخرت میں میرے لئے تیار کیا گیا ہے۔ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی تو امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کیا۔ صحابہ نے پوچھا۔ کیا حالت ہے۔ فرمایا کہ جس درویش کا ذکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وہ خود آنحضرت صلعم ہی ہیں۔ جب خواجہ صاحب اس مقام پر پہنچے تو شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز نے ایسی باتیں بارہا فرمایا ہیں۔ چنانچہ جب کبھی یہ فرماتے۔ کہ ایک درویش نے ایسا کیا۔ اس کی یہ حالت تھی۔ میں سمجھ جاتا۔ کہ اپنا حال بیان کر رہے ہیں۔ پھر تارک الدنیا ہونے کا سبب بیان کیا۔ فرمایا کہ ایک بزرگ نے پانی پر مصلّےٰ بچھایا ہوا تھا۔ اور نماز ادا کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ پروردگار خضر اس وقت کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اسے توبہ کی توفیق عنایت کر۔ اتنے میں خضر علیہ السلام بھی آ گئے۔ پوچھا کونسا کبیرہ گناہ کرتا ہوں۔ تاکہ میں اس سے توبہ کروں اس بزرگ نے کہا۔ کہ آپ نے جنگل میں درخت لگا رکھا ہے جس کے سائے میں آرام کرتے ہو اور کہتے ہو۔ کہ یہ کام اللہ کیلئے کیا ہے بعد ازاں اس بزرگ نے خضر علیہ السلام کو کہا۔ کہ ایسے تارک الدنیا ہو۔ جیسا میں ہوں۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا۔ تیری کیا حالت ہے۔ کہا میری حالت یہ ہے کہ اگر ساری دنیا بھی مجھے دیدیں۔ اور کہیں کہ قبول کر لے۔ تجھ سے حساب نہیں لیا جائے گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہیں کہ اگر قبول نہیں کرے گا۔ تو تجھے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ تو میں دوزخ قبول کروں گا۔ لیکن دنیا قبول نہیں کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا کیوں؟ کہا اس واسطے کہ دنیا پر اللہ تعالےٰ کی ناراضگی ہے۔ پس جس پر اللہ تعالےٰ ناراض ہے۔ اسے قبول کرنے کی نسبت میں دوزخ کو قبول کر لینا بہتر خیال کرتا ہوں ❖

فوائد الفوائد کا حضرت کے پیش کرنا۔ اور آپ کا خوش ہونا

پنجشنبہ کے روز تیسویں ماہ محرم سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس روز میں نے لکھے ہوئے فوائد آپ کے خدمت میں حاضر کئے۔ تو آپ نے بڑی تعریف کی۔ اور شاباش دی۔ اسی روز از سر نو بیعت کی۔ آپ نے اپنے سر کی کلاہ اتار کر میرے سر پر رکھی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ کلاہ رکھتے وقت آپ نے یہ شعر پڑھے۔

در عشق وہ کار خویش ہر روز ہ　　　　از سر گیرم زہے سر و کار

فرمایا مشائخ نے جو کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں روح الارواح بہت عمدہ ہے۔ فرمایا۔ قاضی حمید الدین ناگوری کو وہ کتاب حفظ تھی۔ منبر پر اکثر اسی میں سے بیان فرمایا کرتے۔ اور عربی کتابوں میں قوت القلوب بھی عمدہ کتاب ہے۔ اور فارسی میں روح الارواح۔ میں نے عرض کی کہ عین القضات کے مکتوبات بھی عمدہ ہیں۔ جن پر پورے طور پر ضبط نہیں ہو سکتا۔ فرمایا وہ حال سے لکھے گئے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ابھی پچیس سالہ تھا۔ کہ اسے جلایا گیا۔ یعنی عین جوانی میں حق تعالےٰ سے اس قدر شغل اور تعلق پیدا کیا۔ جو واقعی عجیب بات ہے۔ فرمایا کہ عین القضات نے اپنے والد کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ ایک رشوت لینے والا حرام خور قاضی تھا۔ میں نے پوچھا کہ ایسے لکھنے سے اس کا کیا مطلب تھا۔ فرمایا یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو کشف کا مادہ بھی تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کہیں سماع ہو رہا تھا۔ اور درویش اور خدا کے پیارے وہاں پر حاضر تھے۔ عین القضات کا باپ بھی وہیں موجود تھا اس نے کہا میں نے شیخ احمد غزالیؒ کو دیکھا ہے۔ جو ایک مجمع میں آیا تھا۔ اس روز اس مقام میں جہاں شیخ احمد رہتے تھے۔ بڑا فاصلہ تھا۔ ایسی جمعیت کسی اور شہر میں نہیں ہوئی۔ وہ دوسرے شہر میں تھا۔ غرض یہ کہ جب اچھی طرح جانچ پڑتال کی گئی۔ تو ٹھیک ویسا ہی نکلا۔ جیسا اس نے کہا تھا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ عین القضات کا مقصود اس حکایت سے یہ تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتیں نماز اور ورد وظائف سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی جو مرضی ہے۔ اس کی بجا آوری سے حاصل ہوتی ہیں۔ اس عرصے میں سوال کیا گیا۔ کہ کیا عین القضات کا پیر شیخ احمد غزالیؒ تھا۔ فرمایا نہیں۔ اس واسطے کہ مکتوبات میں شیخ احمد غزالی کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اپنے پیر کا بھی۔ اور یہ بھی لکھا

ہے کہ میں ایسا ہوں اور میرا شیخ ایسا - اگر اس کا شیخ شیخ احمد غزالیؒ ہوتا - تو وہاں پر اس کا ذکر ضرور کرتا - اور اپنا شیخ کہہ کر لکھتا ؛

لبعدازاں فرمایا کہ عین القضات ابھی بچے ہی تھے - اور لڑکوں میں کھیل رہے تھے - شیخ احمد غزالیؒ نے دیکھا - اور آپ کے والدین سے مانگا - انہوں نے عین القضات کو چھپا لیا - اور کہدیا کہ وہ مر گیا ہے - شیخ احمد نے فرمایا کہ تم جھوٹ کہتے ہو - جو نعمتیں اسے ملنی ہیں - جب تک اسے مل نہ رہیں گی - وہ مر کس طرح سکتا ہے - لبعدازاں فرمایا کہ شیخ احمد کو تہمت لگائی گئی تھی - اس واسطے

ذکر شیخ احمد غزالیؒ و متہم بودن او با پسر مہتاب

عین القضات کے والدین نے انہیں چھپا لیا تھا - مولانا برہان الدین غریب سلمہ اللہ تعالیٰ حاضر تھے - انہوں نے پوچھا کہ کیا یہ شیخ احمد کی آزمائش تھی - فرمایا نہیں وہ خود چاہتے تھے - کہ ہمیں تہمت لگائی جائے اور ملامت کی جائے - لیکن در اصل وہ بہت پاک اور پارسا تھے - کہتے ہیں کہ جب آپ کو قصائی کے لڑکے کی تہمت لگائی گئی - تو وہ قصائی ہر ایک سے یہی گلہ کرتا - ایک رات جب لڑکا شیخ صاحب کے پاس تھا - قصائی نے حجرے کے سوراخ سے دیکھا کہ شیخ صاحب نماز ادا کر رہے ہیں - اور لڑکا پاس بیٹھا ہے - نماز سے فارغ ہو کر اسے وعظ و نصیحت کی - پھر دوگانہ ادا کیا - پھر وعظ و نصیحت کی پھر دوگانہ ادا کیا پھر وعظ و نصیحت کی - غرض ساری رات اس طرح گذار دی - صبح قصائی کی بدظنی جاتی رہی اور دونوں باپ بیٹا مرید ہو گئے ؛

ذکر جوگی

لبعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا - کہ یہ بات ہر ایک سے نہیں ہو سکتی - جو ایسا کرتے ہیں وہ نہایت ہی پاکدامن اور صاحب حوصلہ ہوتے ہیں ؛

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اجودھن میں شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر تھے - کہ ایک جوگی آیا - اس سے میں نے پوچھا کہ تم کونسی راہ چلتے ہو - اور تمہارے کام کا اصول کیا ہے - کہا ہمارے علم میں یوں ہے کہ آدمی کے نفس میں دو عالم ہیں - ایک علوی - دوسرا سفلی - چوٹی سے ناف تک عالم علوی ہے - اور ناف سے قدم تک عالم سفلی ہے - عالم علوی میں صدق و صفا - حسن اخلاق اور نیک معاملہ ہے - اور عالم سفلی میں نگہداشت پاکیزگی اور پارسائی ہے - خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے اس کی یہ بات بہت پسند آئی ؛

ذکر ترک دنیا

پھر دنیا کے ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو اس بارے میں بہت ہی غلو فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص دن کو روزہ رکھے اور رات کو جاگتا رہے۔ اور حاجی ہو۔ تو بھی اصل اصول یہ ہے کہ دنیا کی دوستی اس کے دل میں نہ ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی دوستی کا دعوےٰ کرے اور دنیاوی محبت اس کے دل میں ہو تو وہ شخص اپنے دعوےٰ میں جھوٹا ہے۔

خواجہ عثمان حب آبادیؒ کے بارے میں

جمعہ کے روز بائیسویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خواجہ عثمان حب آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ مدت تک خلقت سے قطع تعلق کئے رہے پھر لوگوں میں بیٹھنا اور ان سے ملنا جلنا شروع کیا۔ عالم غیب سے آپ کو آواز آئی کہ خلقت کو بلاؤ۔ لیکن اس شرط پر کہ ہزار مصیبتوں کی برداشت کرو۔ بعد ازاں ایک راہ چلنی شروع کی۔ تو ایک نے گدی پر ایک دھپڑ رسید کیا۔ دوسرے نے بھی تیسرے نے بھی۔ اسی طرح جب ہزار مصیبتیں پوری ہو چکیں۔ تو آواز آئی کہ منبر پر چڑھ کر لوگوں کو حق کی طرف بلاؤ۔ عرض کی پروردگار میں نے علم نہیں پڑھا۔ اور نہ میں کامل ہوں۔ خلقت کو تیری طرف کس طرح بلاؤں۔ فرمان ہوا۔ کہ منبر پر پاؤں رکھنا تیرا کام ہے۔ اور بخشش ہمارا کام ہے۔

پھر لوگوں میں میل جول قطع کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ شیخ احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ سعید بافت تھے۔ مدت تک لوگوں سے الگ رہے جب لوگوں میں آئے۔ تو بول چال بالکل قطع کر دی۔ ایک محرم نے آکر پوچھا۔ کہ جب لوگوں میں آ گئے ہو۔ تو پھر بول چال کیوں قطع کر رکھی ہے۔ فرمایا پیدا کرنے والے کی بات کروں یا پیدا شدہ کی۔ پیدا کرنے والا کا تو بیان نہیں ہو سکتا۔ اور پیدا شدہ ذکر کے قابل نہیں۔ اور دوست سے تنہا ملنے کے بارے میں یہ رباعی بھی آپ نے ہی کہی ہے۔ رباعی

تا با من بیہمان رسول نیایم با تو　　تنہا زہمہ جہان من و تنہا تو
خورشید نخواہم کہ برآید با تو　　اے بر من سایہ نباشد با تو

بعد ازاں ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو روزے اور طے رکھتے ہیں۔

لیکن محض دکھاوے اور خود پسندی کے لئے ان کے بارے میں زبان مبارک سے یہ فرمایا ؎

سیر خوردن ترا از لنگھن بہ !!
شکمت گرگسنہ تا فربہ

درویش کے بارے میں گفتگو

منگل کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا۔ کہ مشائخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ تین وقتوں میں نزول رحمت ہوتا ہے۔ ایک سماع کی حالت میں۔ دوسرے وہ کھانا کھاتے وقت جو طاعت کی قوت کی نیت سے کھایا جائے۔ اور تیسرے درویشوں کے حالات بیان کرتے وقت۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ خواجہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا کہ چھ سات درویش آئے۔ جو سب کے سب نوجوان اور صاحب جمال تھے۔ مگر خواجگان چشت کے مرید تھے۔ انہوں نے شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ہم میں کچھ ماجرا ہے۔ آپ سن لے۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ سن لو اور نیز بدرالدین اسحاق کو۔ انہوں نے آپس میں اس ماجرے کو نہایت نرم اور شائستہ الفاظ بیان کیا۔ یعنی آپ نے ایسا فرمایا اور میں نے یوں عرض کی۔ پھر آپ نے ایسا فرمایا میں نے غلطی فہمی سے جواب دیا۔ اس نے کہا۔ آپ نے جو فرمایا۔ کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ نہیں آپ حق بجانب تھے۔ یہ میری ہی خطا تھی۔ غرضیکہ اس قسم کی گفتگو کی کہ میں اور بدرالدین اسحاق ان کی تقریر سن کر رو دیئے۔ اور کہا۔ کہ یہ اللہ تعالےٰ نے ہماری تعلیم کے لئے فرشتے بھیجے ہیں کہ معاملہ آپس میں اس طرح طے کرنا چاہیئے ٭

ذکر تحمل و بردباری

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ معاملہ کے وقت اس قسم کی گفتگو کرنی چاہیئے۔ جس سے گردن کی رگیں نمودار نہ ہوں۔ یعنی تعصب اور غضب کی علامت نہ پائی جائے۔

بعد ازاں تحمل اور بردباری کے بارے میں غلو فرمایا کہ ہر ایک کا ظلم سہنا چاہیئے۔ اور اس کا بدلہ لینے کی نیت بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ مصرع زبان مبارک سے فرمایا۔ مصرع

ہر کہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد

بعد ازاں یہ شعر پڑھا ؎

ہر کہ او خارے نہد در راہ ما از دشمنی
ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بیخار باد

پھر فرمایا کہ اگر کوئی کانٹا رکھے۔ اور تو بھی اس کے عوض کانٹا رکھے۔ تو کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں۔

گے۔ عام لوگوں میں تو یہ دستور ہے کہ نیک کے ساتھ نیک اور بد کے ساتھ بد ہوتے ہیں۔ لیکن درویشوں میں یہ دستور نہیں۔ یہاں نیک و بد دونوں کے ساتھ نیک ہونا چاہیے۔

یاران دین کی دوستی کے بارے میں

بدھ کے روز ساتویں ماہ رجب سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ یاران دین کی دوستی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ دوستی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک نسبتی دوسری دینی۔ جن میں سے دینی زیادہ مضبوط ہے۔ اس واسطے کہ اگر دو نسبتی بھائی ہوں اور ایک مومن اور ایک کافر تو مومن بھائی کا ورثہ کافر بھائی کو نہیں مل سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ ایسا بھائی ہونا کمزور ہے۔ لیکن دینی زیادہ مضبوط ہے۔ اس واسطے کہ جو پیوند دو دینی بھائیوں میں ہوگا۔ وہ دنیا اور آخرت میں برقرار رہے گا۔ اسی اثنا میں اس آیت کا ذکر ہوا۔ الاخلاء یومئذٍ بعضھم لبعض عدوٌّ الا المتقین۔ جن یاروں کی دوستی بنا و نسبت کی وجہ سے ہوگی۔ وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ لیکن پرہیزگار آپس میں دشمن نہیں ہوں گے۔ پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

نہ دشمناں نشد ایں دو مثال
کہ یار ندور بارۂ دوستاں

ذکر نماز ہائے روز و ہفتہ و سال

اتوار کے دن چھبیسویں ماہ رجب سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو وقت کے متعلق ہے دوسرے جو سبب کے متعلق ہے تیسرے جو نہ وقت کے متعلق ہے نہ سبب کے۔ اب نمازوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو وقت کے متعلق ہیں۔ امام غزالی طیب اللہ ثراہٗ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ جو نمازیں وقت کے متعلق ہیں وہ مکررات ہیں اس واسطے کہ بعض نمازیں جو ہر روز ادا کی جاتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو ہفتے میں ایک مرتبہ بعض ایسی ہیں جو مہینے میں ایک مرتبہ اور بعض ایسی ہیں جو سال میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں۔ جو نمازیں ہر روز ادا کی جاتی ہیں وہ آٹھ ہیں۔ پانچ پانچوں وقت کی چھٹی چاشت کی۔ ساتویں بیس رکعت نماز جو شام کی نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ آٹھویں تہجد کی نماز۔ مذکورہ بالا نمازیں دن رات میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں۔ وہ نماز جو ہفتے ہفتے میں ادا کی جاتی ہے۔ وہ ہر روزہ نماز ہے۔ جو ہفتے اور اتوار کو ادا کی جاتی ہے۔ وہ نماز جو مہینے میں ایک دفعہ ادا کی جاتی ہے۔ وہ بیس رکعت ہے جو پیغمبر خدا

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ادا کیا کرتے تھے۔ وہ نمازیں جو سال میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں۔ وہ چار ہیں۔ دو تو دو عیدوں کی تیسری تراویح کی۔ چوتھی شب برات کی۔ اب ان نمازوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو سبب کے متعلق ہیں۔ وہ دو ہیں۔ ایک نماز استسقاء جو قلت باراں کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ دوسری چاند گرہن اور سورج گرہن کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ یعنی جب سورج چاند پکڑے جاتے ہیں تو یہ نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ اب نمازوں کا بیان کیا جاتا ہے۔ جو نہ وقت کے متعلق ہیں اور نہ سبب کے۔ وہ تسبیح ہے۔

ذکر گزاردن نوافل باجماعت پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ آیا نفل باجماعت ادا کر سکتے ہیں۔ یا نہیں۔ فرمایا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ بعض مشائخ نے ایسا کیا ہے۔ پھر فرمایا شب برات تھی۔ کہ شیخ الاسلام حضرت فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے فرمایا کہ جس نماز کا حکم اس رات ہے اسے باجماعت ادا کرو۔ اور امام تم بنو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

ذکر نماز محافظت نفس پھر ان نمازوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو نفس کی حفاظت کے لئے ادا کی جاتی ہیں۔ فرمایا کہ جو کوئی شخص گھر سے نکلے اور دوگانہ ادا کرے۔ تو جب تک وہ باہر رہے گا۔ اللہ تعالے ہر بلا سے اسے بچائے گا۔ جب گھر آیا تو پھر دوگانہ ادا کرے تاکہ ان بلاؤں سے محفوظ رہے جو گھر سے اٹھتی ہیں۔ ان دوگانوں میں بہت خیر و برکت ہے۔

ذکر آیۃ الکرسی برائے محافظت نفس بعد ازاں فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ نماز ادا نہ کر سکے تو گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھے تو وہی مطلب حاصل ہو جاتا ہے اگر آیۃ الکرسی پڑھے تو چار دفعہ کلام مجید بھی پڑھے۔ اگر کوئی شخص تنگ وقت میں مسجد پہنچے اور مسجد کی تحیت ادا نہ کر سکے تو یہ کلمہ چار مرتبہ پڑھے وہی مطلب حاصل ہو جائے گا۔

مشارق الانوار کے بارے میں
ذکر غلبہ لعاب یا بلغم در نماز

ہفتے کے روز تیرھویں ماہ شوال سن مذکور کو، قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خواجہ نوح جو شرف قرابت سے مشرف ہے پاس بیٹھے تھے۔ اور مشارق الانوار پڑھ رہے تھے۔ اس حدیث پر پہنچے کہ اگر کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہو اور اس کے منہ میں لعاب یا بلغم آئے اور اسے باہر پھینکنا چاہے۔ تو قبلہ رخ نہ پھینکے اور نہ ہی دائیں طرف کیونکہ فرشتے کی طرف ہے بلکہ بائیں طرف قدم کے نزدیک آہستہ پھینک دے۔

تاکہ عمل کثیر نہ ہو۔ اتنے سے نماز میں کچھ بگاڑ نہیں آتا +

نیز یہ بیان فرمایا کہ مومن کبھی ناپاک نہیں ہوتا۔ چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک راستے پر جا رہے تھے۔ ابوہریرہؓ سامنے سے ملے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے دل لگی کرتے تھے آنحضرت صلعم نے دست مبارک مصافحہ کے لئے بڑھایا۔ لیکن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی۔ عرض کی یارسول اللہ ابھی ابھی اپنی عورت سے ہم بستر ہو کر آیا ہوں۔ اور نہایا نہیں۔ اب میں آپ جیسے پاک آدمی کا دست مبارک کس طرح چھو سکتا ہوں۔ فرمایا

ذکر عدم نجاست جنب

مومن کبھی ناپاک نہیں ہوتا۔ گر جنبی ہو۔ ناپاک نہیں ہوتا۔ اگر جنبی کا پس خوردہ پانی کوئی پی لے۔ تو کوئی ڈر نہیں۔ نیز فرمایا اگر کوئی عورت شیطان کی صورت میں مرد کے پاس آئے۔ یعنی شیطان اگر کسی عورت کی صورت میں مرد کو دکھائی دے اور اس کا دل اس کی طرف مائل ہو۔ تو مرد کو چاہئے۔ کہ اپنی بیوی سے ہم بستری کرے تاکہ وہ وسوسہ اس سے دور ہو جائے۔ متاہل آدمی کے لئے یہ بھی بہتری کی ایک صورت ہے۔ جب خواجہ نوح نے یہ فوائد سنے تو اٹھ گیا۔ خواجہ صاحب نے اس کی طرف اشارہ کر کے حاضرین کو فرمایا۔ کہ اس شخص کی عزت کیا کرو۔ کیونکہ یہ نیک آدمی ہے۔ جب وہ اٹھ کر چلا گیا۔ تو اس کے تزکیہ کی بابت غلو فرمایا۔ کہ اسے قرآن شریف یاد ہے۔ اور ہر جمعرات کو ختم کرتا ہے۔ علوم کے سیکھنے کا بڑا مشتاق ہے۔ اور حاصل بھی بہت کچھ کیا ہے۔ کسی سے دشمنی ہے نہ دوستی۔ نہایت صالح مرد ہے۔ چنانچہ ایک روز میں نے اس سے پوچھا کہ تو جو اتنی اطاعت اور عبادت کرتا ہے۔ کس لئے کرتا ہے۔ کہا میرا مقصود آپ کی بندگی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ بات اسے کس نے سکھائی۔ یہ اس کی سعادت کی دلیل ہے +

سوال چیز در خورد حوصلہ سائل باید

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ کسی سے کسی چیز کی بابت پوچھا جائے۔ وہ اس چیز کا عالم ہو۔ یعنی ان احوال سے جو وہ رکھتا ہے۔ اس بارے میں فرمایا کہ ایک عالم ضیاء الدین نام منارہ کے نیچے درس کیا کرتا تھا۔ اس سے میں نے سنا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں گیا۔ اور مجھے فقہ نحو اور دوسرے علوم کی بالکل خبر نہ تھی۔ صرف علم تنائی سیکھ رہا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ اگر شیخ صاحب فقہ نحو اور دوسرے علوم کی نسبت پوچھیں گے۔ تو کیا جواب دوں گا۔ یہی خیال دل میں لے کر حاضر خدمت ہوا۔ سلام کر کے

بیٹھ گیا۔ مجھے فرمایا کہ مناظرہ کی تنقیح کیا ہوتی ہے۔ میں یہ سن کر خوش ہوا۔ اور نفی اثبات جو اس بارے میں آئی ہے۔ بہت عمدگی سے بیان کی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ کمال کشفی کے سبب اس سے وہی چیز پوچھی جس کا وہ عالم تھا۔ الحمد للہ رب العالمین۔ یہ تین سال کے فوائد کا مجموعہ ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ جو کچھ اور سنونگا۔ وہ بھی قلمبند کروں گا۔

فوائد الفوائد

حصہ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ انوار الٰہی اور اسرار الٰہی کے اشارات ہیں۔ جو خواجہ راستین ختم المجتہدین۔ ملک المشائخ فی الارضین خواجہ نظام الحق والدین ادام اللہ میامن انفاسہٗ کی زبان گوہر فشاں سے سنے گئے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

مجموعہ کر سبزۂ حسن نو بنا نہاد ہم وقت پاک شخص را جمعیتے دہاد

ذکر طبقات ہرج ومرج سوموار کے روز ساتویں ماہ ذیقعد ۷۱۲ھ ہجری کو قدمبوسی کا فخر حاصل ہوا۔ طبقات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے بعد میری امت کے پانچ طبقات ہوں گے۔ اور ہر ایک طبقہ کی مدت چالیس سال ہوگی۔ پہلا طبقہ علم اور مشاہدہ کا ہوگا۔ دوسرا انکی اور پرہیزگاری کا۔ تیسرا تواصل اور تراحم کا۔ چوتھا تقاطع اور تدابر کا۔ اور پانچواں ہرج مرج کا۔

فرمایا پہلا طبقہ صحابہ کرام کا تھا۔ دوسرا تابعین کا۔ تیسرا تواصل اور تراحم کا۔ تواصل کا یہ مطلب ہے کہ جب دنیا ان کی طرف آئے اور وہ دونوں میں مشترک ہو۔ تو ایک طرف اگر سختی کرے۔ تو دوسری جانب نرم ہو جائے۔ اسے تو تواصل کہتے ہیں۔ اور تراحم سے یہ مراد ہے۔ کہ اگر ساری دنیا ان کی طرف آئے۔ تو بغیر شرکت اسے۔ ادھر حق میں صرف کریں۔ چوتھا طبقہ تقاطع اور تدابر کا ہوگا۔ تقاطع کا یہ مطلب ہے۔ کہ اگر دنیا مشارکت کے طور پر ان کی طرف رخ کرے۔ تو وہ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگیں۔ اور تدابر کے یہ معنی ہیں۔ کہ اگر دنیا انہیں ملے تو اس میں سے کسی کو کچھ نہ دیں۔ بلکہ ادھر ان کی طرف پیٹھ کریں۔ پانچواں طبقہ ہرج مرج کا ہے۔ وہ یہ کہ ایک دوسرے کی نکتہ چینی اور عیب گوئی

کریں۔ یہ پانچوں طبقے دو سو سال کے عرصے میں گزر جائیں گے۔ جب دو سو سال کا عرصہ گزر جائے گا۔ تو اس کے بعد کے فرزند آدم سے کتیا کے بچے اچھے ہوں گے۔ جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ یہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دو سو سال تک کا ہے۔ اب کی خلقت کا کیا حال ہوگا ⁂

ذکر مشغول حق پھر مشغول حق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ اصل کام یاد حق ہے اور اس کے سوا جو ہے سب یاد حق کا مانع ہے۔ فرمایا کہ جو کتابیں میں نے پڑھی ہیں۔ اگر کسی وقت ان کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو وحشت سی پیدا ہو جاتی ہے اور خود بخود کہنے لگتا ہوں کہ میں جا پڑا ⁂

پھر ایک حکایت بیان فرمائی کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ جب حال کے کمال کو پہنچے تو جو کتابیں پڑھی تھیں کونے میں رکھ دیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دھو ڈالیں۔ پھر فرمایا۔ کہ دھونے کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ البتہ ایک جگہ محفوظ رکھیں۔ ایک روز ان کتابوں کا مطالعہ کر رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی کہ اے ابوسعید ہمارا عہد نامہ واپس کر دے۔ کیونکہ تو دوسری چیزوں میں مشغول ہو گیا ہے جب خواجہ صاحب۔ اس مقام پر پہنچے تو روئے اور یہ شعر پڑھا ⁂

تو سایہ دشمنی کجا و رنجی جائے کہ خیال دوست زحمت باشد

یعنی جہاں پر فقہ اور احکام شرعی کی کتابیں بمنزلہ حجاب ہیں۔ وہاں دوسری چیزوں کا کیا حال ہوگا ⁂

ذکر مکافات تقصیر یاران مجلس منگل کے روز بارہویں ماہ ذالحجہ سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا اور بہت سے لوگ حاضر خدمت تھے۔ بعض کے لئے سائے میں جگہ تھی۔ اس لئے دھوپ میں بیٹھے تھے۔ دوسروں کو فرمایا کہ ذرا پاس ہو بیٹھو تاکہ وہ بھی سائے میں بیٹھیں۔ کیونکہ دھوپ میں بیٹھے تو وہ ہیں اور جلتا میں ہوں۔ اس حال کی بابت حکایت بیان فرمائی کہ بداؤں میں ایک شیخ شاہی موئے تاب نام بزرگ رہتے تھے۔ ایک مرتبہ یار انہیں سیر کے لئے باہر لے گئے۔ اور کھیر پکائی۔ جب کھانا سامنے رکھا گیا۔ تو خواجہ شاہی موئے تاب نے کہا۔ اس طعام میں خیانت ہوئی ہے۔ شاید دو آدمیوں نے دودھ لانے سے پیشتر کچھ کھا پی لیا ہے۔ جو درویشوں میں بڑی بھاری خطا بیان کی جاتی ہے۔ جب خواجہ شاہی نے کہا۔ کہ جس طعام سے پہلے کچھ کھایا گیا ہو۔ وہ کیوں یاروں کے روبرو رکھا جائے تو انہوں نے کہا کہ جوش کے سبب دیگ سے دودھ باہر ابل آیا تھا۔ جو باہر نکلتا تھا۔ ہم اسے پیتے

رہے۔ فرمایا۔ خیر وہ پینا حرام تھا اسے گرنے دینا چاہیئے تھا۔ غرضیکہ وہ عذر کسی طرح نہ سنا گیا۔ انہیں سزا دی گئی۔ کہ تم دھوپ میں کھڑے رہو۔ دھوپ میں کھڑے کھڑے پسینا بہنا شروع ہوا۔ پھر خواجہ شاہی نے کہا حجام کو بلاؤ پچھا کیا کرو گے۔ فرمایا جتنا خون میرے یاروں کے جسم سے نکلا ہے۔ اتنا میرے جسم سے نکال دے۔ خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے تو فرمایا شاباش محبت اسی کا نام ہے۔ اور انصاف اسے ہی کہتے ہیں ✤

پھر اس کی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ شیخ نظام الدین ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے۔ تو شاہی موئے تاب کو بلایا۔ اور کہا۔ دعا کرو تاکہ یہ بیماری رفع ہو جائے۔ خواجہ شاہی نے عذر کیا۔ کہ آپ بزرگ ہیں۔ پھر مجھ سے اس بات کی خواہش کرتے ہیں۔ میں بازاری آدمی ہوں مجھ سے ایسی بات نہ کہیں۔ لیکن شیخ صاحب نے ایک نہ مانی۔ فرمایا۔ ضرور دعا کرنی چاہیئے۔ تاکہ میں بھی صحت یاب ہوں۔ کہا بہتر تو میرے دو یاروں کو بلاؤ۔ ایک کا نام شرف ہے۔ جو نیک بخت آدمی ہیں۔ اور دوسرا ایک درزی۔ غرضیکہ دونوں کو بلایا گیا۔ خواجہ شاہی نے انہیں کہا۔ کہ شیخ نظام الدین صاحب نے مجھے یوں فرمایا ہے۔ اب تم میرے یار ہو۔ اور اس کام میں میری مدد کرو۔ یعنی شیخ صاحب کے سر سے لے کر سینے تک۔ میرے متعلق رہا۔ اور سینے سے لے کر ایک پاؤں تک ایک کے متعلق اور دوسرا پاؤں دوسرے کے متعلق۔ مختصر یہ کہ تینوں مشغول ہوئے۔ فوراً بیماری صحت میں بدل گئی۔ اس بزرگ کی کرامت کے بابت ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ وہ بار ہا کہا کرتے تھے۔ کہ میرے مرنے کے بعد اگر کسی کو کوئی مہم پیش آئے تو میری قبر پر آئے۔ اگر تین دن میں یہ کام سرانجام نہ ہو۔ تو چوتھے روز آئے۔ اگر چوتھے روز بھی سرانجام نہ ہو۔ تو میری قبر کی اینٹ سے اینٹ بجا دے ✤

ذکر عصمت اولیاء

پھر اولیاء اللہ کی پاک دامنی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ انبیاء واجب العصمۃ ہیں اور معصوم ہیں۔ اور فقرا کے نزدیک اولیاء بھی واجب العصمۃ اور معصوم ہیں۔ لیکن انبیاء واجب العصمۃ ہیں اور اولیاء جائز العصمۃ ✤

قرآن شریف حفظ کرنے کے بیان میں

جمعہ کے روز بائیسویں ماہ ذالحج سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک شخص نے اگر دعا کے لئے التماس کی۔ کہ مجھے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ پوچھا کس قدر یاد ہے۔ عرض کی تیسرا حصہ۔ فرمایا کہ باقی

بھی تھوڑا تھوڑا کرکے یاد ہو جائے گا۔ پہلے ثلث کو بار بار پڑھو ۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں نے ایک رات خواب میں شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن شریف یاد کرنے کی نیت سے دعا کے لئے التماس کی۔ جب دن ہوا تو کسی اور بزرگ کی خدمت میں جا کر اسی بارے میں دعا کا ملتجی ہوا۔ کہ جس طرح انہوں نے خواب میں دعا کی ہے۔ آپ بیداری میں دعا کریں۔ تاکہ آپ کی دعا کی برکت سے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ اس بزرگ

ذکر خواندن دو آیت ہر شب برائے حفظ قرآن شریف

نے دعا دے کر کہا۔ کہ جو شخص رات کو سوتے وقت یہ دو آیتیں پڑھ کر سوئے۔ اسے ضرور قرآن شریف حفظ ہو جاتا ہے۔ آیت: والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل... ... تا یعقلون ۔

ذکر اصحاب کہف و در آمدن ایشاں در دین محمدی

پھر اللہ تعالےٰ کی قدرت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کہف دیکھنے کی آرزو کی۔ حکم ہوا۔ کہ ہم نے کہدیا ہے کہ آپ دنیا میں نہ دیکھ سکیں گے۔ البتہ قیامت کو دیکھ سکو گے۔ لیکن اگر آپ یہ چاہتے ہیں۔ کہ وہ آپ کے دین میں آجائیں۔ تو یہ ہم کر سکتے ہیں۔ بعد ازاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک گودڑی لائے۔ اور چار آدمیوں ابو بکر صدیقؓ عمر خطابؓ علی ابن ابی طالبؓ۔ اور ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہم اجمعین کو فرمایا۔ کہ اس کا ایک ایک کونا مضبوط پکڑ لو۔ پھر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس ہوا کو جسے حضرت سلیمان علیہ السلام کام میں لایا کرتے تھے۔ بلایا اور اسے فرمایا کہ اس گودڑی کو مع چاروں آدمیوں کے اصحاب کہف کی غار کے دروازے پر پہنچا دے۔ یاروں نے باہر ہی سے سلام کہا۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں زندہ کیا اور سلام کا جواب انہوں نے دیا۔ بعد ازاں یاروں نے دین نبوی ان کے پیش کیا۔ جسے انہوں نے قبول کیا والحمد للہ رب العالمین۔ خواجہ صاحب نے یہ تقریر کرکے فرمایا کہ کونسی بات ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی قدرت میں نہیں

نفلوں اور وردوں کے بارے میں گفتگو

سوموار کے روز ماہ صفر کی پہلی تاریخ ۷۱۲ھ ہجری کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نفلوں اور وردوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ میں نے ایک رات شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز

ذکر نوافل و اوراد و ادعیہ برائے جمعیت خاطر

کو خواب میں دیکھا۔ تو مجھے فرمایا کہ ہر روز نو مرتبہ یہ دعا پڑھا کرو۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و ھو علی کل شیئٍ قدیر۔ جب میں بیدار ہوا تو اس دعا کو ہمیشہ کے لئے اختیار کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس فرمان میں کوئی نہ کوئی مقصود ہو گا۔ بعد ازاں مشائخ کی کتابوں میں لکھا دیکھا۔ کہ جو شخص سو مرتبہ یہ دعا پڑھے وہ بغیر اسباب خوش رہے گا۔ اور اس کی زندگی خوشی سے گزرے گی۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب کا مقصود یہی تھا ✦

پھر اسی دعا کی فضیلت کے بارے میں فرمایا۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جو شخص ہر نماز کے بعد دس مرتبہ یہ دعا پڑھے۔ گویا ہزار غلام اس نے آزاد کیا ہے ✦

ذکر خواندن سورۃ النبأ بعد از عصر

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ اور مجھے خواب میں فرمایا۔ کہ عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورۃ النبأ پڑھا کرو۔ جب میں بیدار ہوا۔ تو یہ حکم بجا لایا۔ پھر میرے دل میں خیال آیا۔ کہ اس فرمان میں خوشخبری ضرور ہو گی۔ چنانچہ تفسیر میں لکھا دیکھا کہ جو شخص عصر کے بعد ہر روز پانچ مرتبہ سورۃ النبأ پڑھتا ہے۔ وہ اسیر حق ہو جاتا ہے یعنی اللہ تعالےٰ کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ یہ دو فائدے ختم کر کے حاضرین کو فرمایا کہ تم انہیں ہمیشہ کیا کرو ✦

منگل کے روز دوسری ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کی کہ بعض آدمیوں نے جناب کو ہر موقعہ پر برا کہا۔ وہ آپ کی شان میں ایسی باتیں کہتے ہیں۔ جن کی سننے کی ہم تاب نہیں لا سکتے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے سب کو معاف کیا۔ تم بھی معاف کر دو۔ اور کسی سے دشمنی نہ کرو ✦

بعد ازاں فرمایا کہ چھجو ساکن اندیپ ہمیشہ مجھے برا بھلا کہا کرتا۔ اور میری برائی کے درپے رہتا۔ برا کہنا سہل ہے۔ لیکن برا چاہنا اس سے برا ہے۔ الغرض جب وہ مر گیا۔ تو میں تیسرے روز اس کی قبر پر گیا۔ اور دعا کی۔ کہ پروردگار جس نے میرے حق میں برا بھلا کہا میں اس سے درگزرا۔ تو میری وجہ سے اسے عذاب نہ کرنا۔ اس بارے میں فرمایا۔ کہ اگر دو شخصوں کے مابین رنجش ہو۔ تو دور کر دینی چاہیئے۔ اگر ایک شخص دور کرے گا۔ تو دوسرے شخص سے اسے کم تکلیف ہو گی ✦

مال الصوفی مباح والهدا

بعد ازاں فرمایا کہ لوگ ان بدگوئیوں سے ناراض ہوتے ہیں۔ کہا گیا ہے

کہ صوفی کا مال سبیل ہے۔ اور اس کا خون مباح جب یہ حالت ہے۔ تو پھر کسی کی بدگوئی کا کیا شکوہ و شکایت۔ اتنے میں ایک شخص نے آکر ایک جماعت کی بابت بیان کیا۔ کہ ابھی فلاں مقام پر آپ کے یار جمع ہوئے ہیں۔ اور بانسریاں رکھی ہیں۔ خواجہ صاحب یہ سن کر ناخوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ میں نے بانسریوں اور حرام چیزوں سے منع کر دیا ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے ٹھیک نہیں کیا۔ اس بارے میں نہایت غلو فرمایا۔ یہاں تک فرمایا۔ کہ اگر امام کوئی غلطی کر جائے۔ تو اس غلطی کو جتانے کے لئے مقتدی مرد کو سبحان اللہ کہنا چاہئے۔ اور عورت کو تالی بجا کر۔ لیکن دونوں ہتھیلیوں سے نہیں۔ بلکہ ایک ہتھیلی اور ایک پشت سے۔ کیونکہ ہتھیلیوں سے تالی بجانا کھیل میں شامل ہے۔ غرضیکہ یہاں تک کھیل کود کی باتیں منع ہیں۔ سماع میں اس سے بھی بڑھ کر احتیاط کرنی چاہئے۔ جب تالی بجانے میں اس قدر احتیاط کی جاتی ہے۔ تو بانسری بجانے کی بابت کس قدر ممانعت ہوگی ◆

ذکر مزامیر وغیرہ در سماع

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اگر کوئی مقام سے گر پڑے تو شرع میں گرے۔ اگر شرع سے باہر گرے تو کچھ بھی نہیں رہتا ◆

ذکر اباحت سماع باہل درد

بعد ازاں فرمایا کہ مشائخ کبار نے سماع سنا ہے۔ اور جو اس کام والے ہیں۔ اور جو صاحب ذوق و درد ہیں۔ انہیں قوال کا ایک ہی شعر سن کر رقت طاری ہو جاتی ہے خواہ بانسری ہو یا نہ ہو۔ لیکن جنہیں ذوق کی خبر نہیں۔ ان کے روبرو خواہ کتنا گایا بجایا جائے۔ انہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کام درد کے متعلق ہے نہ کہ بانسری وغیرہ کے ◆

بعد ازاں فرمایا کہ لوگوں کو سارا دن کمال حضور حاصل ہوتا ہے۔ اگر دن بھر میں کسی ایک وقت بھی خوش وقتی نصیب ہو۔ تو باقی وقت اسی کی پناہ میں ہوتا ہے۔ اگر کسی جماعت میں ایک شخص صاحب ذوق اور صاحب نعمت ہو۔ تو باقی کے آدمی اسی ایک کی پناہ میں ہوں گے۔ بعد ازاں فرمایا کہ پچھلے زمانے میں ایک قاضی اجودھن میں تھا۔ جو ہمیشہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز سے جھگڑتا رہتا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ملتان میں اماموں کو جا کر کہا۔ کہ یہ کب جائز ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص مسجد میں بیٹھ کر سماع سنے۔ انہوں نے کہا ہم تو اسے کچھ نہیں کہہ سکتے ◆

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے جتنی مرتبہ سماع سنا ہے۔ ہر بار خرقہ شیخ کی قسم اسے شیخ صاحب کے اوصاف اور اخلاق پر مشتمل رکھا ہے۔ ایک مرتبہ شیخ صاحب کی زندگی

میں سماع کے وقت قوال نے یہ شعر گایا ؎

مرزا م وہ میں صفت مبادا | کز چشم بدت رسد گزندے

تو اس وقت مجھے شیخ صاحب کے اوصاف پسندیدہ کمال بزرگی اور فضل و لطافت یاد آئے اس وقت مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ قوال نے اور شعر گانے چاہے۔ لیکن میں نے اسی شعر کے لئے بار بار کہا۔ خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے۔ تو رو دیے۔ اور فرمایا۔ کہ اس کے بعد مدت گزرنے نہ پائی۔ کہ شیخ صاحب کا وصال ہو گیا +

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ قیامت کے دن کسی سے پوچھا جائے گا۔ کہ تو نے دنیا میں سماع سنا۔ وہ کہے گا۔ ہاں سنا۔ پوچھا جائے گا۔ جو شعر تو نے سنا۔ ان اوصاف کا ہم پر گمان کیا۔ کہے گا ہاں کیا۔ پوچھا جائے گا۔ کہ ان حادث اوصاف کا ہماری قدیم ذات پر کس طرح احتمال ہو سکتا ہے۔ کہیگا پروردگار میں نے محبت کی زیادتی کے سبب یہ کہا تھا۔ حکم ہو گا۔ چونکہ تو نے ہم سے محبت کی۔ ہم تجھ پر رحمت کرتے ہیں +

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جو شخص اس کی محبت میں مستغرق ہے۔ اسے یہ عتاب ہے۔ تو دوسروں کی کیا حالت ہوگی۔ وہ کیا جواب دیں گے +

ذکر معجزات رسول ؐ پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ حیوانات اور جمادات آنجناب کے فرمانبردار تھے۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ تو معاذ جبل کو یمن کی طرف بھیجا۔ اور اسے فرمایا۔ کہ اس ولایت میں عین الرعاف نام ایک چشمہ ہے۔ جسے عین الوعاف بھی کہتے ہیں۔ اس چشمے کی یہ خاصیت ہے کہ اگر اس میں سے تھوڑا سا پانی بھی پی لیا جائے۔ تو انسان فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔ جب اس چشمہ پہنچو تو کہنا کہ میں مبعوث ہوا ہوں۔ جب وہاں پہنچے تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ اور نبوت کی حکایت ظاہر کی۔ وہ چشمہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لایا۔ اور اپنی پہلی خاصیت کھو دی +

ذکر اسم اعظم پھر اسم اعظم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ اگر آپ کو اسم اعظم یاد ہے۔ تو فرمائیے گا۔ جواب دیا پیٹ کو حرام لقمے سے پاک رکھو۔ اور

اور دل سے دنیا کی محبت دور کرو۔ تو جو اسم الٰہی پڑھو گے۔ وہی اسم اعظم ہوگا۔ اسی اثنا میں کھانا لایا گیا۔ جب نمک رکھا گیا۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شروع نمک سے کرنا چاہئے۔ لیکن انگلی منہ سے تر کر کے جو نمک اٹھاتے ہیں۔ اس کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ اگر انگلی تر کر کے نہ رکھیں تو نمک اس کے ساتھ نہیں چپکتا۔ اس لئے دو انگلیوں سے چٹکی بھر کر اٹھا کر کھانا چاہئے۔ میں نے اسی اثنا میں اس فائدے کے شکریے میں کہا الحمد للہ کہ نمک کا حق از سر نو معلوم ہو گیا۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اچھا کہا ہے۔ مولانا محی الدین کاشانی

ذکر گرفتن نمک وقت طعام

نے انہوں نے میری بات کا تزکیہ فرمایا۔ کہ درست ہے۔ اس کام میں اس خواہش طبعی کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے خواجہ شمس الملک علیہ الرحمۃ والغفران کی خدمت میں آکر کسی چیز کی توقع کی۔ لیکن آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا مگر وہ سائل اسی طرح کھڑا رہا۔ شمس الملک نے فرمایا جاتا کیوں نہیں۔ سائل نے کہا۔ جواب چاہئے۔ فرمایا جواب۔ سائل نے عرض کی جواب چاہئے۔ فرمایا کہ اس سے اچھا جواب اور میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

ذکر حج اور دیدار پیر بے ارادت

جمعہ کے روز چھبیسویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے عرض کی۔ کہ اب کی مرتبہ اس طرح خویش و اقربا کو دیکھنے آیا ہوں۔ بعض یاروں نے یہ کہا۔ کہ جب کوئی شخص اس طرف کسی اور کام کی نیت سے آئے۔ نہ اس نیت سے کہ وہ جناب کی خدمت میں آئے۔ اسے پاس نہیں آنا چاہئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ اگرچہ طریقہ تو یہی ہے لیکن میرا دل نہیں چاہتا کہ حاضر خدمت ہوئے بغیر اس حدود سے واپس جاؤں میں ایک بے رسمی کروں گا۔ یہ خیال دل میں گیا۔ اور حاضر خدمت ہوا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ تو نے اچھا کیا۔ پھر یہ شعر پڑھا۔ ؎

در کوئے خرابات و سرائے اوباش　　منعمے بود دیار بنشین و بباش

بعد ازاں فرمایا کہ مشائخ کی رسم ہے کہ کوئی ان کی خدمت میں اشراق کے پہلے اور عصر کے پیچھے آنے نہیں پاتا۔ لیکن میرے لئے ایسا نہیں۔ میں جس وقت چاہوں آؤں جاؤں۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ بعض لوگ حج سے واپس آکر سارا دن یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور ہر جگہ اسی کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں یہ اچھا نہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص نے کہا میں فلاں جگہ ہو آیا ہوں۔ کسی بزرگ نے اسے کہا اے خواجہ

وہاں ہو آنے سے کیا فائدہ۔ جب کہ خودی اسی طرح تجھ میں باقی ہے ؎

ذکر خدمت در فنا پھر خدمت اور رضا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا جو خدمت کرتا ہے۔ وہ مخدوم بن جاتا ہے۔ خدمت کے بغیر کس طرح مخدوم ہو سکتا ہے پھر فرمایا۔ من خدم خُدم جس نے خدمت کی اس نے خدمت کرائی ؎

پھر حسن معاملہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمائی۔ ایک شخص نے دس طریقوں کو جن میں سے پانچ سر میں ہیں اور پانچ بدن میں ہیں۔ نظم میں بیان کیا ہے۔ جس کا آخری شعر یہ ہے۔ اور کیا ہی عمدہ ہے ؎

کارکن کار کہیں ہمہ سخت   دو سخن در دو بیت آوردی

بادشاہ کی پیشکش قبول نہ کرنا میں ھ کے روز انیسویں جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن ان دنوں بادشاہ نے باغ زمین اور بہت سا اسباب اور اس کی ملکیت کا کاغذ خواجہ صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اور اپنا اخلاص ظاہر کر بھیجا تھا۔ خواجہ صاحب نے یہ سب چیزیں قبول نہ کیں۔ اور اس بارے میں فرمایا۔ کہ میں باغ زمین اور کھیتی باڑی کے لائق نہیں۔ مسکراتے اور فرماتے۔ کہ اگر میں یہ قبول کر لوں۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ کہ شیخ باغ جاتا ہے۔ اور اپنی زمین اور کھیتی باڑی دیکھنے جاتا ہے۔ کیا یہ کام کرنے کے لائق ہے۔ آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ ہمارے خواجگان اور مشائخ میں سے کسی نے قبول نہیں فرمایا ؎

بعد ازاں فرمایا حکایت بیان فرمائی۔ کہ جن دنوں سلطان ناصر الدین انار اللہ برہانہ ملتان کی طرف جاتے ہوئے اجودھن سے گزرا۔ ان دنوں سلطان غیاث الدین طاب اللہ سرہٗ وہاں کا حاکم تھا۔ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کے لئے آیا۔ اور کچھ نقدی اور چار گاؤں کی ملکیت کا حکم نامہ لایا۔ شیخ صاحب نے پوچھا یہ کیا۔ عرض کی۔ کچھ نقدی اور چار گاؤں کی ملکیت کا حکم نامہ لایا ہوں۔ نقدی درویشوں کے لئے اور ملکیت کا حکم نامہ جناب کے نام۔ مسکرا کر فرمایا۔ نقدی مجھے دو۔ میں اور درویش مل کر خرچ کر لیں گے مگر یہ ملکیت کا حکم نامہ اٹھا لے۔ اس کے طالب اور بہت ہیں۔ ان کو دینا۔ اس حکایت کے اثنا میں اس حدیث کی روایت فرمائی۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ما دخل بیتا الا دخل ذلا ؎ بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ حدیث کسی خاص موقع پر

فرمائی گئی تھی۔ وہ یہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھر میں آئے۔ جہاں دو لکڑیاں پڑی دیکھیں۔ جن سے کلبہ رانی کی جاتی ہے۔ جب اسے دیکھا تو فرمایا "ما دخل بیت الا دخل ذلا" یعنی یہ لکڑیاں اس گھر میں آتی ہیں۔ جہاں خواری آنے والی ہوتی ہے۔ یہاں سے شیخ جلال الدین تبریزیؒ کا ذکر شروع ہوا۔ فرمایا آپ نے شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کی طرف عربی خط لکھا ہے۔ جسے میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔ اس میں لکھا ہے "و من احب اتخاذ النساء لا یفلح ابدا" جو عورتوں کے اور روپے مال سے محبت کرتا ہے۔ اس کی کبھی بہتری نہیں ہوتی نیز صیغہ کا بھی اس میں لکھا ہے۔ صیغہ کے معنی زمین۔ گاؤں وغیرہ ہے۔ مختصر یہ کہ عربی لفظ یاد نہیں۔ البتہ ان کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صیغہ (زمین وغیرہ) پر دل لگاتا ہے۔ وہ گویا دنیا اور اہل دنیا کا بندہ بن جاتا ہے۔ شیخ نور اللہ قبرہ کی بابت پوچھا۔ کہ وہ کس کے مرید تھے۔ فرمایا شیخ ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے ؛

ذکر حدیث تارک الورد ملعون

پھر اوراد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ یہ حدیث کس طرح پر ہے "صاحب الورد ملعون تارک الورد ملعون" فرمایا یہ حدیث اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ یہ بات اس طرح ہوئی۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی کہ فلاں یہودی یا آتش پرست بہت ورد کرتا ہے۔ اور اسے ان کی اصطلاح میں تمخیثا کہتے ہیں۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صاحب الورد ملعون" جب یہ خبر اس نے سنی۔ تو وہ چھوڑ بیٹھا۔ رسول صلعم نے جب سنا تو فرمایا "تارک الورد ملعون" بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے۔ اس کی تاویل اس طرح کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ورد کو چھوڑتا ہے۔ تو وہ ورد کا تارک ہے۔ ایسے شخص کو کہتے ہیں "تارک الورد ملعون" اگر کوئی شخص قوم کا سردار ہے۔ جس کے پاس لوگوں کی آمد و رفت ہے۔ اور مسلمانوں کی مصلحت اس کی بات سے وابستہ ہو پھر وہ ورد میں مشغول ہوا۔ اور ایسے شخص کو حق میں کہتے ہیں۔ کہ صاحب الورد ملعون۔ اس موقعہ پر میں نے عرض کی۔ کہ اگر کوئی شخص کسی شغل یا عذر کے سبب ورد معہودہ کو نہ کر سکے۔ اور بجائے دن کے رات کو کرے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا بہتر رات کو کرے

ورد شب اگر فوت شود اور روز باید خواند و برعکس

اگر رات کے ورد میں ناغہ ہو جائے۔ تو دن کو کرے۔ رات دن کا خلیفہ ہے۔ اور دن رات کا خلیفہ۔ بالکل ناغہ نہ کرے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جس ورد میں بغیر کسی عذر کے ناغہ ہو جائے وہ تین حالتوں سے خالی نہیں یا اسے شہوت کی رغبت ہوگی۔ یا مولیٰ کی بانعمت کی اور یا اس پر کوئی مصیبت پڑی ہوگی۔

اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ مولانا عزیز زاہد رحمۃ اللہ علیہ ایک روز گھوڑے پر سے گر پڑے۔ آپ سے وجہ پوچھی گئی۔ فرمایا میں ہر روز سورۃ یٰسین پڑھا کرتا تھا۔ آج نہیں پڑھی۔

ذکر عمل نظم بدھ کے روز چوتھی ماہ جمادی الآخر سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی نظم اور تخلیات نیک اور غزل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز نے یہ شعر پڑھا ہے

نظامی آنچہ اسرار است کہ از خاطر عیاں کردی
کسے مرغش نمید اند زباں درکش زباں درکش

اس دن صبح پہلے یہی شعر پڑھتے پڑھتے شام کا وقت آگیا۔ افطار کے وقت بھی یہی شعر زبان مبارک پر تھا۔ سحر کے وقت بھی یہی شعر پڑھ رہے تھے۔ اور جتنی مرتبہ پڑھتے۔ چہرے پر تغیر کے آثار نمایاں ہوتے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ معلوم نہیں آپ کے دل میں کیا خیال تھا۔ اور کونسی بات آپ سے یہ شعر بار بار پڑھواتی تھی۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ بہاؤالدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر کے اندر دروازے پر کھڑے تھے۔ ایک اتھا ایک کواڑ پر اور دوسرا دوسرے پر رکھے ہوئے یہ شعر بار بار پڑھتے تھے۔

کروی خمار سر ما بار دگر ۔۔۔ باو یچ نکر دیم خدا میداند

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ معلوم نہیں وہ کونسی بات تھی۔ جو آپ سے بار بار یہ شعر پڑھواتی تھی۔ اور یہ کہ آپ کے دل میں کیا خیال تھا۔

ذکر توکل پھر توکل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ اور

اس کے سوا کسی سے امید نہ رکھنی چاہئے۔ پھر فرمایا۔ کہ آدمی کا بیان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس کی نگاہ میں تمام خلقت مجھ سے بھی کم حقیقت نہ معلوم ہو۔

بعد ازاں اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کعبہ جا رہے تھے۔ ایک لڑکا آپ کے ہمراہ تھا۔ اس سے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو۔ کہا کعبہ کی زیارت کرنے پوچھا۔ ساماں سفر کہاں ہے۔ کہا۔ اللہ تعالٰے بندے کو بغیر اسباب کے نہیں رہنے دیتے۔ ضرور مجھے با اسباب کعبہ پہنچائے گا۔ القصہ جب آپ کعبے پہنچے۔ تو دیکھا کہ لڑکا پہلے ہی پہنچ چکا ہے۔ اور کعبے کا طواف کر رہا ہے۔ جب آپ کی نگاہ اس پر پڑی۔ تو فرمایا اے ضعیف الیقین! تو نے جو کچھ مجھے کہا۔ اس سے اچھا کر دکھلایا۔

اسی موقعہ پر اس بارے میں ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ایک کفن چور نے خواجہ خواجگان بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا۔ اور اس فعل سے توبہ کی۔ خواجہ بایزید صاحب نے اس سے پوچھا۔ کہ تو نے کتنے مردوں کے کفن چرائے۔ کہا۔ ایک ہزار مردوں کے۔ پوچھا۔ ان میں سے کتوں کو رو بقبلہ پایا۔ کہا۔ صرف دو کا۔ باقی سب کا رخ قبلے سے پھرا ہوا تھا۔ حاضرین نے خواجہ بایزید سے پوچھا۔ کہ اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا ان دو شخصوں کو حق تعالٰے پر بھروسہ تھا لیکن دوسروں کو بھروسہ نہیں تھا۔

ذکر اقسام رزق بعد ازاں خواجہ صاحب ذکر بالخیر نے فرمایا۔ کہ مشائخ کا قول ہے۔ کہ رزق چار قسم کا ہوتا ہے۔ رزق مضمون۔ رزق مقسوم۔ رزق مملوک۔ اور رزق موعود۔ رزق مضمون وہ ہے جو کھانے پینے وغیرہ کی چیزیں اور آدمی سے ہو۔ اسے رزق مضمون کہتے ہیں۔ یعنی اس رزق کا اللہ تعالٰے ضامن ہوتا ہے۔ قولہ تعالٰے "وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا" کوئی حیوان روئے زمین پر ایسا نہیں جس کے رزق کا خدا ضامن نہ ہو۔ رزق مقسوم وہ ہے جو ازل میں اس کے حصے آچکا ہے۔ اور لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ رزق مملوک۔ وہ ہے جو ذخیرہ کیا جائے یعنی روپیہ پیسہ۔ کپڑا۔ اور اسباب۔ رزق موعود وہ ہے۔ جس کا وعدہ اللہ تعالٰے نے نیک بندوں سے کیا ہے۔ قولہ تعالٰے "ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب" جو اللہ تعالٰے سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالٰے اس کے لئے آمد کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اور اسے اس طرح

رزق پہنچاتا ہے۔ جس کا اسے وہم و گمان تک نہیں ہوتا ✤

بعد ازاں فرمایا کہ رزق مضمون ہی توکل ہے۔ دوسرے رزقوں میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو رزق مقسوم ہے۔ اس میں توکل کا کیا کام۔ اسی طرح باقی کے اقسام سمجھ لو۔ توکل صرف رزق مضمون میں ہے۔ یعنی یہ جان لے کہ جو میری آمدنی ہے۔ وہ ضرور مجھے مل ہی رہے گی ✤

ذکر فضیلت نماز

ہفتے کے روز انتیسویں ماہ مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی نماز کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ نماز باجماعت ہونی چاہیے۔ میں نے عرض کی کہ میرے گھر کے نزدیک ہی مسجد ہے۔ لیکن جہاں پر میں رہتا ہوں اگر اسے چھوڑ کر جاؤں تو کاغذ کتاب کا کوئی رکھوالا نہیں۔ اس لئے گھر میں ہی باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے ✤

بعد ازاں فرمایا۔ کہ نماز باجماعت ادا کرنی چاہیے۔ لیکن مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔ پھر فرمایا کہ پہلے انبیاء کے زمانے میں نماز کے لئے مسجد ہی مقرر ہوا کرتی تھی۔ اور کہیں نماز جائز ہی نہ ہوتی۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں یہ آسانی ہو گئی۔ کہ جہاں کہیں چاہو۔ ادا کرو۔ نیز پہلے پیغمبروں کے وقت میں زکوٰۃ مال کا چوتھا حصہ ہوا کرتی تھی۔ مگر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مال کا چالیسواں حصہ ہو گئی ✤

ذکر سخی و بخیل

بعد ازاں فرمایا کہ یہ چالیسواں حصہ دیا جاتا ہے۔ وہ بھی اس واسطے کہ اسے بخیل نہ کہیں اور بخیل کا نام اس سے دور ہو جائے لیکن اسے سخی بھی نہیں کہتے۔ سخی اسے کہتے ہیں۔ جو زکوٰۃ سے زیادہ دیوے۔ اسی اثنا میں میں نے عرض کی۔ کہ یہ حدیث کس طرح ہے: السخی حبیب اللہ ولو کان فاسقا: سخی حبیب خدا ہوتا ہے۔ خواہ ہی فاسق ہو۔ فرمایا۔ کہتے تو اسی طرح ہیں۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ اربعین میں یہ حدیث آئی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا جو صحیحین میں ہوتی ہے۔ وہ صحیح ہوتی ہے ✤

ذکر فرق میان سخی و جواد

پھر سخی اور جواد کا فرق یوں فرمایا کہ سخی وہ ہوتا ہے۔ جو زکوٰۃ سے زیادہ دے لیکن جواد وہ ہے جو بہت ہی بخشش دے۔ مثلاً اگر دو سو درم ہوں تو ان میں سے صرف پانچ رکھے۔ اور باقی ایک سو پچانوے راہ خدا میں خرچ کرے۔ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک زکوٰۃ شریعت۔ دوسری زکوٰۃ طریقت

تیسری زکوٰۃ حقیقت۔ شریعت کی زکوٰۃ یہ ہے۔ کہ دو سو درم میں سے پانچ راہ خدا میں دے۔ طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو میں سے اپنے لئے پانچ رکھے۔ اور باقی راہ خدا میں خرچ کرے۔ حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو ہی راہ خدا میں صرف کرے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھے۔

پھر زکوٰۃ کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے علماء کو فرمایا کرتے "یا علماء السوء ادوا زکوٰۃ العلم" اے بد عالمو! اپنے علم کی زکوٰۃ دو۔ پوچھا گیا کہ اس زکوٰۃ سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا۔ یہ کہ دو سو مسئلے جو سیکھے ہیں۔ ان میں سے پانچ پر عمل کرو۔ اور دو سو حدیثوں میں سے پانچ کو اپنا معمول بناؤ۔

پھر مولانا رضی الدین صنعانی صاحب مشارق الانوار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ کہ آپ نے جو لکھا ہے کہ یہ کتاب میرے اور اللہ تعالےٰ کے مابین حجت ہے۔ اگر کسی حدیث میں مشکل پیش آجاتی۔ تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر صحیح کرتے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ وہ بداؤں کے رہنے والے تھے۔ پھر کول میں آئے۔ اور نائب شرف ہوئے شرف جس کے آپ نائب تھے۔ وہ بھی بالیاقت آدمی تھا۔ ایک روز شرف بات کرتا تھا۔ اور مولانا رضی الدین مسکراتے تھے۔ شرف نے دوات آپ کی طرف پھینکی۔ اور وہ منحرف ہوگیا۔ مولانا وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا میں جاہلوں میں نہیں بیٹھنا چاہتے۔ پھر اور کبھی آمدنی کا ذریعہ بڑھ گیا۔ کول کے حاکم کے لڑکے کو پڑھایا کرتے تھے۔ اور سو اشرفیاں وہاں سے ملتیں۔ اسی پر قناعت کرتے۔ وہاں سے حج کے لئے گئے۔ اور بغداد پہنچ کر پھر دہلی پہنچے۔ ان دنوں دہلی میں بڑے بڑے عالم موجود تھے۔ علوم میں ان سب کے مساوی تھے۔ اور علم حدیث میں سب سے ممتاز۔ کوئی شخص آپ کے مقابلے کا نہ تھا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ کا کام ایک حدیث نے ہی بنا دیا۔ وہ اس طرح وقوع میں آیا۔ کہ جب آپ کول سے حج کے لئے روانہ ہوئے تو ایک پاپوش خرید کر پہنی۔ جب ایک منزل طے کی۔ تو تھک گئے۔ تب جانا کہ پیادہ تو جا نہیں سکتے۔ اسی اندیشے میں تھے۔ کہ والی کول کا لڑکا آپ کو گھوڑے پر سوار واپس لانے کے لئے آیا۔ جب مولانا نے اسے گھوڑے پر سوار دیکھا۔ تو دل میں خیال آیا کہ اگر یہ گھوڑا مل جائے تو آسانی سے سفر طے ہوگا۔ اسی فکر میں تھے کہ اس نے بہت منت و

وساطت کی۔ کہ آپ واپس چلیں۔ آخر جب آپ نے نہ مانا۔ تو عرض کی۔ کہ گھوڑا تو قبول فرمائیں۔
آپ نے وہ گھوڑا لے لیا۔ اور روانہ ہوئے۔ الغرض جب حج کر کے بغداد پہنچے۔ ایک محدث
تھا۔ جسے ابن زہری کہتے تھے۔ اس کے لیے لوگوں نے منبر بنایا ہوا تھا۔ جس پر چڑھ کر وہ حدیثیں بیان
کرتا۔ اور لوگ گرداگرد حسب لیاقت حلقے باندھے سنتے۔ ایک روز مولانا رضی الدین اس مجمعے میں گئے
اور سب سے دور کے حلقے میں بیٹھے۔ اس وقت ابن زہری یہ حدیث بیان کر رہے تھے۔ کہ موذن
سے موافقت کرنی چاہئے۔ یعنی جس طرح موذن کہے۔ اس وقت سننے والے کو بھی وہی الفاظ کہنے
چاہئیں۔ حدیث کا آغاز اسی لفظ سے کیا۔ اذا سکب المؤذن۔ سکوب یعنی گرانا۔ یعنی موذن کی
آواز جب تمہارے کانوں میں پہنچے۔ تو تم بھی اسی طرح کہو جس طرح وہ کہے۔ جب ابن زہری نے
یہ حدیث بیان کی۔ تو مولانا رضی الدین نے جہاں پر بیٹھے تھے آہستہ سے دوسروں کو کہا۔ کہ اذا سکت
المؤذن۔ یعنی جب موذن کلمہ کہہ کر چپ ہو جائے۔ تو پھر اسی طرح کہو۔ جس نے یہ سنا اس نے
دوسرے کو۔ دوسرے نے تیسرے کو ہوتے ہوتے ابن زہری نے سنا تو آواز دی کہ کس نے ایسا کہا ہے
مولانا رضی الدین نے کہا کہ میں نے کہا ہے۔ پھر ابن زہری نے کہا۔ کہ دونوں باتوں کے کچھ معنی ہیں
اب کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ دونوں باتیں باوجہ تھیں۔ جب اس مجلس سے اٹھے تو پھر کتابوں
میں دیکھا۔ دونوں باتیں با دلائل لکھی تھیں۔ لیکن اذا سکت زیادہ صحیح تھا۔ جب یہ خبر خلیفہ نے سنی۔ تو
مولانا رضی الدین کو بلا کر بڑی عزت کی۔ اور کچھ آپ سے پڑھا۔ القصہ جب وہاں سے دہلی آئے۔ بداؤں
میں آپ کا استاد صاحب ولایت اور بزرگ آدمی تھا۔ اس کے پاس حدیث کی ایک کتاب مخلص نام تھی
جو مولانا رضی الدین نے مانگی تھی۔ لیکن نہ دی تھی۔ اب جب علم حاصل کر کے دہلی آئے تو ایک یار کو کہا۔
کہ ایک مرتبہ استاد صاحب نے مجھے حدیث کی کتاب مخلص نہ دی تھی۔ اب اگر اس کتاب کو لکھنے والے
بھی آ جائیں تو میں انہیں پڑھا سکتا ہوں۔ یہ بات کسی نے آپ کے استاد تک پہنچا دی۔ اس نے کہا کہ
مولانا رضی الدین کا حج قبول نہیں ہوا۔ اگر قبول ہو جاتا۔ تو ایسی بات نہ کہتے۔ خواجہ صاحب یہ بیان کر
کے رو دیے۔ اور اس بزرگ کے اعتقاد کی تعریف کی۔ بعد ازاں کھانا لایا گیا۔ فرمایا مل کر کھاؤ۔ پھر یہ حکایت
بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ کچھ درویش شیخ بہاؤ الدین زکریا کی خدمت میں حاضر تھے۔ کھانا لایا گیا۔ تو شیخ
صاحب ہر ایک سے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوئے۔ ان میں سے ایک کو دیکھا۔ جو روٹی کو کھاتا۔ فرمایا سبحان اللہ

درویشوں میں صرف یہ درویش کھانا جانتا ہے ۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ثرید (شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگوئے ہوئے) کو دوسرے کھانوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے۔ جیسی مجھے تمام پیغمبروں پر اور عائشہ صدیقہؓ کو تمام عورتوں پر واللہ اعلم ۔

نماز باجماعت

اتوار کے روز چودھویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ نماز باجماعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اس بارے میں بہت غلو کر کے فرمایا۔ کہ اگر دو شخص ہوں تو بھی نماز باجماعت ادا کرنی چاہیئے۔ گو دو آدمیوں سے جماعت تو نہیں ہوتی۔ لیکن جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔ ان دونوں آدمیوں کا ایک قطار میں کھڑے ہونا چاہیئے ۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کرنی چاہی۔ مگر وہاں سوائے عبداللہ بن عباسؓ کے اور کوئی وہاں نہ تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ جب آنحضرت صلعم تکبیر تحریمہ میں مشغول ہوئے۔ تو عبداللہ بن عباسؓ پیچھے ہٹے۔ آنحضرتؐ نے نماز توڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنے ساتھ برابر کھڑا کیا۔ جب پھر نماز شروع کی۔ تو عبداللہ بن عباسؓ پھر پیچھے ہٹ آئے۔ بعد ازاں سرور کائنات حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ پیچھے کیوں ہٹتے ہو۔ عرض کی۔ مجھ میں کیا طاقت ہے۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کھڑا ہوں۔ آنحضرتؐ کو آپ کا حسن ادب بہت پسند آیا۔ آپ کے حق میں دعا فرمائی: اللھم فقھہ فی الدین (پروردگارا دین میں اسے فقیہ بنا)۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ صحابہؓ میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے بعد آپ ہی فقیہ تھے ۔

بعد ازاں ابن عبداللہ مسعودؓ کی نسبت فرمایا کہ ان تینوں عبداللہ کو عبادلہ ثلثہ کہتے ہیں وہ یہ ہیں۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ عبداللہ بن مسعودؓ۔ اور عبداللہ بن عمرؓ۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ کی بابت فرمایا۔ کہ آپ اوائل میں گڈریے تھے۔ ایک روز آپ جہاں پر بکریاں چرا رہے تھے۔ وہاں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ تشریف فرما ہوئے۔ آپ سے کچھ دودھ طلب کیا۔ آپ نے عرض کی۔ میں امین ہوں میں کس طرح۔ دودھ دے سکتا ہوں۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا۔ کہ یہ جناب حضرت رسالتمآب ہیں۔ میں آنجناب کا یار ہوں۔ اگر ایک بکری کا تھوڑا سا دودھ درویش کو دے دیگا۔ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ عرض کی میں امانت دار ہوں۔ مجھے دودھ دینے کی اجازت نہیں میں کیا کروں۔ بعد

ازاں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی گابھن بکری لاؤ۔ جب بکری لائی گئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پشت پر دست مبارک پھیرا۔ جس سے اس میں دودھ آگیا اور دوہ لیا۔ پھر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود کو فرمایا۔ کہ آؤ ہماری صحبت میں رہو۔ خواجہ صاحب نے فرمایا یہ عبداللہ بن مسعودؓ کوتاہ قد تھے۔ جن کے حق میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "کنیفۃ العلم" یعنی خزینۂ علم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پست قد تھے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ درویش لوگ جو چھوٹی تھیلی بیتے ہیں۔ اور جسے کنف کہتے ہیں غلط ہے وہ کنیف ہے۔ بعد ازاں آنحضرت صلعم عبداللہ بن مسعود کو کنیفۃ العلم پکارا کرتے۔ پھر ایک اور حکایت بیان کی کہ ایک شخص رئیس نامی شیخ قطب الدین بختیار قدس سرہٗ العزیز کا مرید ہوا۔ اس نے ایک رات خواب میں ایک گنبد دیکھا۔ جس کے ارد گرد بڑا ہجوم ہے۔ ایک شخص پست قد اندر باہر آتا جاتا ہے۔ یہ رئیس بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے پوچھا کہ گنبد میں کون ہے؟ اور اندر اور باہر جو آمد و رفت کرتا ہے وہ کون ہے معلوم ہوا کہ گنبد میں جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور وہ پست قد عبداللہ بن مسعودؓ ہیں جو لوگوں کی پیغام رسانی کرتے ہیں۔ میں نے عبداللہ بن مسعود کے پاس جا کر کہا۔ کہ اندر میری طرف سے جا کر عرض کرنا۔ کہ میں زیارت کا مشتاق ہوا۔ اندر جا کر یہ جواب لائے۔ کہ ابھی تجھ میں اس بات کی قابلیت نہیں۔ بختیار کاکی کو سلام کے بعد کہنا۔ کہ جو تحفہ درود ہر رات بھیجا کرتے تھے۔ وہ آج تین رات سے نہیں پہنچا۔ خیر تو ہے۔ جب میں جاگا۔ تو شیخ الاسلام قطب الدین نور اللہ مضجعہٗ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام بھیجا ہے۔ شیخ الاسلام سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔ کچھ اور بھی فرمایا ہے۔ عرض کی کہ یہ فرمایا ہے۔ کہ جو تحفہ ہر رات بھیجا کرتے تھے۔ آج تین رات سے نہیں پہنچا۔ کیا سبب ہے۔ خیر تو ہے۔ شیخ قطب الدین قدس سرہٗ العزیز نے اسی وقت اپنی منکوحہ کو بلا کر مہر اس کے حوالے کیا۔ اور اسے چھوڑ دیا۔ کیونکہ تین رات آپ نے نکاح وغیرہ میں صرف کی تھیں جس کے سبب وہ تحفہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ بھیج سکے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ شیخ قطب الدین طاب اللہ ثراہ ہر رات تین ہزار مرتبہ درود پڑھ کر سویا کرتے۔ شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی بابت فرمایا کہ ایک مرتبہ

شیخ بہاؤالدین زکریا شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ملتان میں تھے۔ کافروں کا لشکر ملتان کے قریب آپہنچا۔ ان دنوں ملتان کا حاکم قباچہ تھا۔ شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز نے ایک رات تیر قباچہ کو دیا۔ اور فرمایا کہ اس تیر کو دشمنوں کی طرف پھینک دو قباچہ نے ویسا ہی کیا۔ جب دن چڑھا۔ تو ایک بھی کافر نہ رہا۔ سب راتوں رات بھاگ گئے۔

ذکر تفسیر کشاف | بدھ کے روز چوبیسویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا تفسیر کشاف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ الحمد للہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ خواجہ حسن بصری الحمد للہ کے دال کی زیر سے پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ دال کی زیر للہ کے ملنے کے سبب ہے کیونکہ اس لام کی حرکت مبنی ہے۔ لیکن ابراہیمی قرأت کے مطابق دال کی زیر ہے۔ اور لام کی بھی زیر ہے یہ معلوم نہیں۔ کہ یہ ابراہیم نخعی ہے یا اور کوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ الغرض صاحب کشاف کی رائے ہے۔ کہ حسن بصری کی قرأت سے ابراہیمی قرأت اچھی ہے۔ اس واسطے کہ حسن بصری دال کی زیر للہ کے لام کی وجہ سے پڑھتے ہیں۔ یعنی لام کی زیر مبنی ہے اور نیز الحمد کا دال بھی مکسور ہے۔ لیکن ابراہیم الحمد کا دال مرفوع ہونے کے سبب لام کی زیر پڑھتے ہیں۔ کیونکہ الحمد کے دال کی حرکت عامل کے سبب سے ہے۔ اور جس اعراب کو عامل بدل دے وہ مبنی اعراب کی نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب نے اتنی تقریر کے بعد فرمایا۔ کہ میں نے یہاں سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ الحمد کی دال ایسے شخص کی طرح ہے جس کا کوئی پیر ہو۔ اور وہ اسے کے کہ یوں ہو۔ اور اس طرح ہو۔ اور للہ کا لام ایسے شخص کی طرح ہے۔ جس کا کوئی پیر نہیں۔ وہ جس طرح ہے۔ اسی طرح رہتا ہے۔

ذکر عقیدہ صاحب تفسیر کشاف | یہاں سے صاحب تفسیر کشاف کے عقیدے کے بابت گفتگو شروع ہوئی۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ افسوس باوجود اس قدر علوم اور روایات کے عقیدہ اس کا باطل تھا۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک کفر ہوتا ہے۔ ایک بدعت اور ایک نافرمانی یا گناہ۔ بدعت نافرمانی سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اور کفر بدعت سے بڑھ کر۔ بدعت کفر کے زیادہ نزدیک ہے۔

ذکر بدعت معصیت کشاف | بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں نے مولانا صدر الدین کرنی سے سنا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مولانا نجم الدین سنامی کے ہاں تھا

مجھ سے پوچھا۔ آج کل کس شغل میں ہو۔ میں نے کہا تفسیر کا مطالعہ کیا کرتا ہوں۔ پوچھا۔ کونسی تفسیر۔ کہا کشاف۔ ایجاز۔ اور عمدہ۔ مولانا نجم الدین نے فرمایا۔ کشاف اور ایجاز کو جلا دے۔ عمدہ ہی پڑھا کرو۔ مولانا صدر الدین فرماتے ہیں کہ مجھے یہ امر ناگوار گذرا۔ پوچھا۔ کیوں؟ فرمایا۔ شیخ شہاب الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات بھی ناگوار گزری۔ جب رات ہوئی تو تینوں کتب چراغ کے سامنے رکھ کر پڑھ رہا تھا۔ ایجاز اور کشاف نیچے تھیں۔ اور عمدہ اوپر اسی اثنا میں میں سو گیا۔ اچانک شعلہ پیدا ہوا۔ میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ کشاف اور ایجاز تو جل گئی ہیں۔ اور عمدہ سلامت ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ صدر الدین چاہتے تھے کہ نحو مفصل پڑھیں اس بارے میں اپنے والد بزرگوار سے عرض کی۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ آج کی رات صبر کرو۔ جب رات ہوئی۔ تو شیخ صدر الدین واقعہ میں کیا دیکھتے ہیں ایک شخص کو زنجیروں میں جکڑ ہوئے لئے جا رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہے۔ کہا یہ زمخشری صاحب مفصل ہے۔ اسے دوزخ میں لئے جا رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بیان قبر حضرت لوط علیہ السلام منگل کے روز ساتویں ماہ شعبان مذکور کو دست بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک نے یہ حکایت بیان کی۔ کہ ایک مرتبہ میں سفر کرتے کرتے اس سرزمین میں جا نکلا جہاں حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ وہ قبر بہت عظیم الشان اور بلند تھی وہاں کے لوگ ہماری زبان نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اور نہ ہم ان کی زبان سے آشنا تھے۔ القصہ چند روز بھوکے رہ کر جب وہاں پہنچے۔ تو انہوں نے جوار کی قسم کی کوئی چیز ہمارے لئے پکائی۔ اور اس پر دودھ ڈالا۔ ہم بھوکے تو تھے ہی۔ بڑے شوق سے کھائی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ایسے آدمی ایسے مقام پر ایسی قوم سے تنگ آتے ہیں۔ اس حکایت کا بیان کرنے والا کچھ حلوا گر رلایا تھا۔ اس کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں نے مولانا عزیز زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ میں اور مولانا برہان الدین کالی جو ان دنوں دہلی کے نائب قاضی تھے۔ ابتدا میں ایک ہی جگہ تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مولانا برہان الدین کو دو اشرفیاں ملیں۔ کہا ایک اشرفی سے میں قرآن شریف خریدتا ہوں۔ اس نیت سے کہ میں صاحب نصاب ہو جاؤں۔ یعنی دولت مند ہو جاؤں۔ انہوں نے ویسا ہی کیا۔ ایک اشرفی کا قرآن شریف خرید لیا۔ شاید اسی دن جمال الدین نیشاپوری سپہ سالار کے ہاں جو اس وقت دہلی کے

کوتوال تھے۔ گئے کھانا لایا گیا۔ اس میں حلوا گندر بھی تھا۔ کوتوال نے وہ حلوا مولانا برہان الدین کے سامنے رکھ دیا۔ اور پوچھا۔ کہ یہ حلوا کیسا ہے۔ مولانا برہان الدین نے فرمایا۔ کہ طالب علم خشک روٹی کو اس طرح کھاتے ہیں جیسا حلوا گندر کو۔ آپ یہ فرمائیں کہ حلوا گندر کھایا کس طرح جاتا ہے۔ کوتوال کو یہ بات بہت ہی اچھی معلوم ہوئی۔ ایک شخص کو حکم دیا۔ کہ بیس یا تیس اشرفیاں لاکر مولانا برہان الدین کو دے دو۔ غرض مولانا کے ہاں اس کے بعد بہت سامال جمع ہو گیا۔ اور دہلی کے نائب قاضی بھی بنے ۔

جمعہ کے روز ماہ رمضان کی آخری تاریخ سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ عدل اور ظلم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ کا معاملہ خلقت کے ساتھ دو طرح کا ہے اور خلقت کا معاملہ آپس میں تین طرح کا۔ اللہ تعالےٰ کا معاملہ حلق سے یا عدل ہے یا فضل۔ لیکن خلقت کا آپس میں یا عدل ہے یا فضل یا ظلم۔ اگر لوگ آپس میں عدل یا فضل کریں۔ تو اللہ تعالےٰ ان پر اپنا فضل کرتا ہے۔ لیکن اگر آپس میں ظلم کریں۔ تو اللہ تعالےٰ ان سے عدل سے پیش آتا ہے۔ جس سے اللہ تعالےٰ عدل سے پیش آتا ہے۔ وہ عذاب میں گرفتار ہوتا ہے۔ خواہ پیغمبر وقت ہی کیوں نہ ہو۔ اس بات پر بندے نے عرض کی۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ قیامت کے دن مجھے اور میرے بھائی عیسیٰؑ کو دوزخ میں بھیج دے تو عدل ہی کرے گا۔ فرمایا۔ بیشک۔ تمام جہان اس کی ملکیت ہے۔ جو اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے۔ وہ ظلم نہیں کرتا۔ ظلم تو اسے کہتے ہیں۔ جو غیر کی ملکیت میں تصرف کیا جائے ۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اشعریہ مذہب میں اسی طرح ہے۔ کہ یہ بات جائز ہے۔ کہ حق تعالےٰ مومن کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رکھے۔ یا کافر کو ہمیشہ کے لئے بہشت میں رکھے۔ کیونکہ وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے۔ لیکن ہمارے مذہب میں ایسا نہیں۔ اس واسطے کہ حق تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کہ نادان دانا کے برابر نہیں اور اندھا بینا کے برابر نہیں۔ اسی طرح اور مثالیں بیان فرمائی ہیں جب اس کی حکمت سے یہ واجب ہے۔ کہ مومن بہشت میں جائے اور کافر دوزخ میں۔ اس واسطے کہ وہ حکیم ہے۔ حکمت کے موافق کام کرتا ہے۔ جیسے کسی شخص کے پاس مال ہو تو جس طرح وہ چاہے خرچ کرے۔ اگر وہ اپنے مال کو کنوئیں میں بھی پھینک دے۔ تو بھی حکمت سے خالی نہ ہوگا ۔

بعد ازاں فرمایا۔ اگر کوئی مومن بغیر توبہ کئے مر جائے تو تین باتوں کا احتمال ہو سکتا ہے ممکن

ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ایمان کی برکت سے اسے بخش دے یا اپنے فضل سے اسے بخش دے یا کسی کی شفاعت سے اسے بخش دے۔ اگر دوزخ میں بھی ڈالے گا۔ تو اس کے گناہوں کے مطابق اسے عذاب کر کے آخر کار بہشت میں بھیج دے گا۔ لیکن ہمیشہ کے لیے دوزخ میں نہیں رکھے گا۔ کیونکہ وہ دنیا سے باایمان گیا ہے ❖

مختلف حکائیتیں

ہفتے کے روز گیارہویں ماہ شوال سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس روز میں اپنا غلام بشیر نام ہمراہ لے گیا۔ اور عرض کی۔ کہ یہ غلام نماز ادا کرتا ہے۔ اور مدت سے مجھے کہہ رہا ہے کہ مجھے خواجہ صاحب کی خدمت میں لے چلو۔ تاکہ بیعت کی دولت نصیب ہو۔ چونکہ خواجہ صاحب کی مہربانی اور شفقت عام تھی۔ یہ بات قبول فرمائی۔ بعد ازاں پوچھا۔ کہ کیا تو اسے مرید ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ میں نے عرض کی۔ جناب میں اجازت دیتا ہوں۔ بعد ازاں اسے دست بیعت فرمایا۔ اور کلاہ عطا فرمائی۔ اور اسے حکم کیا۔ کہ جا کر دوگانہ ادا کر آؤ۔ جب یہ غلام چلا گیا تو خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ اس سے پہلے ایک درویش نہایت مکلف خرقہ پہنے شیخ علی سنجری علیہ الرحمہ خانقاہ میں آیا۔ مگر وہ درویش ہر جگہ دق کرتا تھا۔ شیخ علیؒ نے اسے فرمایا۔ کہ چونکہ تو اس خانقاہ میں رہتا ہے۔ لہٰذا بھیک نہ مانگا کر۔ میں تجھے دوں گا۔ جس سے تو فارغ البالی سے زندگی بسر کرے گا۔ یہ کہہ کر اسے پانچ سو جیتل عنایت فرمائے۔ اس درویش نے اس پانسو جیتل سے سودا کیا۔ تھوڑے عرصے میں تیس اشرفیاں بن گئیں۔ پھر تیس اشرفیوں کا مال خریدا تو سو ہو گئیں۔ ان سو سے ایک غلام خریدا۔ شیخ علیؒ نے فرمایا کہ ان غلاموں کو غزنی لے جاؤ۔ تاکہ تجھے زیادہ فائدہ ہو۔ درویش نے ایسا ہی کیا۔ اس کے پاس نہایت معتبر ایک غلام تھا۔ اسے کہہ کر۔ تو میرا مرید ہو جا۔ غلام اس کا مرید بن گیا۔ درویش نے اس کا سر مونڈا۔ اور کلاہ اس کے سر پر رکھ کر کہا۔ کہ یہ کلاہ سیدی احمدؒ کی ہے۔ شاید اس درویش کا تعلق اس خاندان سے ہو گا۔ الغرض جب غزنی پہنچا۔ تو غلاموں کو فروخت کر دیا۔ باقی وہ غلام رہ گیا۔ اس کے بھی خریدار تھے۔ درویش نے کہا میں اسے کس طرح بیچوں۔ یہ تو میرا مرید ہے الغرض اس کے خریدنے میں لوگوں نے بہت غلو کیا۔ قیمت چوگنی ہو گئی۔ درویش کی نیت بدل گئی اور اس کے بیچنے پر راضی ہو گیا۔ جب سوداگروں نے غلام کو خریدنا چاہا۔ تو اس نے آبدیدہ ہو کر درویش کو کہا۔ کہ خواجہ! جس دن میں ترا مرید ہوا تھا۔ اور تو نے میرے سر پر کلاہ رکھی تھی۔ تو یہ کہا تھا کہ یہ کلاہ

سیدی احمد کی ہے اب تو مجھے فروخت کرتا ہے۔ سو قیامت کے دن میرے اور سیدی احمد کے مابین جھگڑا ہوگا۔ جب غلام نے یہ کہا۔ تو خواجہ نرم دل ہو گیا۔ حاضرین کو کہا۔ آپ گواہ رہیں میں نے اس غلام کو آزاد کیا۔ جب خواجہ صاحب یہاں تک بات ختم کر چکے۔ تو میں نے عرض کی کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا۔ خواجہ صاحب نے نہایت خوش ہو کر فرمایا۔ کہ بہت اچھا کیا ہے۔ ایسا ہی واجب تھا جیسا تو نے کیا ہے۔ بعد ازاں نہایت شفقت اور مرحمت سے اپنے مبارک سر سے کلاہ اتار کر میرے سر پر رکھی۔ الحمد للہ رب العالمین ⁂

جمعرات کے روز ستائیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خرچ کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ جب کسی کے پاس دنیا کا زر و مال آئے۔ تو اسے خرچ کرنا چاہئے اور جب اس سے منہ پھیر لے۔ تو بھی راہ خدا میں صرف کرے۔ کیونکہ اس نے تو چلے ہی جانا ہے بہتر ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے صرف کرے ⁂

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ نے انہیں معنوں کو اس عبارت میں بیان کیا ہے کہ جب آئے تو وہ کیونکہ کم نہیں ہو جائے گا۔ اور جب جانے لگو تو محفوظ نہ رکھو۔ کیونکہ ہاتھ نہیں آئیگا۔

فرمان خدا کے کلام کے بارے میں

منگل کے روز پندرہویں ماہ ذالحجہ سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ مردان خدا جو کھانا کھاتے ہیں ان کی نیت حق کی ہوتی ہے ⁂

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز عوارف میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک درویش کھانا کھاتے وقت جو لقمہ اٹھاتا یہ کہتا و اخذت باللہ۔ میں نے اللہ کے نام پہ لقمہ اٹھایا ہے ⁂

سوموار کے روز اکیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ پوچھا شہر سے گئے ہو چھاؤنی سے۔ میں نے عرض کی چھاؤنی سے۔ اب تو رہتا بھی وہیں ہوں۔ پوچھا کبھی شہر بھی جاتے ہو۔ عرض کی بہت کم دس بارہ دن کے بعد جاتا ہوں۔ زیادہ تر چھاؤنی میں رہتا ہوں۔ اور جمعہ کی نماز بھی کیلو کھری مسجد میں ادا کرتا ہوں۔ فرمایا بہتر ہے کیونکہ چھاؤنی کی آب و ہوا شہر کی نسبت اچھی ہوتی ہے۔ شہر کی آب و ہوا گندی اور بدبودار ہوتی ہے۔ اس بارے میں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جس طرح بعض وقتوں کو بعض وقتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ جیسا کہ عید کے دنوں کو باقی دنوں پر۔ اسی طرح مکان مکان میں فرق ہوتا

ہے۔ بعض میں راحت زیادہ ہوتی ہے۔ بعض میں کم۔ لیکن درویش کو چاہیئے کہ ان باتوں کا خیال نہ کرے۔ نہ خوشی سے خوش ہو نہ غمی سے غمناک۔ یہ حالت اس شخص کی ہوتی ہے۔ جو دنیا و مافیہا کو ترک کر دے۔ بات کرتے وقت درویش کا دل حق کی طرف مائل ہونا چاہیئے۔ اور زبان دل سے مدد کرے اور دل حق سے مدد طلب کرے۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے یہ کلمات شروع شروع میں مولانا عماد الدین سنامی سے سنے۔ ایک دفعہ میں سلطان کے حوض کی طرف گیا۔ وہ بھی وہاں موجود تھے۔ ایک ہی جگہ بیٹھے اور اس بارے میں گفتگو کی۔ مجھے خوش وقتی حاصل تھی۔ اس کے تین یا چار سال بعد پھر ایک ہی مقام میں اکٹھے ہوئے۔ لیکن پھر دیکھا۔ تو اس میں اس بات کا مس تک نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ فرمائی۔ کہ وہ خلقت میں مشغول ہو گیا تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ العزیز دہلی گئے اور تھوڑی مدت وہاں قیام کر کے جب روانہ ہوئے تو فرمایا کہ جب میں اس شہر میں آیا۔ تو خالص سونے کی طرح تھا۔ اب یہاں سے چاندی ہو کر چلا ہوں۔

پھر سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ میں اپنے کام میں حیران ہوں۔ اس واسطے کہ جو طاعت اور عبادت چاہیئے وہ میں نے کی نہیں۔ اور نہ درویشوں کے سے اوراد اور شغل مجھ میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن جب کبھی سماع سنتا ہوں۔ تو تھوڑی اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ یا جس وقت جناب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ اس وقت دنیا و مافیہا سے دل خالی ہوتا ہے۔ فرمایا کیا اس وقت دل تعلقات دنیوی سے خالی ہوتا ہے۔ عرض کی جناب اس وقت تو ہوتا ہے۔ فرمایا سماع کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہائم دوسرے غیر ہائم۔ ہائم اسے کہتے ہیں۔ کہ جب سماع کے وقت کوئی آواز یا شعر سنا جائے۔ اس سے بدن کو جنبش ہو۔ اسے ہائم کہتے ہیں اس کی تشریح نہیں ہو سکتی۔ غیر ہائم وہ ہے کہ جب سماع کا اثر ہو جائے تو اسے برداشت کرے۔ خواہ حضرت حق پر یا اپنے پیر پر یا کسی اور چیز پر جس کا خیال دل میں گزرے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فوائد الفواد

جلد چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ اوراق نورد مسطور اور یہ الواح سرور وحروف خواجہ بندہ نواز سلطان دار الملک وارث ملک المشائخ علی الاطلاق قطب الاقطاب عالم بالاتفاق نظام الحق والہدی والدین رحمۃ اللہ تعالےٰ آپ کو دیر تک زندہ رکھے اور مسلمانوں کو مستفیض کرے کے اشارات شاملہ اور کلمات کاملہ سے محرم ۷۱۱ھ سے لے کر جمع کئے ہیں ؎

لفظ متین خواجہ راحبل المتین گرفتہ ام	کس نرسد بچاہ غم جز بسبجی ایں رسن
گفتۂ شیخ کردہ شد جمع امید آنکہ حق	درگزراند از کرم گفتہ و گرد کردہ حسن

ابوہریرہؓ و حفظ احادیث

بدھ کے روز چوبیسویں محرم ۷۱۱ہجری کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی اس روز بندہ فوائد الفواد کی پہلی جلد حسب الحکم لایا۔ جب مطالعہ فرمایا تو بہت سراہا فرمایا۔ بہت اچھا لکھا ہے۔ درویشانہ لکھا ہے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ فتح خیبر میں ایمان لائے تھے جس کے بعد تین سال سے زیادہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم حالت حیات میں رہے ان سالوں میں ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ نے اس قدر حدیثیں جمع کیں۔ کہ سارے یاروں کی جمع کردہ حدیثوں سے کہیں زیادہ ہیں۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ابوہریرہؓ سے پوچھا۔ کہ آپ کو کس طرح اتنی حدیثیں تھوڑی مدت میں یاد رہیں۔ اور یاروں کو جو مدت سے آنحضرت صلعم کی خدمت بابرکت میں رہتے تھے۔ یاد نہ رہیں فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو ایک خاص کام پر لگایا ہوا تھا۔ میرا فرض یہ تھا۔ کہ جو حدیث سنوں اسے یاد رکھوں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں جو کچھ جناب کی زبان مبارک سے سنتا ہوں۔ یاد کر لیتا ہوں۔ لیکن بعض حدیثیں یاد نہیں رہتیں۔ فرمایا۔ اگر تو ساری حدیثیں یاد رکھنی چاہتا ہے۔ تو جب میں یاد کرا رہا ہوں۔ تو دامن پھیلا دیا کر اور جب میں ختم کر چکوں۔ تو آہستہ سے دامن لپیٹ کر اپنے سینے پر رکھ۔ اس طرح پر جو کچھ مجھ سے سنے گا۔ تجھے یاد رہے گا +

بعد ازاں فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی عمر میں صرف تین یا چار حدیثوں کی روایت کی ہے۔ اور عبداللہ بن عباسؓ نے دس سے کم کی۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے باوجود ایسا فقیہہ ہونے کے اپنی ساری عمر میں صرف ایک حدیث کی روایت کی ہے۔ اور وہ بھی جس دن کی مارے ہیبت کے رنگ زرد پڑ گیا۔ اور رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور دونوں کندھے مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگے۔ بعد ازاں کہا وسمعت رسول اللہ ... الخ حدیث بیان کرنے کے بعد کہا! ہذا اللفظ او معناہٗ

خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ بعض ذاکر جو حدیث کے بعد کہتے ہیں "ہذا اللفظ او معناہٗ" یہ یہیں سے شروع ہوا ہے +

یہاں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا صحابہ کرامؓ چار ہیں۔ اور عبادلہ ثلثہ۔ پھر علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یاروں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر بدیں الفاظ فرمایا۔ کہ افضلکم علی اقضیٰ تم میں سے افضل اور سب سے بڑھ کر قاضی علیؓ ہے۔ سب سے بڑھ کر بڑا قاضی وہی ہو سکتا ہے۔ سب سے زیادہ علم ہو +

نسبت موافقت صحابہ کرامؓ

بعد ازاں صحابہ کرامؓ کی موافقت کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مجمع میں ایک صحابی حاضر تھا۔ اور ایک شخص اس کے پیچھے بیٹھا تھا۔ وہ ہر مرتبہ یہ کہتا تھا۔ کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ ایک روز میں فلاں مقام پر تھا۔ اور میرے ساتھ ابوبکرؓ اور عمرؓ تھے۔ پھر فلاں مقام میں گیا۔ تو میں ابوبکرؓ اور عمرؓ تھے۔ اسی طرح چند مرتبہ اس نے یاد کیا۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں فلاں مقام پر تھا۔ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ میرے ہمراہ تھے۔ اس صحابی نے مڑ کر دیکھا۔ کہ کون یہ حکایت بیان کر رہا ہے۔ جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین علیؓ تھے +

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ عمرؓ نے فرمایا۔ کاش میں ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سینے پر کا ایک بال ہی ہوتا ⁂

ایک درویش کی حکایت

اتوار کے روز آٹھویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا ایک درویش کے بارے میں یہ فرمایا کہ وہ خدا کا پیارا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص دنیا کی آلودگی سے پاک رہو۔ وہی خدا کا پیارا ہے۔ اگر کوئی خدا کا پیارا دنیا سے ملوث ہو تو وہ خدا کا پیارا نہیں رہتا بعد ازاں یہ شعر پڑھا ؎

تا پاک نگردی بتو آتش ندہند تا خاک نگردی بتو آتش ندہند

ذکر خرابی لاہور بثبوت اختلاف تاریخ وغیرہ

بعد ازاں تاریخ وغیرہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ آج چاند کی اٹھائیسویں ہے نہ کہ انتیسویں یہاں سے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ سماور میں ستائیسویں رمضان کو چاند دیکھا گیا۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ اسی سال تین مہینے پے در پے انتیس دن کے تھے۔ بادل اور غبار کی وجہ سے چاند دکھلائی نہ دیا۔ اہل شہر نے ہر مہینہ تیس دن کا شمار کیا جب تین مہینے گزر گئے۔ تو ستائیسویں یا اٹھائیسویں ہی کو چاند دکھائی دیا پھر معلوم ہوا۔ کہ ہم غلطی پر تھے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس کی خرابی سماور پر پڑی۔ اور دوسری شامت یہ آئی۔ کہ انہیں دنوں سماور کے بعض سوداگر گجرات کی طرف گئے۔ ان دنوں گجرات ہندوؤں کے قبضے میں تھی۔ الغرض جب ہندوؤں نے ان سوداگروں کا اسباب خریدنا چاہا تو انہوں نے دگنی قیمتیں بتائیں۔ لیکن فروخت کرتے وقت بتائی ہوئی قیمت کا نصف لیا۔ وہاں کے ہندوؤں کی یہ عادت تھی۔ کہ جو اسباب فروخت کیا کرتے تھے۔ اس کی قیمت ٹھیک ٹھیک بیان کرتے تھے اور اسی ایک ہی بھاؤ فروخت کیا کرتے۔ الغرض جب انہوں نے سوداگروں کا یہ معاملہ دیکھا۔ تو ایک نے پوچھا کہ تم کس شہر کے ہو؟ کہا سماور کے۔ اس ہندو نے پوچھا۔ کیا تمہارے شہر میں اسی طرح سودا کرتے ہیں۔ کہا اسی طرح۔ بعد ازاں اس ہندو نے پوچھا۔ کیا وہ شہر آباد ہے۔ کہا ہاں۔ ہندو نے کہا۔ جس شہر میں ایسا معاملہ ہو۔ وہ تو آباد نہیں رہ سکتا۔ القصہ جب سوداگر گجرات سے پلٹے۔ تو اثنائے راہ میں انہوں نے سنا۔ کہ کافروں نے سماور کو برباد کر ڈالا ہے ⁂

دعویٰ کرامت کرنیوالوں کے بیان میں

منگل کے روز بارہویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو کرامت کا دعوے کرتے ہیں۔ اور اپنے تئیں کشف میں مشہور کرتے ہیں۔ فرمایا اس بات کی کچھ وقعت نہیں ہے فرض اللہ تعالےٰ علےٰ اولیاءہ کتمان الکرامت کما فرض علی

ذکر آنہائی کہ بکشف خود را معروف گردانند

انبیاء اظہار المعجزۃ ۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے اولیاء پر کرامت کا پوشیدہ رکھنا ایسا ہی فرض ہے جیسا نبیوں پر معجزوں کا ظاہر کرنا۔ پس اگر کوئی ولی اپنی کرامت ظاہر کرے تو گویا اس نے فرض کی ترک کی ۔

سلوک را صد مرتبہ نہادہ اند

بعد ازاں فرمایا کہ سلوک کے سو مراتب مقرر کئے ہیں۔ جن میں سے سترواں مرتبہ کشف و کرامت کا ہے۔ اگر سالک اس مرتبے میں رہ جائے تو باقی کے تمام مراتب کس طرح حاصل کرے گا ۔

ذکر خدمت مہمان

پھر خدمت کرنے کے بارے میں گفت گو شروع ہوئی۔ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ساقی القوم اٰخرھم شربا ۔ یعنی جو لوگ قوم کو پانی دیتے ہیں۔ انہیں خود سب سے پیچھے پینا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ کھانا کھانے میں بھی ایسا ہی کرنا واجب ہے دوسروں سے پہلے کبھی نہیں کھانا چاہئے ۔

بعد ازاں فرمایا کہ میزبان کو واجب ہے کہ اپنے مہمان کے ہاتھ دھلانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھوئے۔ کیونکہ پہلے اپنے ہاتھ صاف ہوں۔ پھر دوسروں کے دھلائے۔ اور پانی پیتے وقت پہلے اوروں کو پلائے۔ اور بعد میں آپ پیئے ۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس بارہ میں بزرگوں نے کہا ہے کہ جو ہاتھ دھلائے۔ کھڑا ہو کر دھلائے

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک شخص شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہاتھ دھلانے کے لئے حاضر ہوا۔ اور بیٹھ گیا جب بیٹھا تو شیخ صاحب خود اٹھ کھڑے ہوئے۔ پوچھا کیوں۔ فرمایا۔ اسے واجب تھا۔ کہ کھڑا ہو کر ہاتھ دھلاتا۔ چونکہ وہ بیٹھ گیا ہے۔ اب مجھے واجب ہے کہ کھڑا ہو جاؤں ۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ امام شافعیؒ امام مالکؒ کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے۔ امام مالکؒ

نے امام شافعیؒ کے ہاتھ دھلائے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ امام شافعیؒ رحمۃ اللہ علیہ کسی دوست کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے۔ اس دوست نے جو کھانا تیار کرنا تھا۔ اس کی چیزوں کی فہرست کاغذ پر بنائی اور لونڈی کو کہا۔ کہ جو کھانا میں نے اس کاغذ پر لکھ دیا ہے۔ وہ ضرور تیار کرنا۔ یہ کہہ کر خود کسی کام کے لئے باہر چلا گیا۔ امام شافعیؒ نے لونڈی سے کاغذ لے کر اپنے حسب منشاء اور اس میں کھانے درج کر دیئے۔ جب لونڈی نے کاغذ دیکھا۔ تو جو کھانے امام شافعیؒ نے اور لکھ دیئے تھے وہ بھی پکائے۔ جب گھر کا مالک آیا۔ اور کھانا چنا گیا۔ تو کھانا بہت دیکھ کر جا کر لونڈی سے وجہ پوچھی۔ اس نے کاغذ دکھلا دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ امام شافعیؒ نے خود اپنے حسب منشاء اور کھانے اس میں درج کر دیئے ہیں۔ تو بہت ہی خوش ہوا۔ اور اس لونڈی کو مع چھوٹے چھوٹے غلاموں کے آزاد کر دیا۔

پھر ضیافت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ بغداد میں ایک درویش تھا۔ جس کے دسترخوان پر ہر روز ایک ہزار دو سو پیالے کھانے کے خرچ ہوتے۔ اور جس کے اٹھارہ باورچی خانے تھے۔

الغرض ایک روز خدمت گاروں کو پوچھا کہ کھانا تقسیم کرتے وقت کسی کو بھول تو نہیں جاتے ہو۔ کہا نہیں۔ ہم سب کو کھانا دیتے ہیں۔ پھر شیخ نے پوچھا۔ کہ سوچ کر کہا ہم کسی کو نہیں بھولتے سب کو کھانے کے وقت بلا لیتے ہیں۔ اور جسے دینا ہوتا ہے۔ دیتے ہیں۔ پھر شیخ نے کہا۔ کہ اس کام میں فروگذاشت نہیں کرنی چاہیئے۔ خدمتگاروں نے کہا۔ شیخ صاحب کو یہ بات کس طرح معلوم ہو گئی۔ فرمایا آج تین دن سے مجھے کھانا نہیں ملا۔ چونکہ باورچی خانے زیادہ تھے۔ اس لئے وہ اس خیال میں رہتے کہ شاید دوسرے باورچی خانے سے شیخ صاحب کو کھانا پہنچ گیا ہو گا۔ ہر ایک یہی جانتا تھا۔ کہ کسی اور باورچی خانے سے کھانا مل گیا ہو گا۔ جب تین دن اس طرح گزر گئے تو شیخ نے یہ بات ظاہر کی۔

پھر سلطان کے حوض کی بانی کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہتے ہیں کہ سلطان شمس الدین کو وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا۔ کہا مجھے اس حوض کے عوض کے بخش دیا۔

شیخ نصیر الدین کی حاضری بدھ کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس سے ایک دن پہلے یعنی منگل کو نصیر الدین محمود سے جو مرید خوش الاعتقاد تھے۔ مشورہ کیا۔ کہ کل آخری بدھ ہے۔ جسے لوگ منحوس خیال کرتے ہیں۔ آؤ ہم خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں کہ وہاں تمام نحوستیں سعادت سے بدل جائیں گی۔ القصہ بدھ کو میں اور وہ حاضر خدمت ہوئے۔ اور منگل

ذکر چہار شنبہ نوری کا واقعہ بیان کیا۔ مسکرا کر فرمایا۔ ہاں لوگ اس دن کو منحوس خیال کرتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ یہ دن بہت ہی باسعادت ہے۔ اور اس قدر مسعود ہے۔ کہ اگر کوئی بچہ اس روز پیدا ہو۔ تو وہ بہت ہی بزرگ ہوتا ہے ؎

ذکر تغیر مزاج پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ بعض کا مزاج جلدی بگڑ جاتا ہے۔ فرمایا جس کی طبع لطیف ہو۔ وہ جلدی برہم ہو جاتا ہے۔ اس مضمون کے مناسب مولانا فخر الدین رازی کی یہ رباعی پڑھی۔ **رباعی**

آنم کہ بہ نیم ذرہ ناخوش گردم وز نیمہ نیم ذرہ دلکش گردم
از آب لطف تر مزاجے دارم!! دریاب مرا وگرنہ آتش گردم

ذکر تغیر قلوب الملوک پھر بادشاہوں کے مزاج کے تغیر کی بابت فرمایا۔ کہ کلمات قدسی میں سے ایک یہ ہے۔ کہ قلوب الملوک بیدی، رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہے۔ یعنی جب خلقت اللہ تعالےٰ سے راہ راست پر چلتی ہے۔ تو میں ان کے دلوں کو نرم کر دیتا ہوں۔ اور جب راستے پر نہ ہو۔ تو ان کے دلوں کو سخت کر دیتا ہوں ؎

بعد ازاں فرمایا کہ نظر وہاں پر رکھنی چاہیے۔ اور ہر عزم وہیں سے خیال کرنی چاہیے۔ اس مضمون کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جن دنوں قباچہ ملتان کا حاکم تھا۔ اور سلطان شمس الدین دہلی کا بادشاہ ان میں باہم دشمنی ہو گئی۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور ملتان کے قاضی نے سلطان شمس الدین کی طرف خط لکھے۔ وہ خط قباچہ کے ہاتھ لگے۔ جنہیں دیکھ کر وہ بہت برافروختہ ہوا۔ قاضی کو مروا ڈالا۔ اور شیخ صاحب کو گھر بلایا۔ شیخ صاحب حسب معمول بے دھڑک اندر چلے گئے۔ اور قباچہ کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ قباچہ نے آپ کا خط آپ کے ہاتھ میں دیا۔ شیخ صاحب نے مطالعہ

کرکے فرمایا۔ ہاں میں نے ہی لکھا ہے۔ اور سچ لکھا ہے۔ جو تیری مرضی ہے کر۔ تو خود کر ہی کیا سکتا ہے قباچہ نے جب یہ سنا تو سوچ میں پڑ گیا۔ اشارہ کیا۔ کہ کھانا لاؤ۔ معمول یہ تھا کہ شیخ صاحب کسی کے ہاں کھانا نہیں کھایا کرتے تھے۔ قباچہ کا منشا یہ تھا۔ جس وقت کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس وقت تکلیف دوں گا۔ جب کھانا لایا گیا۔ تو سب نے کھانا شروع کر دیا۔ شیخ صاحب نے بسم اللہ کرکے کھانا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر قباچہ کی ناراضگی دور ہو گئی۔ اور شیخ صاحب سلامت گھر آئے۔ میرے دل میں (مؤلف کتاب) مدت سے ایک بات تھی۔ جس کے عرض کرنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ وہ یہ تھی کہ اگر کوئی مرید ہو۔ جو پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہو۔ لیکن درود وغیرہ بہت کم کرتا ہو۔ مگر شیخ کی محبت اس کے دل میں بہت ہو۔ اور پیر پر اس کا اعتقاد نہایت پکا ہو۔ اور دوسرا مرید جو طاعت و تسبیح اور اوراد وغیرہ بہت کرتا ہو۔ اور اس نے حج بھی کئی کئے ہوں۔ لیکن اس کا اعتقاد پیر کے حق میں درست نہ ہو۔ تو ان میں سے مرتبے میں کون افضل ہے۔ فرمایا۔ جو پیر کا محب اور معتقد ہے اس کا مرتبہ دوسرے سے افضل ہے ✦

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو پیر کا محب ہو اور معتقد ہے۔ اس کا ایک وقت دوسرے کے سارے وقتوں کے برابر ہے ✦

حکایت زاہد کی کہ در بنی اسرائیل بود

بعد ازاں فرمایا کہ بعض کا تو یہ مذہب ہے۔ کہ اولیاء کو انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔ اس واسطے کہ انبیاء تر لوگوں میں مشغول رہتے ہیں۔ لیکن یہ مذہب باطل ہے۔ کیونکہ اگرچہ انبیاء لوگوں میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر بھی جس وقت حق میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ وقت اولیاء کے تمام وقت پر شرف رکھتا ہے۔ اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا۔ جس نے ستر سال اللہ تعالےٰ کی عبادت کی۔ ستر سال بعد اسے کوئی ضرورت پیش آئی۔ وہ حاجت اللہ تعالےٰ سے طلب کی لیکن روا نہ ہوئی ✦

بعد ازاں ایک گوشے میں جا کر نفس سے جھگڑنا شروع کیا۔ کہ اے نفس تو نے ستر سال اللہ تعالےٰ کی عبادت کی۔ بیشک تیری طاعت میں اخلاص نہ ہوگا۔ اگر اخلاص ہوتا تو ضرور حاجت پوری ہو جاتی جب وہ اپنے نفس سے جھگڑ رہا تھا۔ تو پیغمبر وقت کو حکم ہوا۔ کہ اس زاہد کو کہو کہ تیرا نفس کے ساتھ جھگڑنا اس ستر سالہ عبادت سے بڑھ کر ہے ✦

معافی عرس و بزرگ مشائخ

منگل کے روز سترہویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو قدمبوسی کا

شرف حاصل ہوا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرس کے معنی پوچھے۔ فرمایا عرس کے معنی عروس کرنے کے ہیں۔ اور عرس کے معنی رات کے وقت قافلہ کا ڈیرا جمانا ہے۔ پھر مشائخ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز ان کے صدق اور نگاہداشت فرمان پیر اور طلب حق کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک دفعہ شیخ نجیب الدین متوکل نے شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز سے سوال کیا کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ جس وقت آپ نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد یا رب کہتے ہیں۔ تو لبیک عبدی کی آواز سنتے ہو۔ فرمایا نہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ الاراجات افواہ مقدسۃ السکوانؔ؛ جھوٹی خبریں اڑائی۔ ہوئی خاموشی کا پیش خیمہ تھیں۔ یعنی جھوٹ ہے۔ بعد ازاں شیخ نجیب الدین نے پوچھا۔ کہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے پاس آتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ بعد ازاں شیخ نجیب الدین نے پوچھا۔ کہ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس مردان غیب آتے ہیں۔ اس کا بھی جواب نفی ہی میں دیا۔ صرف اتنا فرمایا کہ تو بھی ابدال میں سے ہے۔ یہاں سے شیخ فریدالدین نور اللہ مرقدہٗ کی زندگی اور آپ کی والدہ بزرگی کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ والدین کی صلاحیت بچے پر بڑا اثر کرتی ہے۔

ذکر بزرگی والدہ بزرگوار شیخ کبیر علیہما الرحمۃ

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ کبیر کی والدہ صاحبہ بہت ہی بزرگ تھیں۔ ایک رات کوئی چور آپ کے گھر آیا۔ سب سوئے ہوئے تھے۔ صرف شیخ صاحب کی والدہ صاحبہ جاگتی تھیں۔ اور یاد الٰہی میں مشغول تھیں۔ جب چور آیا۔ تو اندھا ہو گیا۔ باہر نہیں جا سکتا تھا۔ آواز دی۔ کہ اگر کوئی مرد گھر میں ہے۔ تو وہ میرا باپ ہے۔ اور اگر عورت ہے۔ تو میری ماں بہن ہے۔ جو بھی ہے۔ اس کے خوف نے مجھ پر اثر کیا ہے۔ اور میں اندھا ہو گیا ہوں۔ اب جب تک میں زندہ رہوں گا چوری نہیں کروں گا۔ شیخ صاحب کی والدہ صاحبہ نے دعا کی۔ وہ بینا ہو گیا۔ اور چلا گیا۔ جب دن ہوا۔ تو شیخ صاحب کی والدہ نے کسی سے اس بات کا ذکر نہ کیا۔ ایک گھڑی بعد ایک شخص کو دیکھا کہ سر پر چھاچھ کا مٹکا دھرے اپنی بیوی کو ہمراہ لئے آیا۔ اس سے پوچھا۔ تو کون ہے۔ کہا میں اس رات اس گھر میں چوری کرنے آیا تھا۔ ایک بزرگ عورت یہاں بیدار تھی۔ میں اس کی ہیبت سے اندھا ہو گیا۔ پھر اس نے دعا کی تو میں بینا ہوا۔ میں نے عہد کر لیا تھا کہ جب میں بینا ہو جاؤں گا۔ تو پھر کبھی چوری نہیں کروں گا۔ اب میں خود بھی آیا ہوں۔ اور اپنی بیوی کو بھی ہمراہ لایا ہوں۔ تاکہ ہم مسلمان ہو جائیں۔ الغرض اس عورت کی برکت سے سارے مسلمان ہو گئے۔

اور چوری سے بالکل توبہ کی۔ الحمد للہ رب العالمین۔

بعد ازاں ایک اور حکایت اسی بارے میں بیان فرمائی کہ جن دنوں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز اجودھن میں سکونت پذیر تھے۔ ان دنوں شیخ نجیب الدین کو والدہ صاحبہ نے وہاں بلانے کے لئے بھیجا۔ شیخ نجیب الدین کو والدہ صاحبہ نے وہاں بلانے کے لئے بھیجا۔ شیخ نجیب الدین جاکر لائے۔ تو اثنائے راہ میں درختوں کی چھاؤں میں بیٹھے۔ پانی کی ضرورت ہوئی۔ شیخ نجیب الدین پانی کی تلاش میں گئے جب واپس آئے تو والدہ صاحبہ کو نہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ دائیں بائیں دیکھ بھال شروع کی۔ بہتیری کوشش کی۔ لیکن پتہ نہ ملا۔ حیران ہو کر شیخ کبیر کی خدمت میں آکر ماجرا بیان کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ کھانا پکاؤ۔ اور صدقہ دو۔ مدت بعد جب شیخ نجیب الدین کو پھر اس مقام پر جانے کا اتفاق ہوا۔ تو درختوں تلے اگر خیال آیا۔ کہ یہاں دیکھوں تو سہی۔ شاید والدہ صاحبہ کا نشان مل جائے۔ ایسا ہی کیا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے آدمی کی چند ہڈیاں ملیں۔ دل میں خیال کیا۔ شاید یہی والدہ صاحبہ کی ہڈیاں ہیں۔ شیر یا کسی اور درندے نے ہلاک کر ڈالا ہوگا۔ ساری ہڈیاں جمع کر کے تھیلے میں ڈالیں۔ اور شیخ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں لاکر سارا ماجرا بیان کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ تھیلی مجھے دکھاؤ۔ جب تھیلی جھاڑی۔ تو ایک ہڈی بھی نہ ملی۔ خواجہ صاحب جب اس پر پہنچے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ یہ بات عجائب روزگار سے ہے۔

ذکر ملاقات حضرت خضرؑ با حضرت قطب الاقطاب، خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز

پھر مردان غیب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شروع میں کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا۔ کہ لوگوں سے مل جل بیٹھوں پھر سوچتا کہ یہ کیسی خواہش ہے۔ کسی اور مصلحت کے درپے ہونا چاہئے۔ یہاں پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ شروع حال میں جب اوش میں تھے۔ اس شہر کے کنارے پر ایک غیر آباد مسجد تھی۔ اس مسجد کے ایک مینار کو ہفت منارہ کہتے تھے۔ تو آپ کو معلوم ہوا کہ ایک دعا ہے۔ جو اس مینار پر پڑھی جائے تو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی ہے۔ یہ دعا تو ایک تھی۔ لیکن اسے ہفت دعا کہتے تھے۔ ساتھ ہی اس کے ایک دوگانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ جو دوگانہ اس مسجد میں ادا کرے اسے بھی حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ الغرض شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کو اشتیاق ہوا۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھیں۔ ماہ رمضان کی ایک رات مسجد میں جاکر دوگانہ ادا کیا

اور اس منارے پر دعا بھی پڑھی۔ نیچے اترے تو ایک گھڑی ٹھہرے رہے۔ لیکن کوئی آدمی دکھائی نہ دیا۔ ناامید ہو کر مسجد سے نکلے تو ایک آدمی کو کھڑے دیکھا۔ اس نے آپ کو بلایا۔ اور کہا۔ کہ ایسے بے وقت یہاں کیوں آئے تھے۔ فرمایا میں یہاں خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے آیا تھا۔ دوگانہ ادا کر کے دعا بھی پڑھی لیکن یہ دولت نصیب نہ ہوئی۔ اب گھر جاتا ہوں۔ اس مرد نے پوچھا۔ تو خضر علیہ السلام کو کیا کرے گا۔ وہ تو تیری طرح ارا مارا پھرتا ہے۔ تو اسے دیکھ کر کیا کرے گا۔

اسی اثناء میں پوچھا کہ تو دنیا طلب کرتا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ نہیں۔ پھر پوچھا۔ کیا تو مقروض ہے۔ فرمایا نہیں۔ اس نے کہا تو پھر خضر کو کیا کرے گا۔ پھر اس مرد نے کہا کہ اس شہر میں ایک مرد ہے۔ کہ خضر اس کے دروازے پہ بارہ مرتبہ گیا ہے۔ لیکن اندر جانا نصیب نہیں ہوا۔ وہ انہیں باتوں میں تھے۔ کہ ایک مرد نورانی صورت پاکیزہ لباس پہنے نمودار ہوا۔ اس مرد نے اس کی بڑی تعظیم کی اور اس کے پاؤں پر گر پڑا۔ قطب الدین قطب اللہ ثراہُ نے فرمایا۔ کہ جب وہ مرد میرے پاس آیا تو پہلے مرد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ یہ درویش مقروض نہیں۔ اور نہ دنیا طلب کرتا ہے۔ صرف آپ کی ملاقات کا خواہشمند ہے۔

اسی اثناء میں نماز کی اذان سنی۔ ہر طرف سے درویش اور صوفی ظاہر ہوئے۔ اور تکبیر کہہ کے جماعت کی۔ ایک نے امام بن کر تراویح میں بارہ سیپارے پڑھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اور بھی زیادہ پڑھے۔ تو بہتر ہو گا الغرض جب نماز ختم ہوئی۔ تو انہوں نے اپنی اپنی راہ لی۔ میں اپنی جگہ پر آگیا۔ جب دوسری رات ہوئی تو میں سویرے ہی وضو کر کے اس مسجد میں جا بیٹھا۔ اور صبح تک وہیں رہا۔ کوئی آدمی نمودار نہ ہوا +

تحمل تجربہ وغیرہ میں

جمعہ کے روز بیسویں ربیع الاول سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ تحمل۔ تجربے اور لڑائی سے دور رہنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا دو چیزیں ہیں۔ ایک قلب دوسرے نفس۔ جب کوئی نفس سے پیش آئے۔ تو اس سے قلب سے پیش آنا چاہئے یعنی نفس میں دشمنی۔ غوغا۔ اور فتنہ ہے۔ اور قلب میں سکوت رضا اور نرمی۔ یعنی جب کوئی لڑے۔ تو اس سے نرمی سے پیش آئے۔ تاکہ نفس مغلوب ہو جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص نفس سے پیش آئے۔ اور دوسرا بھی نفس سے پیش آئے۔ تو پھر دشمنی کی کوئی حد نہیں رہتی۔ پھر تحمل اور حلم کی فضیلت میں یہ شعر پڑھا ؎

ز ہر بادے چو کاہے گر بلرزی ‏ ‏ ‏ اگر کوہے شوی گاہے نلرزی۔

فتوح قبول کرنے کے بارے میں | جمعرات کے روز چودھویں ماہ جمادی الآخر سن مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ فتوح کے قبول کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں نے کبھی کسی سے کوئی چیز نہیں مانگی۔ اگر کوئی بغیر مانگے کچھ دے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ لے لینی چاہئے ۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کوئی چیز عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! میرے پاس کچھ ہے۔ جناب یہ کسی فقیر کو عنایت فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو چیز بغیر مانگے تجھے ملے۔ اسے کھا بھی اور صدقہ بھی کر ۔

ثبات در ہر کار نفع میدہد | اتوار کے روز انتیسویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس بارے میں بات شروع ہوئی۔ کہ میری تنخواہ مدت سے رکی ہوئی تھی۔ جو مجھے ملی۔ جب خواجہ صاحب کو میری ملازمت اور ثابت قدمی معلوم ہوئی۔ تو فرمایا کہ کاموں میں ثابت قدمی اور انہیں ہمیشہ کرتے رہنا بڑے کام کی چیز ہے ۔

بعد ازاں فرمایا۔ شیخ الاسلام کے نواسے کبیر ملک نظام الدین کو قوال کے گھر آیا جایا کرتے تھے یہاں تک کہ نظام الدین کو قوال اس بات سے تنگ آگیا۔ اور کہدیا کہ آئندہ اس گھر میں نہ آنا۔ لیکن وہ کسی طرح نہ رکا۔ انہیں دنوں نظام الدین نے چھ اشرفیاں میرے پاس بھیجیں۔ جو میں نے نامنظور کیں اور واپس بھیجدیں۔ جب واپس گئیں۔ تو نظام الدین نے کبیر کو دیدیں ۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ ہر ایک کام کی ملازمت پھل دیتی ہے۔ پھر میری تنخواہ کے بارے میں فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل میں زاہد نے اللہ تعالےٰ کی بہت سال طاعت کی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے پیغمبر کے پاس وحی بھیجی۔ کہ اس شخص کو کہدے کہ طاعت کے لئے تو اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتا ہے۔ ہم نے تو تجھے ماتم پرسی کے لئے پیدا کیا ہے۔ جب پیغمبر نے یہ پیغام پہنچایا تو مارے خوشی کے چکر لگانے لگا۔ پیغمبر نے پوچھا۔ خوشی کا یہ کونسا موقع ہے۔ کہا۔ یار نے مجھے یاد تو کیا ہے ۔

او سخن از کشتنی من میکند   من بہ ہمیں خوشم کہ سخن میکند

بعد ازاں گل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو اسی اثناء میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ دشمنوں کی بیخ کنی کرنے میں بڑے متحمل اور بردبار تھے۔ بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جو قتل کرتا ہے۔ کرنے دو۔ آخر قتل کرنیوالا قاتل ہی ہے ؂

بعد ازاں میں نے عرض کی۔ کہ لوگ جو دعا پڑھتے ہیں۔ اعینونی عباد اللہ رحمکم اللہ، یہ کس طرح ہے میری اصلی غرض اس سے یہ تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے مدد طلب کرنا روا ہے یا نہیں۔ فرمایا دعا تو اس طرح ہے۔ لیکن اس میں عباد اللہ مسلمین مخلصین مضمر ہے۔ جائز ہے۔ کہ یہ دعا پڑھی جائے اور بزرگوں نے یہ دعا پڑھی ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل یہ دعا پڑھا کرتے تھے ؂

ذکر سبعات عشر برائے برآمدن حاجات ہر دو جہان

یہاں سے شیخ نجیب الدین کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ میں نے اس جیسا کوئی آدمی اس شہر میں نہیں دیکھا۔ اسے یہ معلوم نہ ہوتا۔ کہ آج دن کونسا ہے۔ یا مہینہ کونسا ہے۔ یا غلہ کسی بھاؤ بکتا ہے۔ یا گوشت کس نرخ پہنچے میں غرض کہ کسی چیز کی اسے واقفیت نہ تھی۔ صرف یاد الٰہی میں مشغول رہنا۔ بعد ازاں اس دعا کے بارے میں فرمایا۔ کہ حاجت برآری کے لئے سبعات عشر کا پڑھنا بھی آیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ کیا ہر روز وقت مقررہ پر پڑھنا چاہئے۔ فرمایا اگر کوئی دینی یا دنیاوی مشکل پیش آوے۔ تو اس نیت سے علیحدہ پڑھنی چاہئے۔ انشاء اللہ بفضل خداوہ مہم سرانجام ہوگی ؂

تراویح میں

ہفتہ کے روز پچیسویں ماہ مبارک رمضان کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تراویح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز لوگوں کے بارے میں جو قرآن شریف ختم کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک دفعہ ایک درویش خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں رات کو آیا۔ وہ رات شاید ماہ رمضان کی پہلی رات تھی۔ اس نے التماس کی کہ تراویح کی نماز کی امامت میں کرتا ہوں۔ شیخ صاحب نے اجازت دی۔ الغرض تیس راتوں میں تیس ہی مرتبہ قرآن شریف ختم کیا۔ شیخ صاحب ہر رات اس کے حجرے میں ایک روٹی اور ایک پانی کا کوزہ بھجوا دیتے۔ جب تراویح ختم ہوئی۔ اور عید ہوئی تو شیخ صاحب نے اسے الوداع کیا۔ جب وہ چلا گیا۔ تو حجرے میں آکر دیکھا۔ کہ تیس روٹیاں پڑی ہیں۔ صرف پانی کے کوزہ پر گزارہ کرتا رہا۔

ذکر امام اعظم

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ ماہ رمضان میں تراویح میں ایک مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے۔ اور ایک دن اور ایک رات کو کرتے۔ جو ل کر اکٹھ

ختم ہو جاتی ہے۔ یعنی ایک تراویح کا تیس دن کے اور تیس رات کے ۔ ٭

عید نوروز کے بیان میں | ہفتے کے روز گیارہویں ماہ ذالحج سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ان دنوں ایام تشریق تھے۔ میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جمعہ کے دن عید تھی۔ کچھ آپس میں مبارکباد کی ہے میں نے عرض کی کہ اس سے چار روز پہلے نوروز تھا میں نے ایک شعر کہا ہے۔ اس میں نوروز اور عید دونوں کا اکٹھا ذکر کیا ہے۔ یہ شعر سن کر بہت محظوظ ہوئے۔ اور فرمایا کہ ایک مرتبہ شمس دبیر شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور شیخ کی مدح میں کچھ شعر بنا کر لایا۔ اور پڑھنے کے لیے اجازت مانگی۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ پڑھو۔ اس نے اٹھ کر پڑھے۔ پھر فرمایا بیٹھ جا۔ فرمایا۔ پھر پڑھو۔ شمس دبیر نے پھر پڑھے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے قدس اللہ سرہٗ العزیز نے ہر ایک شعر کو بیان فرمایا۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ مشائخ کم شعر سنا کرتے ہیں۔ بخاص کر وہ اشعار جن میں ان کی مدح ہو۔ شیخ کے احوال کی کمالیت دیکھو۔ کہ سنے اور پھر تعریف بھی کی۔ الغرض یہ شعر سن کر فرمایا کہ تیرا مطلب کیا ہے۔ شمس دبیر نے عرض کی کہ تنگی ہے۔ میری ماں بوڑھی ہے۔ اس کی پرورش کرتا ہوں۔ شیخ صاحب نے فرمایا جاؤ شکرانہ لاؤ۔ یہاں پر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جس کام میں شیخ الاسلام کسی کام کو فرمایا کرتے۔ کہ جاؤ شکرانہ لاؤ وہ کام ضرور ہی ہو جاتا۔ الغرض شمس دبیر چلا گیا۔ اور چند چیتل لایا۔ ان دنوں چیتل پتروں کے ہوتے تھے۔ الغرض پچاس یا کم و بیش لا کر حاضر خدمت گئے۔ شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ العزیز نے فرمایا۔ کہ بانٹ دو ان میں سے چار میرے حصے بھی آئے۔ تب شیخ صاحب نے دعا کی۔ اور شمس دبیر کو فراخی اور منزلت حاصل ہوئی۔ چنانچہ سلطان غیاث الدین کے بیٹے کا دبیر مقرر ہوا۔ اس کا کام بن گیا۔ اگرچہ شیخ صاحب انتقال فرما گئے تھے۔ لیکن اس نے شیخ صاحب کے فرزندوں اور اہل بیت کی اتنی خدمت نہ کی۔ شاید اسے کسی نے جتلایا نہیں ٭

بعد ازاں شمس دبیر کے حسن اخلاق اور خوبی طبع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ میری اس سے رشتہ داری ہے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا۔ کبھی اس کے ساتھ مل کر بھی رہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ جن دنوں سلطان غیاث الدین لکھنوتی گیا۔ تو اس سفر میں لشکر کے ساتھ میں اور وہ خشکی اور تری میں اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا۔ کیا وہ تمہارا ہم قوم تھا۔ میں نے عرض کی۔ جناب وہ میرا ہم قوم تھا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ شمس دبیر نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

کے سوانح شیخ کبیر قدس اللہ سرہٗ العزیز سے پڑھے ۔

پھر فرمایا۔ کہ میں شمس دبیر اور شیخ جمال الدین ہانسوی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ اکٹھے ہی شیخ صاحب کی خدمت سے روانہ ہوئے اور چند منزلیں مل کر طے کیں پھر ایسے مقام پر پہنچے ۔ جہاں سے ایک راستہ سنام کو جاتا تھا۔ اور دوسرا امرمتی کو۔ جب ایک دوسرے کو وداع کیا۔ تو شیخ جمال الدین نے شمس دبیر کی طرف دیکھ کر یہ مصرع کہا۔ مصرع

اے یار قدیم راست مے روی !

اس وقت اس مصرعے سے ہم تینوں کو بڑا ذوق حاصل ہوا ۔

ذکر کرامت اولیاء جمعرات کے روز انتیسویں ماہ مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس سے مجھے کچھ فکر دامنگیر تھی۔ کہ شاید کسی نے آپ کی خدمت میں میری طرف سے بدظنی پیدا کی ہے۔ جب حاضر خدمت ہوا تو آپ نے پہلے ہی یہ بات فرمائی۔ کہ اگر کوئی کسی کے پاس کسی کی بدی کرے۔ تو ہمیں اس بات کی تمیز حاصل ہے۔ کہ وہ بات سچی ہے یا جھوٹی۔ یا اس میں کچھ لگاؤ رہا ہے۔ جب میں نے یہ بات سنی تو میرا دل خوش ہو گیا۔ میں نے عرض کی۔ کہ ہم خدمتگاروں کو اسی بات پر بھروسہ ہے۔ کہ آنجناب کا باطن ہی حاکم ہے ۔

ذکر کرامت اولیاء پھر اولیاء کی کشف وکرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو شیخ سعدالدین حمویہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ پیر بزرگ تھے۔ لیکن وہاں کا حاکم آپ کا چنداں معتقد نہ تھا۔ ایک روز وہ حاکم شیخ صاحب کی خانقاہ کے پاس سے گزرا تو دربان کو اندر بھیجا۔ کہ اس صوفی بچے کو باہر لاؤ۔ تاکہ میں اسے دیکھوں۔ دربان نے اندر جاکر پیغام پہنچایا شیخ نے اس کی بات پر توجہ بھی نہ کی۔ نماز میں مشغول ہوئے دربان نے باہر آکر صورت حال بیان کی۔ بادشاہ کی ناراضگی جاتی رہی۔ اندر آیا۔ تو شیخ صاحب تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بشاشت ظاہر کی۔ دونوں ایک ہی جگہ بیٹھے۔ پاس ہی ایک باغ تھا۔ شیخ سعدالدین نے فرمایا۔ کہ تھوڑے سے سیب لاؤ۔ جب لائے گئے۔ تو شیخ صاحب ٹکڑے کرکے خود بھی کھاتے اور بادشاہ کو بھی دیتے۔ اس تھال میں ایک سیب بہت بڑا تھا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا۔ کہ اگر شیخ میں کچھ کرامت اور صفائی ہے۔ تو وہ سیب اٹھا کر مجھے دے گا۔ جونہی اس کے دل میں خیال آیا۔ شیخ صاحب نے ہاتھ بڑھا کر وہ سیب اٹھا لیا۔ اور بادشاہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

کہ میں ایک مرتبہ سیر کرتے کرتے ایک شہر میں جا نکلا۔ وہاں پر کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کا مجمع ہے۔ اور ایک شخص کھیل رہا ہے۔ اس کھیل میں ایک گدھا ہے۔ جس کی آنکھیں ایک کپڑے سے بند ہیں۔ اسی اثنا میں کھلاڑی نے اپنی انگوٹھی ناظرین میں سے ایک کو دی۔ اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ یہ گدھا اب بتا دے گا کہ انگشتری کس کے پاس ہے۔ پھر گدھے کو اسی طرح آنکھیں باندھے ہوئے اس مجمع میں پھرایا۔ وہ ہر ایک کو سونگھتا تھا۔ حتیٰ کہ اس شخص کے پاس جا کر ٹھہر گیا۔ جس کے پاس انگوٹھی تھی۔ کھلاڑی نے آکر اس شخص سے انگوٹھی لے لی۔ الغرض شیخ سعد الدین نے اسقدر تقریر کے بعد بادشاہ کو فرمایا کہ اگر لوگ کرامت یا کشف دکھائیں تو اس گدھے کی طرح ہیں اور اگر نہ دکھائیں تو تمہارے دل میں خیال گزرتا ہے۔ کہ اس میں صفائی اور کرامت ہی نہیں۔ یہ کہہ کر سیب اس کی طرف پھینک دے (وہاں)

بعد ازاں شیخ سعد الدین کی وفات اور شیخ سیف الدین کی وفات اور شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہما کی بابت حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک رات شیخ سعد الدین حمویہؒ کو خواب میں دکھایا گیا۔ کہ شیخ سیف الدین باخرزیؒ کی جا کر ملاقات کرو۔ جب شیخ سعد الدین بیدار ہوئے۔ تو اپنے مقام سے

ذکر الہام شیخ سعد الدینؒ بملاقات سیف الدینؒ

سے روانہ ہوئے۔ وہاں سے شیخ سیف الدینؒ کے مقام تک تین مہینے کا راستہ تھا۔ نیز شیخ سیف الدین کو بھی خواب میں جتلا دیا۔ کہ شیخ سعد الدین حمویہ کو ہم نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ الغرض جب تین منزلیں رہ گئیں۔ تو کسی کو شیخ سیف الدین کے پاس بھیجا کہ میں نے تین مہینے کی راہ طے کی ہے۔ آپ تین منزلیں آگے میرا استقبال کریں۔ جب یہ پیغام شیخ سیف الدین نے سنا۔ تو فرمایا کہ وہ فضول ہے۔ وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ چنانچہ اسی منزل پر انتقال فرمایا۔ اور شیخ فرید الدین کا دیدار نصیب نہ ہوا۔

ذکر وفات شیخ سعد الدینؒ وغیرہ بزرگان

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کی زبانی سنا ہے۔ کہ ایک روز شیخ بہاؤ الدینؒ اپنے مقام سے باہر نکلے۔ اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہا۔ پوچھا۔ کیوں؟ فرمایا شیخ سعد الدین حمویہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ تھوڑے دنوں بعد معلوم ہوا۔ کہ ٹھیک اسی وقت شیخ سعد الدینؒ کا انتقال ہوا تھا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ پہلے شیخ سعد الدین حمویہؒ نے انتقال فرمایا اور اس کے تین سال بعد شیخ سیف الدین باخرزیؒ نے اور اس کے تین سال بعد شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ نے۔ اور اس کے تین سال بعد شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہم

اجمعین نے ٭

ذکر صفت دنیا جمعرات کے روز پندرہویں ماہ محرم ۷۱۵ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ دنیا کی صفت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ کس چیز میں دنیا ہے۔ اور کس میں نہیں۔ فرمایا کہ ایک لحاظ سے صورت و معنی میں دنیا ہے۔ اور ایک لحاظ سے صورت میں ہے۔ نہ معنی میں اور ایک لحاظ سے صورت میں ہے معنی میں نہیں۔ اور ایک لحاظ سے صورت میں نہیں۔ لیکن معنی میں ہے

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو چیز خرچ سے زیادہ ہے۔ وہ صورت و معنی میں دنیا ہے۔ اور جو صورت و معنی میں دنیا نہیں وہ باخلاص طاعت ہے۔ اور جو ظاہر میں دنیا نہیں۔ لیکن حقیقت میں ہے وہ ایسی طاعت ہے جو نفع اٹھانے کی خاطر کی جائے۔ اور جو ظاہر میں دنیا ہے۔ لیکن حقیقت میں نہیں وہ اپنے حرم کی حق ادائی ہے۔ یعنی اپنی بیوی سے اس نیت سے ہم بستری کرنا کہ اس کا حق ادا ہو جائے۔ اگرچہ یہ ظاہر میں فعل دنیا ہے۔ لیکن حقیقت میں دنیا نہیں ٭

ذکر اوراد و ادعیہ اتوار کے روز پانچویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اور اوراد اور ادعیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ مجھ سے پوچھا کہ کونسا ورد آجکل کیا کرتے ہو۔ میں نے عرض کی جو جناب کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ پانچوں وقت کی نماز کے بعد جو صورت فرمائی ہے وہ بھی پڑھتا ہوں عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورۃ نباء۔ اور مقررہ سورتیں جو سنتوں میں فرمائی ہیں۔ اور دو وقت مسبعات عشر اور سو بار لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ الملک وہو علی کل شیءٍ قدیر پڑھتا ہوں ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ دس تسبیحیں اور ہیں۔ جن میں سے ہر ایک سو مرتبہ پڑھنی چاہئے تاکہ ہزار بار ہو جائے اگر کوئی سو مرتبہ نہ پڑھ سکے۔ تو دس مرتبہ پڑھے جس کا مجموعہ سو مرتبہ ہو جائے گا۔ وہ دس تسبیحیں یہ ہیں اول لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہٗ الملک ولہٗ الحمد یحیی ویمیت وحی لا یموت ذو الجلال والاکرام بیدہ الخیر وہو علی کل شیءٍ قدیر ٭ دوسری سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ٭ تیسری سبحان اللہ بحمدہ سبحان العلی العظیم وبحمدہ استغفر اللہ من کل ذنب واتوب الیہ ٭ چوتھی استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ہو الحی القیوم واسئلہ التوبۃ استغفر اللہ من کل ذنب اذنبتہ عمداً او خطاءً سراً او علانیۃً واتوب الیہ پانچویں سبحان الملک القدوس سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح چھٹی اللّٰہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع

نا د الجبر ولمستک الجبر۔ ساتویں۔ اللھم اغفرلی ولوالدی ولاستاذی ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منہم والاموات۔ آٹھویں۔ اللھم صلے علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم وصل علی جمیع الانبیاء والمرسلین۔ نویں۔ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اعوذ بک من ہمزات الشیاطین و اعوذ بک رب ان یحضرون ٭ دسویں۔ بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ رب الارض والاسماء بسم اللہ الذی لایضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ٭

عشق و عقل کے بارے میں

اتوار کے روز گیارہویں ماہ مذکور سن مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ عشق اور عقل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ علماء اہل عقل ہیں اور درویش اہل عشق علماء کی عقل درویشوں کے عشق پر غالب ہے۔ اور درویشوں کا عشق علماء کی عقل پر۔ انبیاء میں دونوں حالتیں تھیں۔ بعد ازاں غلبہ عشق کی صفت میں یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

عقل را با عشق کارے نیست نورش پیشہ کن   تا چہ خواہی کرد آن نشتر دل جور لا بہ دا!!

ان معنوں کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ملتان میں علی کھوکھری نام ایک شخص ہو گزرا ہے وہ جس میں عشق اور درد نہ ہوتا۔ اس کا معتقد ہی نہ ہوتا۔ خواہ وہ کیسا ہی زاہد اور عابد کیوں نہ ہوتا۔ اور کہا کرتا۔ کہ فلاں شخص کچھ بھی نہیں۔ اسے تو اشک (عشق) ابھی نہیں۔ اس کی زبان سے بات تک درست نہیں نکلتی تھی۔ عشق کو اشک کہتا تھا۔ اسی بارے میں فرمایا کہ یحیٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت کا ایک ذرہ تمام آدمیوں اور پریوں کی عبادت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز بارہا ایک شخص کو فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ تجھے درد عطا کرے۔ وہ حیران تھا۔ کہ یہ کیسی دعا ہے۔ اس وقت اسے معلوم ہوا کہ اس دعا کا کیا مطلب تھا ٭

پھر شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ آپ بداؤں پہنچے۔ ایک روز گھر کی دہلیز پر بیٹھے تھے۔ کہ ایک شخص چھاچھ کا مٹکا سر پر رکھے پاس سے گزرا۔ وہ شخص مواسی کا رہنے والا تھا۔ جو بداؤں کے پاس ہی ایک گاؤں ہے۔ جسے کٹیر بھی کہتے ہیں وہاں پر راہزن اور لٹیرے اور ڈاکو بہت رہتے تھے۔ وہ چھاچھ فروش بھی انہیں میں سے ایک تھا

الغرض جب اس کی نگاہ شیخ جلال الدین رحؒ کے روئے مبارک پر پڑی۔ تو دیکھتے ہی اس کا دل پھر گیا۔ جب پھر غور سے دیکھا۔ تو کہا دین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے مرد بھی ہوتے ہیں۔ فوراً ایمان لے آیا۔ شیخ صاحب نے اس کا نام علی رکھا۔ جب وہ مسلمان ہو گیا۔ تو گھر سے ایک لاکھ چیتل (تانبے کا سکہ) شیخ صاحب کی خدمت میں لایا۔ شیخ صاحب نے قبول فرمایا۔ اور کہا کہ اسے اپنے پاس رکھو۔ جہاں میں کہوں گا وہاں صرف کرنا۔ مختصر یہ کہ وہ روپیہ ہر ایک کو دینا شروع کیا۔ کسی کو سو درم کسی کو پچاس کسی کو کم و بیش۔ اور جس شخص کو کم سے کم ملتے اسے بھی پانچ ملتے۔ اس سے کم کسی کو نہ ملتے۔ تھوڑی مدت میں سارا روپیہ صرف ہو گیا۔ صرف ایک درم باقی رہ گیا ہے۔ علی کہتا ہے کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ اب صرف ایک درم رہ گیا ہے۔ اور کم از کم صرف پانچ درم دیئے جاتے ہیں۔ اب اگر کسی کو دینے کے لئے فرمائیں گے تو کیا کروں گا۔ اسی سوچ میں لگا کر ایک سائل آیا۔ شیخ صاحب نے مجھے فرمایا کہ اسے ایک درم دیدو۔

شیخ جلال الدین تبریزی رحؒ کے مناقب میں فرمایا۔ کہ جب آپ بدایوں سے لکھنوتی کی طرف روانہ ہوا۔ تو علی بھی پیچھے روانہ ہوا۔ فرمایا واپس چلا جا۔ عرض کی میں کس کے پاس جاؤں۔ آپ کے سوا میں کسی کو جانتا بھی نہیں۔ پھر فرمایا واپس چلا جا۔ عرض کی میں کس کے پاس جاؤں۔ آپ کے سوا میں کسی کو جانتا نہیں۔ پھر فرمایا واپس چلا جا۔ عرض کیا۔ آپ ہی میرے پیر اور مخدوم ہیں۔ میں آپ کے بغیر یہاں کیا کروں گا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ واپس جا کیونکہ یہ شہر تیری حمایت میں ہے۔

ذکر احوال متعبدان پھر متعبدوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو طاعت بہت کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں دنیاوی خیالات ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ خلقت کی چار قسمیں ہیں۔ اول وہ جن کا ظاہر آراستہ لیکن باطن خراب ہوتا ہے۔ دوسرے جن کا ظاہر خراب اور باطن آراستہ ہوتا ہے تیسرے جن کا ظاہر و باطن دونوں خراب ہوتے ہیں۔ چوتھے وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جن کا ظاہر آراستہ اور باطن خراب ہوتا ہے۔ وہ متعبد ہوتے ہیں۔ جو طاعت بہت کرتے ہیں۔ لیکن ان کے دل دنیا میں مشغول ہوتے ہیں۔ وہ گروہ جن کے باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہوتے ہیں وہ دیوانے ہوتے ہیں۔ جو باطن میں یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور ظاہر میں ان کا سر و سامان نہیں ہوتا۔ وہ لوگ جن کا ظاہر و باطن خراب ہوتا ہے۔ وہ عالم لوگ ہیں۔ اور جن کا ظاہر و باطن درست ہے۔ وہ مشائخ ہیں۔

فقیر کا بادشاہ کی لڑکی پر عاشق ہونا

بدھ کے روز بائیسویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو فرمایا کہ راہ حق میں جس طرح اور جس لباس میں چاہے آوے۔ انجام صدق پر ہی ہوتا ہے۔ اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ایک فقیر کی نگاہ بادشاہ کی لڑکی پر پڑی۔ دیکھتے ہی ہزار جان سے عاشق ہوگیا۔ ادھر لڑکی بھی فقیر پر عاشق ہوگئی۔ لڑکی نے کہلا بھیجا کہ درویش صاحب موجودہ صورت میں میل جول ناممکن ہے۔ لیکن ایک طریقہ ہے۔ اگر وہ تو کرے تو شاید میل ہو جائے۔ وہ یہ کہ تو اپنے تئیں متقید بنائے۔ اور مسجد میں بیٹھ کر طاعت وعبادت کرے۔ اور تیرا شہرہ ہو جائے۔ پھر میں باپ سے اجازت لے کر تیرے دیدار کو آسکتی ہوں۔ اس نے ویسا ہی کیا۔ ایک مسجد میں جاکر عبادت میں مشغول ہو۔ جوں جوں ذوق کی طاعت زیادہ ہوتی گئی۔ اسی قدر زیادہ عبادت کرتا گیا پھر اس کا شہرہ ہوگیا۔ تو بادشاہ کی لڑکی اجازت لے کر دیدار کے لئے آئی تو درویش بھی وہی تھا اور حال بھی وہی۔ لیکن لڑکی نے اس میں خواہش یا حرکت کے آثار نہ دیکھے۔ تو کہا آخر میں نے ہی تجھے یہ طریقہ سکھایا تھا۔ اب تو میری طرف متوجہ بھی نہیں ہوتا۔ درویش نے کہا تو کون ہے میں تجھے کیا جانوں۔ تو ہے کون میں تو تجھے نہیں پہچانتا۔ الغرض اس سے روگرداں ہو کر یاد الٰہی میں مشغول ہوگیا۔

> دردل ما غم دنیا معشوق شود
> بادہ گر خام بود پختہ کند شیشۂ ما

خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جس کو یہ ذوق حاصل ہو جائے پھر اسے غیر کی کیا پرواہ ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ عبداللہ مبارک جوانی کے ایام میں ایک عورت پر عاشق ہوئے ایک رات اس کی دیوار تلے آکر اس سے یوں باتیں کرنی شروع کیں کہ دن کر دیا۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو آپ نے سمجھا شاید عشاء کی اذان۔ لیکن تھی صبح کی۔ اسی اثناء میں غیب سے آواز آئی کہ اے عبداللہ تم نے ایک عورت کے عشق میں ساری رات کھڑے کھڑے گزار دی۔ کبھی ہمارے لئے بھی ایسا کیا ہے۔ یہ سن کر توبہ کی۔ اور حق تعالےٰ کی یاد میں مشغول ہوگئے۔ آپ کی توبہ کا سبب یہی بات تھی۔

اسی اثناء میں کھانا لایا گیا۔ ایک آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اس وقت خواجہ صاحب نے فرمایا۔

کہ ایک مرتبہ شیخ ابو القاسم نصیر آبادی ؒ جو شیخ ابوسعید ابو الخیر کے پیر تھے۔ یاروں کے ہمراہ کھانے میں مشغول تھے۔ کہ امام الحرمین ؒ جو امام غزالی ؒ کے استاد تھے۔ آئے اور سلام کہا۔ شیخ ابو القاسم اور ان کے یاروں نے بالکل توجہ نہ کی۔ جب کھانا کھا چکے تو امام الحرمین نے فرمایا۔ کہ میں نے آکر سلام کہا۔ لیکن تم نے جواب تک نہیں دیا۔ یہ کیا باعث ہے۔ شیخ ابو القاسم نے فرمایا۔ کہ رسم رہی ہے۔ کہ جو شخص کسی جماعت میں آئے جو کھانے میں مشغول ہو۔ تو اگر سلام نہ کرے۔ آتے ہی بیٹھ کر کھانا شروع کر دے۔ جب کھانے سے فارغ ہوں تو ہاتھ دھو کر سلام کہے امام الحرمین نے پوچھا۔ کہ یہ از روئے عقل کہتے ہو۔ یا از روئے نقل۔ فرمایا از روئے عقل۔ پوچھا کس طرح فرمایا جو کھانا طاعت کی توت کے لئے کھایا جاتا ہے۔ اس وقت وہ انسان عین طاعت میں ہوتا ہے۔ پس جو اللہ تعالےٰ کی طاعت میں ہو۔ مثلاً نماز وغیرہ میں وہ کس طرح وعلیکم السلام کہے۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ جو ہندو کلمہ پڑھے اور اللہ تعالےٰ کو ایک جانے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کا بھی قائل ہو۔ لیکن جب مسلمان آئیں تو چپ کر جائے۔ اس کا انجام کیسے ہو گا! خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس کا معاملہ حق سے ہے۔ خواہ اسے بخشے یا عذاب کرے۔

پھر فرمایا کہ بعض ہندوؤں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ اسلام سچا ہے۔ لیکن پھر مسلمان نہیں ہوتے۔

یہاں سے ابوطالب کی حکایت شروع ہوئی۔ کہ جب وہ بیمار ہوئے۔ تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پاس جا کر فرمایا۔ کہ آپ ایک مرتبہ تو اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کے قائل ہو جائیں خواہ زبان سے خواہ دل سے تاکہ میں اللہ تعالےٰ کو کہہ تو سکوں۔ کہ یہ ایمان لائے ہیں۔ بہتیرا سمجھایا لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ اسی طرح کفر کی حالت میں فوت ہو گئے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم! آپ کا چچا گمراہی میں مرا ہے۔ فرمایا اسے غسل دو کفن میں لپیٹ کر بغیر لحد اوپر سے گرا دو۔ یعنی اسے خاص وضع سے نہ رکھو۔

خراج جزیہ کے بیان میں

ہفتے کے روز نویں جمادی الاولیٰ سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو خراج جزیہ اور قسطوں کے لینے میں خلقت سے زیادتی کرتے ہیں۔ فرمایا کہ سہاور کے علاقے میں ایک گاؤں میں کوئی درویش رہتا تھا۔ اور کھیتی باڑی کیا کرتا تھا۔ اور اس سے اپنا گزارہ کیا کرتا تھا۔ کوئی آدمی اس سے کوئی چیز نہ لیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک

کوتوال مقرر ہوا۔ اس نے اس درویش سے حصہ مانگا۔ اور کہا کہ اتنے سالوں سے غلہ پیدا کر رہے ہو یا تو گزشتہ سالوں کا جو بہ دے۔ یا کوئی کرامت دکھا۔ درویش نے کہا کرامت کیا چیز ہوتی ہے۔ میں مسکین آدمی ہوں۔ کوتوال نے کہا۔ جب تک کوئی کرامت نہ دکھائے گا۔ میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ درویش گھبرایا۔ اور تھوڑی دیر ٹھہر کر کوتوال کی طرف دیکھا۔ اور کہا کیا کرامت دیکھنا چاہتا ہے۔ گاؤں کے پاس ندی تھی۔ اس نے کہا پانی پہ چلو۔ درویش پانی پر پاؤں رکھ کر اس طرح گزر گیا۔ جیسے کوئی خشکی پر چلتا ہے جب پار پہنچا۔ تو کشتی طلب کی تاکہ واپس آ سکے۔ اسے کہا گیا جس طرح گیا۔ اسی طرح واپس آجا۔ کہا نہیں نفس موٹا ہو جاتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ میں کچھ ہو گیا ہوں ۞

ذکر مراعات طعام و مہمان

پھر کھانے اور مہمانوں کی خاطر تواضع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا۔ اس بارے میں یہ حدیث وارد ہے: "من زار حیاً ولم یذق منه شیئاً فکانما زار میتاً" جس نے کسی زندہ کی زیارت کی اور اس کی کوئی شے نہ چکھی گویا اس نے مردہ کی زیارت کی۔ شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ میں یہ عادت نہ تھی۔ آپ کے پاس خلقت آتی تو بغیر کھائے پیئے واپس چلی جاتی۔ ایک نے آپ سے پوچھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث ہے۔ "من زار حیاً ولم یذق منه شیئاً فکانما زار میتاً" شیخ صاحب نے فرمایا ہاں۔ اس نے پوچھا پھر آپ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ لوگ اس حدیث کے معنی نہیں جانتے لوگ دو قسم کے ہیں۔ ایک عوام دوسرے خواص۔ مجھے عوام سے کچھ سروکار نہیں۔ اور جو خواص ہیں۔ وہ خود اس حدیث کے معنی جانتے ہیں۔ میں خدا اور رسولؐ اور سلوک کے بارے میں ان سے باتیں کرتا ہوں۔ ان کو فائدہ ہوتا ہے ۞

خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں یار حاضر ہوتے تو کوئی نہ کوئی چیز کھاتے۔ پھر واپس جاتے۔ کھانے کی چیز خواہ کھجور روٹی یا اور کچھ ہوتا۔ بعد ازاں فرمایا کہ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اگر کچھ بھی نہ ہوتا تو فرماتے کہ پانی ہی لا دو ۞

پھر شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک خدا کا پیارا شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں سماع سنا ہے۔ شیخ بہاؤالدینؒ نے فرمایا کہ چوں کہ شیخ شہاب الدین نے سماع سنا ہے۔ اس لئے زکریا کو بھی

سننا چاہتے ہے۔ بعد ازاں اس عبد اللہ کو اپنے پاس رکھا۔ رات ہوئی تو ایک شخص کو کہا کہ عبد اللہ کو حجرے میں لے چلو۔ اور ایک اس کے یار کو۔ تیسرا شخص کوئی نہ تھا۔ دو آدمی وہ اور آپ۔ یہ عبد اللہ کہتا ہے کہ مجھے اور میرے یار کو حجرے میں لے گئے۔ جب عشا کی نماز ادا کی۔ اور شیخ صاحب ورد وظائف سے فارغ ہوئے۔ تو تنہا حجرے میں آئے۔ یا دو شخص ہم تھے۔ یا آپ۔ شیخ صاحب بیٹھ گئے۔ اور پھر وردمیں مشغول ہو گئے۔ تقریباً آدھا سیپارہ پڑھا۔ بعد ازاں حجرے کی زنجیر لگا دی۔ اور مجھے فرمایا کہ کچھ کہو۔ میں نے سماع شروع کیا۔ شیخ صاحب جنبش کرنے لگے۔ اٹھ کر چراغ گل کیا۔ حجرے میں اندھیرا ہو گیا ہم اسی طرح سماع کئے گئے۔ صرف اس قدر معلوم ہوتا تھا۔ کہ شیخ صاحب گھوم رہے ہیں جب پاس آتے تھے۔ تو دامن دکھائی دیتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ شیخ صاحب جنبش اور حرکت کر رہے ہیں لیکن تاریکی کی وجہ سے یہ معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ ضرب پر حرکت کرتے ہیں۔ یا بلیز ضرب الغرض جب سماع ختم ہوا۔ تو شیخ صاحب نے دروازہ کھول دیا اور اپنے مقام پر آ بیٹھے۔ میں اور میرا یار وہیں رہے۔ ہم کو کھانا وغیرہ کچھ نہ دیا۔ رات گزری اور دن ہوا۔ تو ایک خادم آیا۔ اور ایک عمدہ کپڑا اور بیس اشرفیاں لائے اور مجھے دے کر کہا کہ شیخ صاحب نے دیا ہے۔ یہ لے اور واپس چلا جا ؛

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہی عبد اللہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا۔ اور یہ حکایت بیان کی۔ مدت بعد پھر اس عبد اللہ نے ملتان جانے کا ارادہ کیا۔ شیخ الاسلام کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا۔ کہ میں ملتان کا ارادہ رکھتا ہوں۔ لیکن راستہ پر خطر ہے۔ آپ دعا کریں تا کہ میں صحیح سلامت ملتان پہنچ جاؤں۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ یہاں سے فلاں گاؤں تک جو اس قدر فاصلے پر ہے۔ وہاں پر ایک حوض ہے۔ وہاں تک میرا علاقہ ہے۔ وہاں تک تو تو سلامت جائے گا۔ وہاں سے ملتان تک شیخ بہاؤ الدین کا علاقہ ہے۔ یہ عبد اللہ کہتا ہے۔ کہ یہ بات شیخ صاحب سے سن کر میں روانہ ہوا۔ جب اس حوض کے نزدیک پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ وہاں ڈاکہ پڑتا ہے۔ مجھے شیخ صاحب کی بات یاد آ گئی رہیں بے دھڑک چلا گیا۔ اللہ تعالے نے اس ڈاکو کو اس راہ سے دور پھینک دیا۔ وہ راستہ بھول گئے اور میں صحیح سلامت اس حوض تک پہنچا۔ وہاں پہنچ کر وضو کر کے دوگانہ ادا کیا۔ بعد ازاں شیخ بہاؤ الدین کو یاد کیا اور کہا یہاں تک تو شیخ فرید الدین کی حد تھی۔ سلامت پہنچ گیا ہوں۔ اب آگے آپ کی حد ہے۔ اب آپ ذمہ دار ہیں۔ جب میں حوض سے آگے بڑھا تو بغیر کسی تکلیف کے صحیح سلامت

ملتان پہنچ گیا۔ جب حاضر خدمت ہوا۔ تو میں گودڑی اوڑھے ہوئے تھا۔ جب مجھے شیخ صاحب نے مجھے گدڑی پہنے دیکھا تو جھنجھلا کر فرمایا۔ جو کچھ تو نے پہن رکھا ہے۔ یہ شیطانی لباس ہے۔ اور بھی بہت کچھ کہا۔ میں نے بھی تند ہو کر کہا کہ اگر میں نے گودڑی پہن لی ہے تو کون عیب کیا ہے۔ لوگوں کے پاس اس قدر دنیاوی سونا چاندی ہے۔ میں کچھ نہیں کہتا۔ اگر میں نے گودڑی پہن لی ہے تو کیوں اس قدر ناراض ہوتے ہیں۔ شیخ صاحب نے دیکھا کہ میں عبداللہ یکبارگی آپے سے باہر ہو گیا ہوں۔ تو فرمایا کیوں اس قدر باتیں بناتا ہے۔ اتنو وہ ہوش یاد کر۔ زکریاؒ نے تیرے حق سے کونسی بات کہی ہے ہ

ذکر خشم و شہوت | بلا ھ کے روز سولہویں ماہ جمادی الآخر سن مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ غصے اور شہوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ جس طرح بے موقعہ شہوت روائی کرنا حرام ہے۔ اسی طرح بے موقعہ ناراض ہونا بھی حرام ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ اگر شخص دوسرے پر ناراض ہو اور وہ برداشت کر جائے۔ تو نیکی اسے حاصل ہوگی جو برداشت کرتا ہے۔ نہ کہ اس کو جو ناراض ہوتا ہے

ذکر کلاہ لاطیہ و ناشرہ | پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اگر کوئی شخص کسی کو نصیحت کرے۔ تو برملا نہ کرے۔ کیونکہ اس طرح اس کی رسوائی ہوتی ہے۔ ملامت یا نصیحت جو کچھ کرے خلوت میں کرے۔ پھر فرمایا کہ ابو یوسف قاضی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ یاروں کو سبق پڑھا رہے تھے۔ اور صوفیا کلاہ سر پر رکھی تھی۔ وہ کلاہ سفید نہ تھی۔ سیاہ تھی۔ اور لاطیہ نہ تھی بلکہ ناشرہ تھی۔ لاطیہ کلاہ وہ ہوتی ہے۔ جو سر کے ساتھ ملی رہے۔ ناشرہ وہ جو قدرے سر سے اونچی رہے۔ الغرض اسی اثناء میں مالک نے اگر ابو یوسف سے سوال کیا کہ کیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی ٹوپی سر پر رکھی ہے۔ ابو یوسف نے فرمایا ہاں۔ پھر فرمایا سیاہ کلاہ پہنی ہے یا سفید فرمایا سفید۔ پھر فرمایا کہ لاطیہ تھی یا ناشرہ۔ ابو یوسف نے فرمایا۔ لاطیہ سائل نے پوچھا۔ تو پھر آپ نے ناشرہ اور سیاہ ٹوپی کیوں سر پر رکھی ہے۔ اس صورت میں گویا آپ نے دو باتیں خلاف سنت کی ہیں۔ پھر آپ حدیثیں کیوں بیان کرتے ہیں۔ قاضی صاحب نادم ہوئے۔ اسے فرمایا کہ یہ بات جو تو نے کی ہے۔ وہ حال سے خالی نہیں۔ یا حق کی خاطر ہے۔ اس صورت میں چونکہ برملا نصیحت کی ہے۔ اس لئے تجھے اس کا ثواب نہیں ملے گا۔ اگر میری تکلیف کے لئے کی ہے۔ تو تجھ پر افسوس ہے افسوس ہے۔ افسوس ہے ہ

ذکر توبہ کے بارے میں

بدھ کے روز ساتویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی - توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - توبہ تین قسم کی ہے - حال ماضی اور مستقبل - حال وہ ہے کہ پشیمان ہو اور کیے ہوئے گناہ سے شرمندگی حاصل ہو - ماضی وہ ہے کہ دشمنوں کو خوش کرے - اگر کسی سے ایک درم چھین لے اور ساتھ ہی یہ کہے کہ توبہ توبہ ایسی توبہ توبہ شمار نہ ہوگی - توبہ یہی ہے اس کا درم واپس کر دے اور اسے خوش کرے پھر اس کی توبہ تصور ہوگی - اور اگر کسی کو برا بھلا کہا ہے - تو معافی مانگے اور اسے خوش کرے اور اگر وہ شخص جسے برا بھلا کہا ہے - فوت ہو جائے - تو اسے جتنا برا کہا ہے - اس سے زیادہ نیکی کرے - اور اگر کسی کو مار ڈالا ہے اور اس کا کوئی رشتہ دار یا والی زندہ نہ ہو - تو غلام آزاد کرے یعنی مردے کو زندہ تو نہیں کر سکتے اس لئے غلام آزاد کرنا چاہیے - جو شخص اس صورت میں غلام آزاد کرتا ہے - وہ گویا مردے کو زندہ کرتا ہے - اگر کوئی شخص کسی کی منکوحہ یا لونڈی سے زنا کرے تو ان سے معافی نہ مانگے بلکہ خدا کی پناہ ڈھونڈے -

اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اگر شرابی توبہ کرے تو میٹھے شربت اور ٹھنڈا پانی لوگوں کو پلائے - ان معانی کے بیان سے مقصود یہ ہے - کہ توبہ کرتے وقت ہر گناہ کے مناسب معذرت کرنی چاہیے ◆

مستقبل توبہ یہ ہے - کہ یہ نیت کرے کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کرے گا ◆

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کا مرید ہوا - اور توبہ کی - تو کئی مرتبہ زبان مبارک سے فرمایا - کہ دشمنوں کو خوش کرنا چاہیے - اور صاحب حق کے راضی کرنے کے بارے میں نہایت غلو فرمایا - مجھے یاد آگیا کہ میں نے بیس درم جیتل دینے ہیں - اور ایک کتاب کسی سے مستعار لی ہوئی تھی - اور وہ مجھ سے گم ہو گئی تھی - جس وقت شیخ کبیر قدس اللہ سرہٗ العزیز نے دشمنوں کے خوش کرنے کے بارے میں ذکر بلیغ فرمایا - تو میں سمجھ گیا - کہ مخدوم کو عالم اسرار کا کشف حاصل ہے - میں نے دل میں کہا کہ اب کی مرتبہ دہلی جاؤں گا تو انہیں خوش کروں گا - جب میں اجودھن سے دہلی آیا - تو جس کے بیس درم دینے تھے وہ بزاز تھا - جس سے میں نے کپڑا خریدا تھا - نہ بیس جیتل جمع ہوتے نہ میں ادا کرتا - وہ معاش تنگ تھی - کبھی پانچ جیتل ہاتھ لگتے - کبھی دس - ایک مرتبہ جب دس جیتل ہاتھ لگے تو میں بزاز کے گھر گیا - اسے آواز دی - باہر

کیا تو اسے کہا کہ تیرے بیس چیتل میں نے دینے ہیں - وہ ایک وقت میں تو ادا نہیں کر سکتا - سو دس لایا ہوں یہ لو - اور باقی دس بھی انشاء اللہ جلدی ادا کروں گا - جب اس نے یہ سنا تو کہا - ہاں تو مسلمانوں کے پاس سے آرہا ہے - یہ کہہ کر مجھ سے دس چیتل لے لئے اور کہا کہ باقی کے دس میں نے تجھے بخشے -

بعد ازاں میں اس شخص کے پاس گیا - تو اس نے پوچھا کون ہے ؟ میں نے کہا جناب آپ سے میں نے ایک کتاب مستعار لی تھی - سو مجھ سے کھوئی گئی ہے - اب میں ویسی ہی کتاب لکھوا کر آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا - جب اس نے یہ بات سنی تو کہا ہاں جہاں سے تو آرہا ہے - اس کا ثمرہ یہی ہے - پھر کہا کہ وہ کتاب میں نے تجھے بخشی ؛

پھر توبہ کے بارے میں فرمایا کہ جو شخص گناہ کرتا ہے اس کا رخ گناہ کی طرف ہوتا ہے - اور پیٹھ حق کی جانب - اور جب اس وقت توبہ کرے - تو چاہیئے کہ اس کی پیٹھ گناہ کی طرف ہو - اور اس کا چہرہ پورے طور پر حق کی طرف ہو ؛

پھر فرمایا کہ جو تائب ہوتا ہے اسے طاعت سے پورا ذوق حاصل ہوتا ہے - اور جو پھر گناہ میں مشغول ہو جاتا ہے اسے طاعت سے ذوق حاصل نہیں ہوتا ؛

پھر خرچ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - تو فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے رفیقوں میں ایک درم خرچ کرنا - دس درم خرچ کرنے سے بہتر ہے - اگر دس درم رفیقوں میں خرچ کیے جائیں تو سو درم صدقہ کرنے سے بہتر ہیں - اگر رفیقوں میں سو درم خرچ کرے تو گویا اس نے غلام آزاد کیا ؛

خلق کے بارے میں

بدھ کے روز ستائیسویں شعبان سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا - معاملہ خلق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - کہ نیک کون ہیں - فرمایا کہ ہمارے زمانے میں اگر کسی کو کہیں کہ برا نہیں تو اسے اسی قدر نیک کہہ سکتے ہیں ؛

پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص لوگوں کی غیبت نہ کرے اور نہ کسی کو برا کہے - اگرچہ وہ بد بھی ہو - تو بھی اسے نیک کہیں گے - بعد ازاں یہ شعر پڑھا ؎

گر با ہمہ عیب نہ جوئی نیکی   ور بد باشی بدی نہ گوئی نیکی

پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص برا ہو - اور خلق خدا بھی اسے برا کہے - تو اس برائی کی کوئی حد نہیں -

پھر میری طرف مخاطب ہوکر پوچھا۔ کہ چھاؤنی میں رہتے ہو! میں نے عرض کی۔ جناب چھاؤنی میں رہتا ہوں۔ بعد ازاں فرمایا۔ شہر میں راحت نہیں رہی۔ اور نہ ہی ہوگی۔ پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ قدیم ایام میں میرا بھی دل شہر میں رہنے کو نہیں چاہتا تھا۔ ایک روز میں قتلغ خاں کے حوض پر تھا۔ ان دنوں قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ وہاں پر ایک درویش دیکھا۔ جو یاد الٰہی میں مشغول تھا۔ اسے جاکر پوچھا۔ کہ آپ اسی شہر کے رہنے والے ہیں فرمایا۔ ہاں میں نے پوچھا۔ کیا آپ کا دل شہر میں رہنے کو چاہتا ہے۔ فرمایا دل میں نہیں چاہتا۔ لیکن مجبور ہوں۔ بعد ازاں درویش نے یہ حکایت بیان کی۔ کہ ایک دفعہ میں نے ایک درویش کو دروازہ کمال کے باہر اس قبرستان میں دیکھا۔ جو خندق کے کنارے واقعہ ہے۔ اور دروازے کے نزدیک ہی ہے۔ اس قبرستان میں بہت سے شہید مدفون ہیں الغرض اس درویش نے مجھے کہا کہ اگر ایمان کی سلامتی چاہتے ہو۔ تو اس شہر سے نکل جاؤ۔ اسی وقت میں نے ارادہ کر لیا۔ کہ اس شہر سے باہر چلا جاؤں۔ لیکن ایسے مواقعات پیش آتے رہے۔ کہ میں جا نہ سکا اب اس بات کو پچیس سال کا عرصہ گزرا ہے۔ اس عرصہ میں میرا ارادہ یہی ہے۔ لیکن جا نہیں سکتا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب میں نے یہ بات اس درویش سے سنی۔ تو دل میں ٹھان لی۔ کہ اب اس شہر میں نہیں رہوں گا کئی مقامات پر میرا دل جانے کو چاہتا۔ کبھی تو قصبہ پٹیالی میں جانے کو جی چاہتا۔ وہاں پر ایک ترک رہتا تھا۔ اس ترک سے آپ کی مراد امیر خسرو ؒ تھی۔ اور کبھی جی چاہتا تھا کہ شفالے جاؤں۔ جو ایک منزہ مقام ہے۔ چنانچہ میں وہاں تین دن رہا بھی۔ لیکن کوئی مکان قیمتاً یا کرائے پر نہ ملا۔ بطور مہمان تین شخصوں کے ہاں تین دن گزرے پھر واپس چلا آیا۔ لیکن دل میں یہی چاہتا تھا۔ ایک مرتبہ باغ حیرت میں رانی کے حوض پر آیا۔ تو بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ دو وقت خوش تھا) کہ میں اس شہر سے جانا تو چاہتا ہوں۔ اب میں کوئی مقام مقرر تو نہیں کرتا جہاں تیری مرضی ہو بھیجدے۔ اسی اثنا میں میں نے غیاث پور کی آواز سنی۔ میں نے غیاث پور کا کبھی نام بھی نہیں سنا تھا۔ کہ کہاں ہے! جب یہ آواز سنی تو ایک دوست کے ہاں گیا۔ جو نیشاپوری نقیب تھا۔ تو وہاں سے سنا کہ وہ غیاث پور گیا ہوا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ شاید وہی غیاث پور ہے۔ الغرض میں غیاث پور آیا۔ ان دنوں یہ مقام چنداں آباد نہ تھا۔ ایک نامعلوم مقام تھا۔ اور آبادی کم۔ میں نے وہاں سکونت اختیار کی۔ جب کیقباد اگر کیلو کھری میں رہا۔ تو ان دنوں یہاں بہت لوگ آباد ہوئے۔ اور امراء وغیرہ آنے شروع ہوئے۔ میں نے کہا اب یہاں سے بھی چلنا چاہیے۔ اسی اثناء میں میرا استاد شہر میں فوت

ہو گیا۔ میں نے کہا۔ کل اس کا تیسرا ہے۔ اس کی زیارت کے لئے جاؤں گا۔ اور شہر ہی میں رہوں گا یہ ارادہ کر لیا۔ تو اسی روز ایک اور جوان آیا۔ جو نہایت خوبصورت لیکن خستہ حال اور لاغر تھا۔ واللہ اعلم مردان غیب سے تھا یا کون تھا۔ الغرض جب وہ آیا تو پہلی بات مجھ سے یہ کی ؎

آں روز کہ مہ شدی نمیدانستی کانگشت نمائے جہاں خواہی شد

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ چند اور باتیں بھی اس نے کیں۔ جو میں نے اور جگہ لکھ رہی ہیں۔ القصہ پھر اس نے مجھے یہ کہا کہ پہلے ہی اتنا مشہور نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر مشہور ہو جائیں۔ تو ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ قیامت کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ پھر یہ بات کہی کہ یہ کیا قوت اور حوصلہ ہے۔ کہ خلقت سے گوشہ نشینی اختیار کر کے یاد الٰہی کی جاوے۔ یعنی حوصلہ اور قوت اس قسم کی ہونی چاہیئے۔ کہ خلقت میں رہ کر یاد الٰہی کی جاوے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب وہ یہ باتیں ختم کر چکا۔ تو میں تھوڑا سا کھانا لایا۔ لیکن اس نے نہ کھایا۔ میں نے اسی وقت نیت کر لی۔ کہ یہیں رہوں گا۔ جب یہ نیت کی۔ تو اس نے تھوڑا کھانا کھایا۔ اور چلا گیا۔ پھر اسے میں نے نہیں دیکھا واللہ اعلم بالصواب ٭

ذکر فضیلت سورۂ اخلاص

ہفتے کے روز دسویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ سورۂ اخلاص کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ سورۂ اخلاص قرآن شریف کا ثلث ہے۔ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد جو تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی جاتی ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے۔ کہ اگر قرآن شریف ختم کرتے وقت کوئی کمی رہ گئی ہو۔ تو تین مرتبہ سورہ اخلاص کا پڑھنا اسے مکمل کر دے بعد ازاں فرمایا کہ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد سورۂ الحمد پڑھتے ہیں اور چند آیتیں سورہ بقر کی بھی یہ اس واسطے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ آدمیوں میں سے نیک کون ہے فرمایا الحال المرتحل۔ حال اسے کہتے ہیں جو کسی مقام میں اگر اترے۔ اور مرتحل اس شخص کو کہتے

ذکر خواندن الحمد و چند بیت از سورۂ بقر بعد ختم القرآن

ہیں جو کسی مقام سے روانہ ہو۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے۔ کہ جو شخص قرآن مجید ختم کرتا ہے۔ وہ گویا منزل میں اترتا ہے۔ پھر جب شروع کرتا ہے۔ تو وہ گویا مرتحل ہے۔ اسی واسطے رسول خدا

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "الحال المرتحل"۔

ذکر نماز بر جنازہ غائب پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ بعض غائب جنازے کی نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ کس طرح ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جائز ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی پر بھی نماز ادا کی۔ وہ حبشہ میں مر گیا تھا۔ اور امام شافعی نے بھی اس بات کو جائز قرار دیا ہے۔ اگر مردے کا کوئی عضو مل جائے۔ تو اسی پر نماز ادا کرے۔ پھر شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز کی حکایت بیان فرمائی۔ جب شیخ نجم الدین صغریٰ کو جو دہلی کے شیخ الاسلام تھے۔ ان سے عداوت ہوئی۔ تو شیخ جلال الدین کو ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ الغرض جب شیخ جلال الدین نور اللہ مرقدہ بداؤں پہنچے۔ تو ایک روز دریائے بونہ کے کنارے بیٹھے تھے۔ اٹھ کر تازہ وضو کیا۔ اور حاضرین کو کہا کہ آؤ تاکہ شیخ الاسلام دہلی کی نماز جنازہ ادا کریں۔ کیونکہ اسی گھڑی ان کا انتقال ہوا ہے۔ واقعی ایسا ہی تھا۔ جیسا شیخ جلال الدین نے فرمایا تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر حاضرین کو فرمایا۔ کہ اگر شیخ الاسلام دہلی نے ہمیں دہلی سے نکالا ہے۔ تو ہمارے شیخ نے اسے دنیا سے نکال دیا ہے۔

ذکر متحیران کہ بحق مشغول باشند پھر ان متحیروں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو یادِ حق میں اسی طرح مشغول ہوتے ہیں۔ کہ کسی طرح کسی فرد و بشر کی اس کی اطلاع نہیں ہوتی۔ حاضرین میں سے ایک نے یہ حکایت بیان کی۔ کہ میں ایک مرتبہ ایسے مقام پر پہنچا۔ جہاں پر ایسے سات آٹھ متحیر تھے۔ جو آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے دن رات حیرت میں کھڑے تھے۔ نماز کے وقت نماز ادا کر کے پھر متحیر ہو جاتے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں انبیا معصوم ہیں اور اولیا محفوظ واقعی ایسے ہی ہوتے ہیں جیسا تم نے بیان کیا ہے۔ اگرچہ دن رات متحیر رہتے ہیں۔ لیکن نماز میں ناغہ نہیں ہوتا۔ اس تحیر کی نسبت شیخ الاسلام حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ چار روز تک اسی طرح عالم تحیر میں رہے۔ اور بوقت وفات کے وقت بھی۔ یہ اس طرح پر ہوا۔ کہ شیخ علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں سماع تھا اور شیخ الاسلام قطب العالم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز حاضر تھے۔ قوال ایک قصیدہ کہہ رہا تھا۔ جب اس شعر پر پہنچا ؎

کشتگان خنجر تسلیم را　　　　ہر زماں از غیب جان دیگر است

تو شیخ الاسلام قطب العالم حضرت خواجہ قطب الدین نور اللہ مرقدہٗ کو حالت ہوئی۔ جب وہاں سے اپنے مقام پر آئے۔ تو مدہوش اور متحیر تھے۔ فرمایا یہی شعر پڑھو۔ چنانچہ یہی شعر پڑھا گئے۔ اور آپ اسی طرح متحیر تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا۔ تو نماز ادا کر لیتے۔ اور پھر یہی شعر کہلواتے۔ جس سے حالت اور حیرت پیدا ہوتی۔ چار دن رات اسی حالت میں رہے۔ پانچویں رات رحلت فرمائی۔ شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں اس رات حاضر تھا۔ جب حضرت قطب العالم کی رحلت کا وقت نزدیک پہنچا۔ تو مجھے کچھ غنودگی سی ہوئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ گویا شیخ الاسلام حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز خود اس مقام سے نکل کر اوپر کی طرف جا رہے ہیں۔ اور مجھے فرما رہے ہیں کہ دیکھ اللہ تعالٰے کے دوستوں کو موت نہیں آتی جب میں جاگا تو آپ رحلت فرما چکے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

صحبت مشائخ میں

سوموار کے روز پندرہویں ماہ شوال سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مشائخ کی خدمت میں لوگوں کے رغبت کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ جن دنوں کیلیکی کی لڑائی ہو رہی تھی۔ میں چند روز اس شہر میں رہا۔ جمعہ کے روز مسجد میں جاتا۔ اور خلقت میری مزاحم ہوتی۔ ایک روز میں مسجد سے نکلا ہی تھا۔ اور ایک کوچے میں جا رہا تھا۔ کہ ایک مرد نے پیچھے سے آکر پوچھا۔ کہ کیا تو تنگ آگیا ہے۔ کہا ہاں۔ بعد ازاں اس مرد نے کہا کہ میرا خسر شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کا مرید تھا۔ جن دنوں آپ دہلی میں تھے۔ تو جمعہ کی نماز سے پہلے ہی روانہ ہوتا۔ تاکہ خلقت کی مزاحمت کم ہو جائے۔ لیکن خلقت اسی طرح آکر دست بوسی کرتی۔ یہاں تک کہ خلقت کا ہجوم ہو جاتا۔ اور حلقہ سا بن جاتا۔ شیخ صاحب اس حلقے سے آگے بڑھتے تو پھر دوسرا حلقہ بندھ جاتا۔ یہاں تک کہ تنگ آگئے۔ بعد ازاں میرے خسر نے عرض کی۔ کہ آپ کیوں تنگ آتے ہیں یہ اللہ تعالٰے کی نعمت ہے۔ اس موقعہ کے مناسب یہ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جن دنوں سلطان ناصرالدین اوچھ اور ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ تو اجودھن پہنچ کر۔ سارا لشکر شیخ صاحب کی زیارت کے لئے روانہ ہوا سو شیخ صاحب انبوہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ شیخ صاحب کی آستین گلی کی طرف لٹکائی گئی لوگ آکر بوسہ دیتے اور چلے جاتے۔ وہ آستین بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ پھر مسجد میں آکر مریدوں کو حکم دیا

کر میرا گرد حلقہ باندھو۔ تاکہ کوئی آدمی اندر نہ آسکے۔ دور ہی سے سلام کرکے چلے جائیں۔ مریدوں نے ویسا ہی۔ ایک بوڑھا فراش آکر مریدوں کے حلقے سے گزر کر شیخ صاحب کے قدموں پر گر پڑا اور پائے مبارک کو بوسہ دینے کے لئے کھینچا۔ شیخ صاحب تنگ آگئے۔ اس فراش نے کہا۔ یا شیخ الشائخ حضرت فریدالدین آپ کیوں تنگ آتے ہو ہو۔ اللہ تعالٰے کی نعمت کا اس سے بھی اچھا شکریہ ادا کرو۔ جب فراش نے کہا۔ تو شیخ صاحب نے نعرہ مارا اور فراش کے حال پر نوازش فرمائی۔ اور اس سے معافی مانگی ﴿

ذکر آنکہ نرم دل باید بود

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ نرم دل ہونا چاہیئے اور خلقت کے ساتھ شفقت سے پیش آنا چاہیئے پھر فرمایا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے۔ وال اباکر اسیف یعنی اباکر السیف ہے۔ السیف اسے کہتے ہیں۔ جو جلدی رو دے۔ نیز خوش خلقی اور تواضع کے بارے میں فرمایا کہ عمرو بن عاص نے زمانہ جاہلیت میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجو کی۔ جب آنحضرت صلعم نے سنا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ اے پروردگار! عاص کے بیٹے نے میری ہجو کی ہے میں شاعر نہیں ہوں۔ میری طرف سے تو ہی اس کی ہجو کر دے ﴿

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے عمرو بن عاص کی لفظ جریرہ ہجو کی۔ جریرہ اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو مکار ہو۔ یعنی عمرو بن عاص لوگوں میں مشہور ہوگیا۔ اگرچہ وہ بعد ایمان لایا۔ لیکن ہجو کے سبب مکاری میں مشہور ہوگیا۔ اور قیامت تک رہے گا۔ پس جب ہجو کرنا مکر اور مکاری ہے تو مدح کرنا اور خوش خلقی اور تواضع ہے۔ واللہ اعلم ﴿

مختلف معاملات میں

سوموار کے روز ستائیسویں ماہ ذی القعدہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک عزیز کسی کا بھیجا ہوا آیا تھا۔ یہ معافی مانگنے کے لئے کہ خواجہ صاحب نے کسی کی سفارش کے لئے فرمایا تھا۔ اور اس میں دیر ہوگئی تھی جب اس آدمی نے بھیجنے والے کی زبانی معافی مانگی تو خواجہ صاحب نے فرمایا معاف فرمایا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اگرچہ ناراض ہونے کا مقام ہے لیکن میں ناراض نہیں ہوتا۔ بلکہ معاف کرتا ہوں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب کوئی شخص کسی پیر کا مرید بنتا ہے تو اس فعل کو تحکیم کہتے ہیں۔ یعنی اپنے پیر کو اپنا حاکم بناتا ہے۔ پس جو کچھ پیر کہے اور مرید نہ سنے وہ تحکیم نہ

ہوئی۔ پھر فرمایا۔ اگرچہ ناراضگی کا موقعہ ہے۔ لیکن میں نے معاف کیا۔ اسی اثناء میں میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ پیر اگرچہ بسبب اپنی عنایت کے مرید کی خطا معاف کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالے تو اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ وہ کس طرح معاف کر سکتا ہے۔ فرمایا پیر کا معاف کرنا حق تعالے کے فرمان سے ہوتا ہے پھر فرمایا کہ جو کچھ پیر فرمائے۔ مرید کو وہی کرنا چاہئے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایسا ہی آیا ہے۔ کہ اگر پیر نامشروع بات بھی فرمائے۔ تو کیا کرنا چاہئے۔ اس کا انکار کر دے یا نہ۔ فرمایا کہ پیر بھی ایسا ہونا چاہئے۔ جو شریعت طریقت اور حقیقت کے احکام کا عالم ہو۔ جب خود ایسا ہوگا۔ تو کوئی نامشروع بات مرید کو کرنے کے لئے نہ کہے گا۔ اگر کچھ کہے گا بھی تو مختلف فیہ ہوگی۔ یعنی بعض کے نزدیک جائز ہوگی۔ اور بعض کے نزدیک ناجائز۔ پس مرید کو وہی کرنا چاہئے۔ جو پیر کہے۔ کیونکہ وہ بھی کسی قول کے موافق حکم کرتا ہے۔ اگرچہ بعض اس سے مخالف مانتے ہوں۔ پھر بھی اُسے پیر کا فرمان بجا لانا چاہیے ٭

پھر اسی بارے میں فرمایا۔ کہ فرض کرو ایک شخص دوسرے کو کوئی بات کہتا ہے۔ یا سفارش کرتا ہے اور وہ اسے مانتا نہیں۔ تو اس بات کو اس پر محمول کرنا چاہئے۔ کہ وقت نہ تھا۔ یا اس کو معلوم نہ تھا۔ فرمایا اپنی ہی خطا خیال کرنا چاہئے۔ شاید ایسا ہی ہو ٭

پھر فرمایا کہ اجودہن میں ایک عامل تھا۔ جسے والیٔ اجودہن تکلیف دیا کرتا تھا۔ اس عامل نے شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں آکر سفارش کے لئے التماس کی۔ شیخ نے کسی آدمی کو والی اجودہن کے پاس اس عامل کی بات کہلا بھیجی۔ لیکن والی اجودہن اپنی بات پر اڑا رہا۔ بعد ازاں شیخ صاحب نے اس عامل کو فرمایا۔ کہ میں نے تو کہا تھا۔ مگر وہ نہیں مانتا۔ شاید موقعہ مناسب نہ تھا۔ یا تیرے پاس کسی نے سفارش کی ہو۔ اور تو نے نہ سنی ہو۔ تب وہاں کے حاکم نے آکر معافی مانگی۔ تو شیخ صاحب نے آکر معافی مانگی۔ تو شیخ صاحب نے معاف کر دیا۔ پھر معاف کرنے اور کئے ہوئے جرم کو نہ کیا ہوا خیال کرنے کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کا ایک مرید ممن نام ایک گاؤں میں رہا کرتا تھا۔ اس کی نسبت کسی نے شیخ صاحب کو کہا۔ کہ وہ شراب خوری کرتا ہے۔ جب وہ شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے تم شراب پیتے ہو۔ اس نے کہا نہیں یہ کسی نے جھوٹی خبر دی ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ شاید ایسا ہی ہوا ہے۔ جیسا تو کہتا ہے۔

انہوں نے بھی جھوٹ کہا ہو۔ الغرض اس سے بڑی خوشی سے باتیں کرنے لگے۔ اور اس کا عذر قبول کر لیا۔

بعد ازاں مشائخ کے حکم کرنے اور مریدوں کے قبول کر لینے کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بڑھیا اکثر کئی مرتبہ شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں جھاڑو دیتے۔ کئی مرتبہ جب ایسا کر چکی تو شیخ صاحب نے اس سے پوچھا کہ اس خدمت سے تیرا کیا مطلب ہے۔ بیان کر تاکہ میں پورا کروں اس نے کہا مطلب تو ہے۔ لیکن وقت پر بتاؤں گی۔ القصہ وہ بڑھیا یہ خدمت بجا لائی۔ ایک روز ایک خوبصورت جوان شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس بڑھیا نے آکر شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اب مدعا کے اظہار کا وقت ہے۔ فرمایا۔ بیان کر عرض کی۔ اس جوان کو حکم کرو کہ مجھ سے شادی کر لو۔ شیخ صاحب سوچ میں پڑ گئے۔ اور دل میں کہنے لگے۔ کہ یہ عورت ایک بدصورت بڑھیا ہے۔ اور وہ مرد خوبصورت اور نوجوان ہے۔ خلوت میں چلے گئے۔ تین دن رات نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اس کے بعد اس جوان اور بڑھیا دونوں کو بلا کر جوان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس بڑھیا سے نکاح کرے۔ اس جوان نے چار و ناچار قبول کر لیا۔ بعد ازاں اس بڑھیا نے التماس کی کہ شیخ صاحب حکم دیں تاکہ عورتوں کی طرح مجھے جلوہ دیں۔ شیخ صاحب نے فرمایا ایسا ہی کرو۔ ضیافت کی رسم بجا لائے۔ اور کھانا وغیرہ پکایا گیا۔ پھر بڑھیا نے التماس کی کہ شیخ اس جوان کو فرمائے کہ مجھے اپنے ہاتھ سے زمین سے اٹھا کر تخت پر بٹھائے شیخ کے فرمان کے مطابق اس جوان نے ایسا ہی کیا۔ پھر بڑھیا نے شیخ صاحب کی خدمت میں التماس کی کہ اس جوان کو حکم دیں کہ مجھے زمین پر نہ سے ٹپکے۔ یعنی اس کام میں وفادار رہے۔ پیٹھ نہ دکھا جائے۔ القصہ شیخ صاحب نے حکم کیا۔ اور اس جوان نے قبول کیا۔ فرمایا در اصل یہ حکایت اس بارے میں ہے کہ مرید اپنے پیر کا حکم مانیں۔

پھر شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں فرمایا کہ میں تقریباً دس بارہ سال آپ کی خدمت میں رہ چکا ہوں۔ نعت پڑھا کرتا تھا۔ ایک شخص ابوبکر خراط نامی جسے ابوبکر قوال بھی کہتے ہیں۔ میرے استاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ وہ ملتان سے آیا تھا۔ اس نے کہا۔ کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا کو میں سماع سنایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ شعر میں نے پڑھے

لکل صبابۃ ولکل اشراقی — بجملۃ عینی بین مع مشتاقی

قد لسعت حیۃ الھوی کبدی — فلا طبیب لہا ولا راقی

دو مصرعے باقی کے مجھے یاد نہ تھے۔ سو شیخ صاحب نے فرمایا کہ وہ یہ ہیں ؎

الا الحبیب الذی قد شغفت ۔ بلا فضل کا رقیتی وتریاقی

؎

از مار غمش گزیدہ دارم جگرے ۔ کو رانکہ ہیچ فسونگر اثرے

جز دوست کہ من شیفتۂ عشق ویم ۔ افسوں علاج من چہ داند دگرے

پھر شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ کے مناقب بیان کرنے شروع کئے۔ کہ وہاں پہ ذکر اس طرح ہوتا ہے۔ اور عبادت اس طرح اور اوراد اس طرح کہ وہاں پر لونڈیاں پسنہاریاں ہیں۔ وہ بھی ذکر کرتی ہیں وغیرہ وغیرہ بہت سی باتیں کہیں۔ لیکن ان باتوں کا میرے دل پر کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر کہا کہ میں وہاں سے اجودھن آیا۔ وہاں پر ان صفات سے موصوف ایک بزرگ دیکھا۔ الغرض جب شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مناقب میں نے سنے تو میرے دل میں محبت ارادت اور صدق قائم ہو گئے۔ چنانچہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ شیخ فریدالدینؒ کہا کرتا۔ پس وہ محبت بہت ہی بڑھ گئی۔ یاروں کو بھی معلوم ہو گیا۔ اگر مجھ سے کوئی بات پوچھتے یا قسم دلانی چاہتے تو کہتے کہ شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی قسم کھاؤ ❊

القصہ جب ازاں دہلی کا ارادہ کیا۔ ایک بوڑھا عوض نام میرے ہمراہ ہوا۔ اثنائے راہ میں اگر کہیں شیر وغیرہ یا چور دل کا ڈر ہوتا تو وہ کہتا۔ یا پیر حاضر ہو جو۔ اے ہمارے پیر ہم آپ کی پناہ میں ہیں۔ میں نے پوچھا کہ اس پیر سے کونسا پیر مراد ہے کہا حضرت فریدالدین نور اللہ مرقدہٗ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اسکے سننے سے اور بھی ذوق اور شوق پیدا ہو گیا۔ اس راہ میں ایک اور مرد ہمراہ ہو لیا جسے سلاماسین ابنی کہہ کہتے ہیں۔ اور جو ایک نیک مرد تھا جب ہم دہلی پہنچے تو اتفاقاً شیخ نجیب الدین متوکل کے گھر کے پاس ہی اترے۔ اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ دولت دینی منظور تھی۔ اس واسطے ایسے اسباب مہیا کئے ❊

پھر شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ آپ کو سماع سے کمال درجہ کا حظ حاصل ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ نے سماع سننا چاہا تو قوال موجود نہ تھا۔ بدر الدین اسحاق علیہ الرحمۃ والرضوان کو فرمایا۔ کہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے خط بھیجا ہے۔ اسے لاؤ۔ آپ نے تمام خطوط جمع کر کے تھیلی میں ڈال رکھے تھے۔ بدر الدین اسحاق نے جب

تھیلی میں ہاتھ ڈالا۔ تو وہی خط ہاتھ آیا۔ جو شیخ صاحب کی خدمت میں لایا گیا۔ فرمایا کھڑے ہو کر پڑھو بدرالدین نے پڑھنا شروع کیا۔ مکتوب کی یہ عبارت تھی۔ فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندہ درویشاں است واز سرو دیدہ خاک قدم ایشاں۔ شیخ صاحب نے جب اس قدر سنا تو حالت اور ذوق طاری ہوئے۔ پھر اسی مکتوب کی یہ رباعی پڑھوائی۔ رباعی

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد — واں روح کجا کہ در جلال تو رسد

گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال — آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

اس مکتوب کو خیال میں رکھ کر یہ فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ بدرالدین غزنوی نے شیخ صاحب کی خدمت میں خط لکھا تھا۔ جس میں کچھ نظم بھی درج تھی۔ خواجہ صاحب نے اس میں سے دو چار شعر سنائے جس میں سے مجھے (مؤلف کتاب) کو صرف دو شعر یاد رہے۔ (رباعی)

دریں خاطرم گر جمع بودے — بہ جش گردے گوہر فشانی

فریدالدین ولمنت یار مہتر — کہ بادش در کرامت زندگانی

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی اور شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہما کی آپس میں ملاقات کس طرح ہوئی۔ فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام قطب العالم حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے۔ تو چاہا کہ حضرت شیخ قطب الدین میرا استقبال کریں گے۔ اپنے گھر سے نکل آئے شیخ صاحب کا مکان کیلوکھری کے پاس تھا۔ وہاں سے نکل تنگ کوچوں میں چلنا شروع کیا۔ شارع عام کی راہ نہ گئے۔ شیخ جلال الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز بھی شارع عام سے نہ آئے۔ انہوں نے بھی تنگ کوچوں میں آنا شروع کیا۔ اسی طرح دونوں بزرگوں کی باہم ملاقات ہوئی۔ نیز فرمایا کہ ایک مرتبہ ملک عزیزالدین بختیار کی مسجد میں جو اس کے حمام کے بالمقابل ہے۔ یہ دونوں بزرگوار آپس میں ملے۔

عید میں بارش کی حالت میں لوگوں کا بھاگ جانا

اتوار کے روز پندرھویں ماہ ذالحج سن مذکور کو ایام تشریق میں شرف مصاحبت حاصل ہوا۔ نماز کے حال کی بابت پوچھا۔ اس عید پر بارش سخت ہوئی۔ اور قدرے اولے بھی پڑے۔ بہت سے لوگ نماز میں بھی شامل نہ ہوئے چنانچہ میں بھی شامل نہ ہو سکا۔

القصہ جب خواجہ صاحب کو اس بات کی اطلاع دی گئی۔ کہ میں نہیں گیا تھا۔ فرمایا۔ ہاں بہت لوگ نہیں آسکے تھے۔ پھر فرمایا کہ میں نے بھی ایک ہی رکعت ادا کی تھی۔ دوسری رکعت کے وقت بارش ہونے لگی۔ جب نماز ختم ہوئی تو خطیب اور میں رہ گئے۔ باقی سارے لوگ گھروں کو واپس آگئے۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ اگر اس عید کی نماز اس روز ادا نہ ہو سکے تو کیا دوسرے روز ادا کرنی جائز ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ عید الضحےٰ کی نماز تو دوسرے روز بلکہ تیسرے روز بھی ادا کرنی جائز ہے۔ لیکن عید الفطر کی نماز اگر قضا ہو جائے۔ تو دوسرے روز ادا نہیں کرنی چاہیے ۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ اس عید پر میرے دل میں خیال تھا۔ کہ اگر بارش ہو جائے اور نماز ادا نہ کی جائے۔ تو دوسرے روز ادا کریں۔ لیکن چونکہ سب لوگ آئے ہوئے تھے۔ اور خطیب نماز ادا کر چکا تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ نماز استخارہ جو ہر روز ادا کی جاتی ہے وہ ہر روز کی خیریت اور ہر جمعے کی خیریت کے لئے بھی ادا کی جاتی ہے۔ نیز اس ہفتے اور عید کی خیریت کے لئے بھی ادا کی جاتی ہے۔ نیز سارے سال کی خیریت کے لئے بھی۔ میں نے پوچھا۔ عید الضحےٰ کے روز عید الفطر کے دن فرمایا دونوں دن ادا کرنی چاہیے۔

ذکر بزرگان کہ روز قیامت ایشاں را بزنجیر کشاں بہ بہشت برند

ہفتے کے روز سولھویں محرم ۷۱۶ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میں اس روز اپنے عزیزوں میں سے ایک چھوٹے لڑکے کو ہمراہ لایا تھا۔ عرض کی کہ اسے قرآن پڑھنے کے لئے بھیجتا ہے پہلے آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔ تاکہ جناب کی برکت سے اللہ تعالےٰ قرآن شریف کا پڑھنا اس کے نصیب کرے آپ نے دعا کی اور پھر تختی دست مبارک میں لے کر اس پر یہ عبارت لکھی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رب یسر ولا تعسر ا ب ت ث ج ، اور زبان مبارک سے یہ حروف اسے پڑھائے۔ پھر فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو جبراً کھینچ کر بہشت میں لایا جائے گا۔ بعد ازاں فرمایا کہ اس حدیث کی نسبت تین قول مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ وہ لوگ۔ یہ بچے ہوں گے۔ جو جبراً معلم کے پاس لائے جاتے ہیں۔ جو بتدریج حروف کے معنی کو پہنچتے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے۔ کہ وہ غلام ہوں گے۔ جن کو دار الحرب سے دار السلام میں زنجیر ڈال کر لایا جاتا ہے۔ اس وقت خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ تیسرا قول یہ ہے

کہ وہ لوگ ہوں گے۔ جو محبان حق ہیں۔ قیامت کے دن انہیں بہشت میں جانے کا حکم ہوگا لیکن وہ کہیں گے کہ ہم نے بہشت یا دوزخ کے لئے تیری پرستش نہیں کی ہم نے محض تیری محبت کی خاطر تیری پرستش کی ہے۔ حکم ہوگا کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ لیکن دیدار اور وصال کا وعدہ بہشت میں پورا ہوگا۔ وہاں چلو۔ وہ پھر بھی نہیں جائیں گے۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ انہیں نوری زنجیروں سے جکڑ کر بہشت میں لے جاؤ۔

ذکر طلب دنیا

منگل کے روز ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قناعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ دنیا کے طلب نہ کرنے کے بارے میں فرمایا کہ مولانا حافظ الدین نے جو کتابیں کافی اور شافی لکھی ہیں ان میں لکھا ہے کہ کتے کو شکار کرنا سکھایا جاتا ہے جب تین مرتبہ شکار پکڑ لیتا ہے اور مالک کو لا دیتا ہے تو اسے معلم کہتے ہیں۔ واقعی اسے استاد پکڑنا چاہیے چیتے کو بھی شکار کرنا سکھلایا جاتا ہے۔ لیکن چیتے کو اس وقت چھوڑا جاتا ہے جب شکار بالکل نزدیک آجاتا ہے۔ تو وہ اچھل کر اس پر جا پڑتا ہے۔ اگر نہیں ملتا تو اس کے پیچھے نہیں بھاگتا۔ برخلاف اس کے کتا شکار کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ القصہ اس بزرگ نے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ چند خصلتیں چیتے سے سیکھیں۔ ایک یہ کہ رزق کے پیچھے کتے کی طرح مارے مارے نہ پھریں۔ اگر کچھ مل جائے تو اس پر قانع ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ جب چیتا شکار پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اگر شکار مل جاتا ہے تو بہتر ورنہ اس کا پیچھا نہیں کرتا۔ اسی طرح لوگوں کو بھی چاہیے کہ اگر دنیا طلب کریں تو تھوڑی کریں۔ نہ کہ اس کی خاطر پریشان خاطر رہیں۔ تیسرے یہ کہ اگر چیتا شکار کرنے میں سستی کرے تو کتے کو لا کر اس کے روبرو پیٹا جاتا ہے۔ تاکہ چیتا ڈر جائے۔ لوگوں کو بھی ایسے ہی کرنا چاہیے۔ کہ دوسروں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں۔

ایک چھری والے کو چھوڑ دیا اور سفر خرچ دیا

ہفتے کے روز بیسویں ماہ ربیع الاول سنہ ۷۰۵ھ ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ایک آدمی پکڑا تھا جس کے ہاتھ میں چھری تھی۔ واللہ اعلم وہ کون تھا۔ جب خدمتگار اسے پکڑ کر خواجہ صاحب کی خدمت میں لائے اور حال بیان کیا۔ تو خواجہ صاحب نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ اسے تکلیف پہنچائی جائے پاس بلا کر فرمایا کہ آئندہ اس بات کا اقرار کرو کہ کسی مسلمان کو ضرر نہ دو گے۔ اس نے عہد کیا تو خواجہ صاحب نے اسے چھوڑ دیا اور راستے کا خرچ بھی دیا۔ جب اس روز میں حاضر خدمت ہوا۔ تو اسی بارے

میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا ایک روز شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز صبح کی نماز ادا کر کے زمین پر سر رکھ کر یادالٰہی میں مشغول تھے۔ اکثر اسی طرح یادالٰہی میں مشغول ہوا کرتے تھے۔ اس دن شاید سردی کی وجہ سے پوستین اوپر ڈال رکھی تھی اور وہاں میرے سوا کوئی اور خادم موجود نہ تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے آکر بلند آواز میں سلام کیا۔ جس سے شیخ صاحب یادالٰہی سے رک گئے۔ شیخ صاحب نے اسی طرح زمین پر سر رکھے ہوئے۔ اور پوستین اوڑھے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص جو آیا ہے۔ وہ ایک میانہ قد زرد رنگ کا ترک ہے۔ میں نے اسے دیکھا تو واقعی اسی شکل وصورت کا تھا۔ میں نے عرض کی جناب اسی شکل کا ہے۔ بعدازاں فرمایا کہ اس کی کمر میں زنجیر بھی ہے۔ عرض کی کہ ہاں ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کے کان میں کوئی چیز ہے۔ میں نے عرض کی کہ اس کے کان میں بالے ہیں۔ اس سوال وجواب سے اس ترک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اسے کہو چلا جائے۔ ورنہ زیادہ رسوا ہوگا۔ یہ سن کر وہ غائب ہو گیا۔ اسی مجلس میں یہ حکایت بھی بیان فرمائی۔ کہ ایک شخص مولانا حسام الدین نامی غزنی میں رہتا تھا۔ جو شمس العارفین کی اولاد سے تھا۔ اور خواجہ اجل شیرازی کا مرید تھا۔ وہ اور ایک اور یار دونوں کھڑے تھے۔ کہ خواجہ صاحب نے پہلے ان کی طرف دیکھا۔ پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر ان کی طرف دیکھ کر زبان مبارک سے فرمایا کہ اس وقت تم میں ایک کے لئے شہادت کی خلعت تیار کی گئی ہے۔ جب دونوں خواجہ صاحب سے رخصت ہوئے۔ تو آپس میں کہا دیکھئے یہ دولت کس کو نصیب ہوتی ہے۔ مولانا حسام الدین ذاکر تھے۔ اسی دن تذکیر کر کے منبر سے جب اترے تو بہت لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ اور دست بوسی کرنے لگے۔ ان میں سے ایک نے چھری نکال کر آپ کو شہید کیا۔ جب گھر لائے گئے۔ تو کوئی دم باقی تھا۔ کسی کے ہاتھ اپنے یار کو کہلا بھیجا۔ کہ وہ خلعت مجھے ملی ہے۔

ذکر برکات قرآن وحفظ آں

اتوار کے روز ستائیسویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو بھی پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قرآن شریف کی برکت اور اس کے حفظ کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا بداؤں میں ایک شخص قرآن شریف ساتوں طرح کی قراتوں سے پڑھ سکتا ہے اور نہایت صالح مرد صاحب کرامت اور ایک ہندو کا غلام تھا۔ جسے شادی مقری کہتے تھے۔ اس کی ایک کرامت تو یہی تھی کہ جو شخص اس سے قرآن شریف کا ایک ورق پڑھ لیتا۔ اللہ تعالیٰ اسے

سارا قرآن شریف نصیب کرتا۔ میں نے بھی اس سے ایک سیپارہ پڑھا۔ اس کی برکت سے مجھے سارا قرآن شریف حفظ ہو گیا۔ الغرض اس شادی مقری کا ایک آقا تھا۔ جو سہاور میں رہتا تھا۔ اور جسے خواجگی مقری کہتے ہیں۔ وہ بھی بہت ہی بزرگ تھا۔ القصہ ایک دفعہ کوئی شخص سہاور سے آیا۔ شادی مقری نے اس سے پوچھا۔ کہ کیا میرا آقا امنی خوشی تو ہے۔ اس کا آقا مر چکا تھا۔ لیکن اس شخص نے وفات کی خبر نہ کی اور کہا کہ ہاں سلامت ہے۔ پھر سہاور کے حالات بیان کرنے شروع کئے۔ کہ برسات بڑے زور کی ہوئی۔ جس سے کئی گھر برباد ہو گئے۔ اور ایک مرتبہ آگ بھی لگی جسے کئی گھر جل کر راکھ ہو گئے جب وہ شخص اتنی باتیں بیان کر چکا۔ تو شادی مقری نے کہا۔ شاید میرا آقا زندہ نہیں۔ کہا۔ ہاں مدت اس سے پہلے ہی انتقال کر گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

ذکر زیارت مکہ معظمہ

اتوار کے روز بیسویں ماہ ربیع الاخر سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ سست اعتقاد گروہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ نیز ان لوگوں کے بارے میں جو کعبہ کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور جب واپس آتے ہیں تو پھر دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ مجھے تو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے۔ جو آپ کے مرید ہو کر پھر کس طرف جائیں۔ جس وقت میں نے یہ عرض کی اس وقت میرا یار ملیح نام حاضر خدمت تھا۔ میں نے عرض کی۔ کہ بندے نے ایک مرتبہ اس ملیح سے ایک بات سنی جس نے میرے دل پر بڑا گہرا اثر کیا۔ وہ بات یوں بیان کی کہ حج کو وہ شخص جائے جس کا پیر نہ ہو۔ خواجہ صاحب نے جب یہ بات سنی تو آبدیدہ ہو کر یہ مصرع فرمایا۔ **مصرعہ**

آں رہ بسوئے کعبہ برد ایں بسوئے دوست

بعدازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی وفات کے بعد مجھے حج کا شوق عظیم پیدا ہوا۔ میں نے کہا پہلے اجودھن جا کر شیخ صاحب کی زیارت کروں۔ جب زیارت کی تو میرا مقصود حاصل ہو گیا۔ اور کچھ اور بھی مل گیا۔ دوسری مرتبہ جب پھر حج کی خواہش پیدا ہوئی۔ تو پھر بھی شیخ کی زیارت کی اور مطلب حاصل ہو گیا۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بابت

اتوار کے روز گیارھویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بابت

فرمایا۔ کہ ایک رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک بنا کھدا ہوا کنواں ہے۔ اور اس پہ ڈول پڑا ہے۔ اس میں پانی تو تھا۔ لیکن اس کی عمارت تیار نہ تھی۔ یعنی اینٹوں وغیرہ سے تیار نہ کیا گیا تھا۔ صرف گڑھے کی طرح تھا۔ ایسے کنویں کو قلیب کہتے ہیں۔ اور جس کی عمارت وغیرہ ہر طرح سے بالکل تیار ہو۔ اسے طوی کہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ آنجناب نے ڈول سے تھوڑا پانی کھینچا۔ پھر دست مبارک اٹھا لیا۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے اور انہوں نے دو تین ڈول کھینچے تو تھک گئے۔ پھر عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے اگیارہ ڈول کھینچے۔ تو وہ ڈول بڑا ہوگیا جس کے سبب بہت سی زمین سیراب ہوئی ✣

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ کنویں سے اصل مراد پانی ہے۔ خواہ کنویں پر عمارت وغیرہ بنائیں یا نہ بنائیں۔ تکلف کریں یا نہ کریں۔ بہر حال اصلی مقصد تو پانی ہے۔ یعنی یہ کام میں کوئی نہ کوئی علت غائی ہوتی ہے ✣

ذکر تجرد و تاہل

اسی اثنا میں حاضرین میں سے ایک نے محمد کوالپوری مرید کا سلام پہنچایا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا ہاں میں جانتا ہوں۔ وہ خدا کا پیارا ہے۔ اس نے ایک مرتبہ مجھ سے پوچھا تھا کہ مجرد رہنا اچھا ہے۔ یا شادی کر لینی بہتر ہے۔ میں نے کہا بہتر تو تجرید ہے۔ لیکن شادی کی بھی اجازت ہے۔ اگر کوئی شخص یاد الٰہی میں اس طرح مشغول ہو کہ اسے اس بات کی خبر نہ ہو۔ اور نہ ہی جانتا ہو کہ یہ بات کیا ہے۔ تو اس کے تمام اعضا آنکھ۔ زبان وغیرہ بے شک محفوظ رہیں گے۔ ایسے شخص کو مجرد رہنا چاہیئے۔ لیکن جس کے دل میں اس بات کا خیال گزرے اسے شادی کر لینی چاہیئے اس بارے میں اصل کام نیت ہے۔ جب نیت حق کی مشغولی کی ہوگی تو سارے اعضاء پر اس کا اثر پڑے گا۔ جب اس کا باطن اور طرح کا ہو جائے گا تو اس کے اعضاء پر بھی وہی اثر پڑے گا

ذکر وفات تاریخ شاہجہاں شمس الدین

پھر محمد کوالپوری کی عمر کی بابت فرمایا کہ وہ اتنے سال کا ہے۔ یہاں سے سلطان شمس الدین کی تاریخ وفات یاد آگئی۔ تو یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

بسال ششصد و سی و سہ از ہجرت
نماندہ شاہجہان شمس الدین عالمگیرا

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ جب مرید پیر کو وداع کرتے ہیں۔ تو پھر حاضر خدمت

نہیں ہوتے۔ مگر اس کے بعد کہ کسی مہم یا سفر میں واپس آئیں۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان

ذکر وداع نمودن از خدمت پیر و باز یافتن بخدمت ایشاں الا بعد فراغ از آں مہم۔

فرمائی کہ جب علی مکی کو شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے وداع کیا تو دوسرے روز ہی اجودھن کے گرد و نواح میں آنے کا اتفاق ہوا۔ اسی روز پھر شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ صاحب نے پوچھا کہ کل تو تو رخصت ہو کر چلا گیا تھا۔ آج پھر آ نکلا۔ عرض کی کہ آج ساتھیوں نے یہیں مقام کیا تھا۔ میں حاضر خدمت ہو گیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا مرحبا۔ جب رات ہوئی۔ تو پھر جا کر قافلے میں رہا۔ تیسرے روز پھر مقام وہیں تھا۔ پھر شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو شیخ صاحب نے ایک آدمی کو حکم دیا۔ کہ دو روٹیاں لا کر اسے دو۔ جب رخصت کیا تو پھر نہ آیا۔

پھر اسی علی مکی کے بارے میں فرمایا کہ وہ نیک اور بابرکت آدمی تھا۔ بارہا دعا کیا کرتا تھا۔ کہ پروردگار مجھے ایسی جگہ موت آئے کہ میں اپنے شہر میں نہ ہوں۔ یعنی راستے میں جہاں مجھے کوئی پہچان نہ سکے کہ کون ہے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بدایوں کی طرف روانہ ہوا۔ تو اثنائے راہ میں بیمار ہوا۔ جب قصبہ نجابانہ سے باہر نکلا۔ تو بیماری اور بھی بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ اسی حدود میں مر گیا اور بدایوں نہ پہنچ سکا۔

ذکر قاضی کرمان و جمع کردن او مشائخ و ذکر سماع دوران مجلس

پھر اسی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں نے اس سے سنا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ میں ایک مرتبہ کرمان میں بطور مسافر وارد ہوا تھا۔ کرمان میں ایک قاضی تھا۔ جس نے ایک روز شہر کے بڑے بڑے رؤسا اور مشائخ کو بلایا۔ اور مجلس آراستہ کی ایک لاغر و ناتواں زرد رو درویش بھی اس مجلس میں حاضر تھا۔ اگرچہ اسے بلایا تو نہیں گیا تھا۔ لیکن اس نے سنا تھا کہ آج قاضی کے ہاں دعوت ہے آ کر ایک کونے میں بیٹھ رہا۔ جب سماع شروع ہوا تو اس درویش میں جنبش نمودار ہوئی۔ اٹھ کر رقص کرنا چاہا۔ قاضی اس بات سے ناراض ہوا۔ وہ چاہتا تھا کہ پہلے صاحب صدر یا کوئی اور بزرگ رقص کرے یہ درویش کیوں اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے آواز دی کہ اے درویش بیٹھ جا۔ درویش ناراض ہو کر بیٹھ گیا۔ ایک گھڑی بعد جب سماع شروع ہوا۔ تو قاضی اٹھا۔ اٹھتے ہی درویش نے کہا۔ قاضی صاحب بیٹھ جائیے

درویش نے یہ الفاظ کچھ اس لہجے میں کہے کہ حاضرین دم نہ مار سکے۔ قاضی اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ القصہ جب مجلس برخاست ہوئی۔ تو اور لوگ بھی واپس چلے گئے۔ اور وہ درویش بھی۔ لیکن قاضی اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ چند مرتبہ اٹھنا چاہا۔ لیکن نہ اٹھ سکا۔ چنانچہ سات سال اسی حالت میں رہا۔ آخر سات سال بعد درویش واپس آیا۔ اسے معلوم تو تھا کہ کارروائی کیا ہوئی ہے۔ قاضی کو آکر دیکھا کہ لاغر ہو گیا ہے پاس کھڑے ہو کر کہا۔ قاضی اٹھ۔ لیکن قاضی نہ اٹھا۔ پھر دوسری مرتبہ کہا قاضی اٹھ۔ قاضی صاحب اسی طرح بیٹھے رہے۔ تیسری مرتبہ کہا۔ بھلا اسی طرح بیٹھا رہ اور اسی طرح مرجانا۔ یہ کہہ کر چلتا بنا۔ بعد ازاں قاضی نے آدمیوں کو دوڑایا۔ کہ اسے واپس لائیں۔ لیکن اس کا پتہ نہ ملا پر نہ ملا۔ اور قاضی صاحب پھر اسی حالت میں مر گئے۔

بدھ کے روز اٹھائیسویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ مجھ سے پوچھا کہ جمعہ کی نماز کہاں ادا کرتے ہو۔ عرض کی کیلوکھری کی جامع مسجد میں لیکن میں آنجناب کا مزاحم نہیں ہوتا۔ اس واسطے اس دن عوام کا ہجوم بہت ہوتا ہے۔ فرمایا میں نے کہا ہوا ہے کہ جو خاص یار لوگ میرے پاس آتے ہیں۔ انہیں ضرورت نہیں کہ عام انبوہ میں میرے مزاحم ہوں۔

ذکر تعلیم نمودن مولانا برہان الدین و شرط تعلیم او

پھر اس بارے میں کہ ایسے موقعوں پر مزاحم نہیں ہونا چاہئے ایک حکایت بیان فرمائی کہ مولانا برہان الدین نسفی عالم کامل تھے۔ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں کچھ پڑھنے کے لئے آتا۔ تو آپ اسے فرماتے کہ پہلے مجھ سے تین شرطیں کر لو پھر میں پڑھاؤں گا۔ وہ شرائط یہ ہیں۔ اول ایک وقت کھانا کھانا۔ جو کھانا مرغوب اور پسند طبع ہو۔ صرف ایک دفعہ کھانا۔ تاکہ علم کے لئے بھی کچھ گنجائش رہے دوسرے یہ کہ ناغہ نہ کرنا۔ اگر ایک روز بھی ناغہ کرو گے تو دوسرے روز سبق نہیں دوں گا۔ تیسرے یہ کہ جب راستے میں مجھے ملے تو سلام کر کے گزر جانا۔ ہاتھ پاؤں پڑنے اور زیادہ تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی۔ تو بعد ازاں فرمایا کہ خلقت میرے پاس آتی ہے اور سجدہ کرتی ہے۔ چونکہ شیخ الاسلام فرید الدین اور شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے منع نہیں فرمایا تھا۔ میں بھی منع نہیں کرتا۔ اسی اثناء میں بندے نے عرض کی۔ کہ جب آکر جناب کو تعظیمی سجدہ کرتا ہوں۔ تو ایسا کرنے میں مجھ سے کچھ زیادتی ہو جاتی ہے۔ اور نفس شکنی ہوتی ہے

لیکن آپ کو اللہ تعالےٰ ہی نے بڑائی عنایت کر رکھی ہے۔ کچھ مریدوں کی خدمت پر منحصر نہیں ہے بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ انہیں گزشتہ دنوں میں ایک بزرگ شخص روم و شام کی سیر کر کے آیا جب بیٹھا تو اتنے میں وحید الدین قریشی نے حسب معمول سجدہ کیا۔ اس بزرگ نے اسے منع کیا۔ کہ یہ کیا کرتے ہو۔ سجدہ کرنا جائز نہیں۔ اس بارے میں مجھ سے بحث کرنے لگا۔ میں نے جواب دینا نہ چاہا۔ لیکن جب حد سے بڑھ گیا۔ تو میں نے صرف اس قدر کہا کہ سنو! اتنا جوش نہ دکھاؤ۔ جب کوئی امر فرض ہو اور بعد میں اس کی فرضیت جاتی رہے۔ تو وہ مستحب رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ ایام بیض اور ایام عاشورہ جو پہلی امتوں پر فرض تھے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ان کی فرضیت جاتی رہی۔ صرف استحباب (مستحب ہونا) باقی رہ گیا۔ اب رہا سجدہ۔ سو پہلی امتوں کے لئے مستحب تھا۔ جیسے رعیت بادشاہ کو یا شاگرد استاد کو یا امت پیغمبر کو تعظیماً سجدہ کیا کرتے۔ یہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بالکل جاتی رہی۔ صرف مباح رہ گیا ہے۔ مستحب نہیں۔ سو مباح کے لئے نفی اور منع کا کہاں ذکر ہوا ہے۔ ایک بھی ایسی مثال بتا دو صرف یہ انکار کس کام کا۔ جب میں نے اس قدر کہا۔ تو کوئی جواب نہ دے سکا۔ خواجہ صاحب جب یہ حکایت ختم کر چکے۔ تو فرمایا کہ میں یہ کہہ کر پشیمان ہوا۔ کہ میں نے یہ بات کیوں کہی۔ جس سے وہ کھسیانا ہوا۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ میں دو وجہ سے پشیمان ہوا۔ ایک اس واسطے کہ کیوں اسے یہ بات کہی جس سے وہ لزم بنا۔ دوسرے چونکہ وہ مسافر تھا۔ مجھے چاہئے تھا کہ اسے روپیہ یا کپڑا اپیسہ دیتا۔ ان باتوں سے مجھے پشیمانی ہوئی۔ بعد ازاں پیش آنے کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میرے پاس آئے۔ اسے کچھ دینا چاہئے۔ اس مباحثہ کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ کوئی بوڑھا شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں آیا۔ اور کہا کہ میں شیخ قطب الدین بختیار طیب اللہ ثراہ کی خدمت میں تھا۔ میں نے آپ کو وہاں دیکھا تھا۔ شیخ صاحب نے اسے نہ پہچانا۔ جب سارے نشان بتائے تو پہچان لیا۔ الغرض وہ بوڑھا ایک چھوکرا بھی ہمراہ لایا تھا۔ اسی اثناء میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو لڑکا بے ادبوں کی طرح بحث کرنے لگا۔ چنانچہ اونچی آواز سے باتیں ہونے لگیں۔ شیخ صاحب

بھی بلند آواز سے بولنے لگے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اور مولانا شہاب الدین جو شیخ صاحب کے فرزند تھے۔ باہر دروازے پر بیٹھے تھے۔ جب غلبہ دیکھا تو ہم اندر آئے۔ وہ لڑکا اسی طرح گستاخانہ گفتگو کئے گیا۔ مولانا شہاب الدین نے اندر آکر اسے دھپڑ مارا تو اس لڑکے نے بے ادبی کرنی چاہی میں نے اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اسی اثنا میں شیخ کبیر قدس اللہ سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ باہم صفائی کرو۔ مولانا شہاب الدین نے کچھ روپیہ لاکر اس لڑکے اور اس کے باپ کو دیا جسے لے کر دونوں خوش ہو کر چلے گئے۔ شیخ صاحب کی یہ عادت تھی کہ ہر رات افطار کے بعد مجھے اور مولانا رکن الدین کو پاس بلاتے۔ اور کبھی کبھی مولانا شہاب الدین بھی موجود ہوتے۔ پھر گزشتہ روز کے واقعات کی نسبت پوچھتے۔ اس روز بھی حسب معمول مجھے اور مولانا رکن الدین کو بلایا اور اس دن کا ماجرا پوچھا۔ اس بوڑھے کے آملے اور لڑکے کے بحث کرنے اور مولانا شہاب الدین کے ادب کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ شیخ کبیر ہنسے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کی۔ کہ میں نے اس لڑکے کا ہاتھ پکڑا تھا۔ جب کہ اس نے مولانا شہاب الدین کی بے ادبی کرنی چاہی تھی۔ شیخ صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ نیک نے نیک کام کیا۔

ذکر دنبل و ناروا

۷۱۷ھ کے روز چوبیسویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ گزشتہ دنوں میں میرے پاؤں کی انگلی درد کرتی تھی۔ اس لئے قدمبوسی حاصل نہ کرسکا۔ اس روز جو آیا۔ یہ تو پہلے بیماری کی بابت سارا حال عرض کیا۔ پوچھا ناروا تھا یا کیا۔ اور بیماری میں نے عرض کی ناروا تو نہ تھا۔ یکایک پاؤں کی انگلی میں ورم ہو گئی۔ اور سخت درد کرنے لگی۔ پوچھا کبھی نارو سے کی بیماری ہو چکی ہے۔ میں نے عرض کی جناب پہلے تو ہو چکی ہے۔ لیکن پانچ سال سے نہیں ہوئی۔ جب پہلے ہوئی تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا تھا پھوڑے پھنسی کے دفعیے کے لئے آیا ہے۔ کہ عصر کی سنتوں میں سورۂ بروج کا فضل رہا ہے۔ کبھی پھوڑے پھنسی یا نارو سے کی شکایت نہیں ہوئی۔ بعد ازاں عرض کی کہ جناب کی زبان مبارک سے بھی سنا ہے۔ کہ عصر کی سنتوں میں چار سورتیں پڑھنی چاہئیں۔ ایک اذا زلزلت الارض اور تین اور جو اس کے ساتھ ہیں۔ سو بندہ انہیں بھی پڑھتا ہے۔ جب یہ عرض کی کہ پہلی رکعت میں سورۂ بروج اور بعد ازاں اذا زلزلت الارض پڑھتا ہوں۔ فرمایا اچھا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ عصر کی

سنتوں میں سورہ والعصر کا دس مرتبہ پڑھنا بھی آیا ہے۔ پہلی رکعت میں چار مرتبہ دوسری میں تین مرتبہ تیسری میں دو مرتبہ اور چوتھی میں ایک مرتبہ۔ بعد ازاں

ذکر امام مخلوق دموئے

پوچھا کہ کیا نماز باجماعت ادا کرتے ہو۔ میں نے عرض کی جناب باجماعت ادا کرتا ہوں۔ ایک مخلص امام مل گیا ہے جو آپ کا مرید ہے۔ اور صالح مرد ہے۔ پوچھا گیا مخلوق ہے؟ میں نے عرض کی نہیں فرمایا مخلوق بہتر ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ غسل جنابت میں جس کے بال ہوں وہ مشکل سے احتیاط رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ اگر ایک بال بھی خشک رہ جائے تو جنابت باقی رہتی ہے۔ لیکن محلوق (منڈا ہوا) بے شبہ غسل کر سکتا ہے

ذکر آں سہ چیز کہ خود باید کرد و بکسے نباید آموخت

بعد ازاں سر منڈانے کے فوائد کی بابت فرمایا۔ کہ لوگ کہتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں جو خود کرنی چاہئیں۔ اور دوسروں کو نہیں سکھلانی چاہئے۔ یعنی ان کا فائدہ صرف اسی شخص کو پہنچ سکتا ہے۔ اول خود محلوق ہونا چاہئے لیکن دوسرے کو محلوق ہونے کی بابت نہیں کہنا چاہئے۔ دوسرے افطار سے پہلے شوربہ پینا۔ تیسرے پاؤں کے تلوے کو چرب کرنا۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہ وہ باتیں ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں۔ لیکن ایسا ہونا نہیں چاہئے۔ لوگوں کو ایسا ہونا چاہئے کہ خود بھی فائدہ اٹھائیں۔ اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک اعرابی ہمیشہ دعا

ذکر منع از دعائے مخصوص بہ نفس خود

کیا کرتا تھا۔ اللھم ارحمنی و محمداً ولا ترحم معنا احداً! اے پروردگار! مجھ پر اور محمد پر رحم کر۔ لیکن ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر۔ جب یہ خبر حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سنی۔ تو اعرابی کو فرمایا کہ لقد تحجرت واسعاً۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس کی شرح یوں فرمائی۔ کہ اگر کوئی شخص جنگل میں اپنے لئے اپنے گھر بنائے تو اسے تحجر کہتے ہیں۔ یعنی چند پتھر بطور حد رکھے کہ اس قدر میرے گھر کی حد ہے۔ پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے تمثیل کے ذریعے آگاہ کر دیا۔ کہ اللہ تعالے کی رحمت عام ہے۔ ایسی دعا کیوں کرتے ہو کہ پروردگار! مجھے اور محمد کو بخش۔ لیکن ہمارے ساتھ کسی اور کو نہ بخش۔ گویا تو تحجر کرتا ہے۔ اور تنگ کرتا ہے۔ یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے "لقد تحجرت واسعاً"

ذکر شنا از نشستن در آفتاب

سوموار کے روز انتیسویں ماہ رجب ۷۱۱ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت خواجہ صاحب دھوپ سے چھاؤں میں آئے تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ دھوپ میں نہ بیٹھا کرو۔ کیونکہ اس سے چہرے کی طراوت جاتی رہتی ہے۔

پھر شمس دبیر کی بابت گفتگو شروع ہوئی تو مجھ سے پوچھا کیا تو نے شمس دبیر کو دیکھا تھا۔ میں نے عرض کی جناب میرا رشتہ دار تھا۔ فرمایا اس نے قاضی حمید الدین ناگوری کے سوانخ شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز سے پڑھے تھے۔ وہ بڑا نیک آدمی تھا۔ بعد ازاں فرمایا کہ جب شیخ کبیر افطار کرتے۔ تو بعد ازاں یاد الٰہی میں مشغول ہوتے یہاں تک کہ عشا کی نماز کا وقت ہو جاتا۔ شام سے عشا تک شمس دبیر کھانا تیار کرتا۔ اور دو تین یاروں کو بلا کر افطار کراتا۔ میں بھی اس وقت موجود ہوتا۔ پھر فرمایا کہ اوائل حال میں وہ مفلس تھا۔ جب دولت مند ہوا۔ تو اس کی وہ حالت نہ رہی۔ بعد ازاں فرمایا کہ دنیاوی اقبال بھی ایک قسم کی آگ ہے ۔

ذکر نماز تراویح

پھر تراویح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو پوچھا کہ نماز مسجد میں ادا کرتے ہو یا گھر میں۔ میں نے عرض کی کہ گھر میں ادا کرتا ہوں۔ ایک امام صالح مل گیا ہے۔ بعد ازاں پوچھا کہ جامع مسجد میں اس سے پہلے تراویح میں قرآن مجید ختم ہوا کرتا تھا۔ عرض کی مولانا شرف الدین ہر رات ایک سیپارہ پڑھا کرتے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے بھی اس کے پیچھے نماز ادا کی تھی۔ اگرچہ اس رات بارش ہوئی تھی۔ گلیاں کیچڑ سے پر تھیں۔ لیکن پھر بھی میں گیا اور نماز ادا کی واقعی معروف کو بڑی خوبی اور وضاحت سے کماحقہٗ ادا کرتا تھا ۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ملک شام کا رہنے والا ایک عالم مولانا دولت یار نامی بھی بہت عمدہ قرات کرتا تھا۔ چنانچہ ویسی خوبی کی قرائت میں نے کسی سے نہیں سنی۔ پھر فرمایا کہ میں نے شیخ کبیر قدس اللہ العزیز سے چھ سیپارے پڑھے ہیں اور تین کتابیں بھی۔ ایک سنی ہے۔ اور دو پڑھی ہیں۔ جس روز میں نے شیخ کی خدمت میں التماس کی۔ کہ میں آپ سے قرآن شریف پڑھنا چاہتا ہوں۔ اس روز فرمایا کہ پڑھو بعد ازاں جمعہ کے روز یا کسی اور فرصت کے وقت میں کچھ پڑھتا الغرض چھ سیپارے خواجہ صاحب سے پڑھے۔ جب میں نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔

ذکر تلفظ لفظ ضاد و حصول نزول آں بر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تو فرمایا۔ کہ الحمد للہ پڑھو۔ جب میں ولاالضالین پر پہنچا۔ تو فرمایا کہ ولاالضالین کا تلفظ اس طرح ادا کرو۔ جس طرح میں کرتا ہوں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ سبحان اللہ کیا ہی فصاحت اور بلاغت تھی۔ جس طرح شیخ صاحب ولاالضالین کا تلفظ ادا فرماتے۔ کوئی ادا نہ کر سکتا تھا۔ پھر فرمایا کہ ضاد خاص رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ جو دوسروں کے لئے نہ تھا۔ پھر فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو الضاد کہتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ رسول الضاد سے یہ مراد ہے۔ کہ الضاد آنحضرت صلعم پر نازل ہوا ❖

تراویح کے بارے میں

اتوار کے روز دسویں ماہ رمضان سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تراویح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ تراویح سنت ہے۔ اور تراویح میں قرآن شریف ایک مرتبہ ختم کرنا سنت ہے ❖

ختم قرآن در تراویح سنت صحابہؓ است

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ تراویح سنت ہے اور جماعت سنت ہے۔ اور تراویح میں ایک ختم بھی سنت ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ یہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت کے مطابق صرف تین دن ادا کی ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق صرف ایک دن لیکن اس سنت کو ہمیشہ عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے نباہا ہے۔ حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے آپ کے عہد خلافت میں ایک شخص نے پوچھا۔ کہ کیا سنت صحابہؓ بھی سنت نبویؐ ہے فرمایا ہمارے مذہب میں تو ہے۔ لیکن امام شافعی کے مذہب کے مطابق وہی سنت ہے۔ جو رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ❖

حکایت امام اعظمؒ و ختم قرآن الشاں در ماہ رمضان

پھر امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالے عنہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ ماہ مبارک رمضان میں اکسٹھ مرتبہ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ ایک تراویح میں اور تین دنوں کو اور تیس راتوں کو بعد ازاں فرمایا کہ آپ نے چالیس سال عشار کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی ہے ❖

پھر زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اس قدر عالم گزرے ہیں۔ کوئی جانتا ہے۔ کہ وہ کہاں گئے اور کون تھے۔ یہ شہرہ جو باقی رہجاتا ہے۔ یہ ان کے حسن معاملہ کے سبب رہجاتا ہے

اور یہی معنوی زندگی ہوتی ہے۔ یہ آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ جنیدؒ کو گزرے کس قدر عرصہ ہو گیا ہے۔ لیکن لوگ یہی جانتے ہیں کہ ابھی کل ان کا انتقال ہوا ہے۔ یہ سب کچھ ان کے حسن معاملہ کی وجہ سے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ؏

ذکر در بیان کلمات حضرت خواجہ صاحب

جمعہ کے روز پندرہویں ماہ مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مجھ سے پوچھا کہ کیا کلمات جو مجھ سے سنتے ہو۔ لکھتے جاتے ہو۔ میں نے عرض کی جناب لکھتا جاتا ہوں۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ تمہاری یادداشت کی نسبت متعجب ہوں۔ میں نے عرض کی سب کچھ یاد رہتا ہے۔ اگر نہیں رہتا تو جگہ خالی چھوڑ دیتا ہوں۔ پھر دوبارہ لکھ لیتا ہوں۔ جیسا کہ جناب نے گذشتہ مجلس میں فرمایا تھا۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ اے عائشہ! دھوپ میں نہ بیٹھا کرو۔ اس سے چہرے کی تروتازگی جاتی رہتی ہے۔ میں نے یہ بات دل میں رکھی۔ کہ پھر اس حدیث کی نسبت پوچھوں گا۔ کہ یہ کس طرح ہے۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ میں نے یہ کسی کتاب میں لکھی نہیں دیکھی۔ مولانا علاؤالدین اصولیؒ سے جو میرے استاد تھے۔ بدایوں میں سنی۔ وہ بہت بزرگ، اور کامل مرد تھے۔ یہاں سے مولانا علاؤالدین کے مناقب کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ بہت ہی بزرگ مرد تھے۔ لیکن کسی کی بیعت نہ کی تھی۔ اگر کسی کے مرید ہو جاتے۔ تو کامل حال شیخ بن جاتے ؏

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جس وقت آپ بچے ہی تھے۔ اور بدایوں کے ایک کوچے میں پھر رہے تھے۔ اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ دہلیز پر بیٹھے تھے۔ جب شیخ صاحب کی نگاہ مولانا علاؤالدین پر پڑی تو آپ کو بلایا اور جو لباس خود پہنا ہوا تھا۔ آپ کو پہنایا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مولانا علاؤالدین میں جو اخلاق حمیدہ اور اوصاف ستودہ پائے جاتے ہیں۔ وہ سب اسی لباس کی برکت سے ہیں ؏

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ مولانا علاؤالدین کی ایک لونڈی تو آوردہ بوڑھی مواسی کی رہنے والی تھی۔ جو بدایوں کے نزدیک ایک گاؤں ہے جسے کانجر بھی کہتے ہیں۔ ایک روز وہ رو رہی تھی۔ آپ نے وجہ پوچھی۔ کہا میرا ایک لڑکا ہے۔ اس سے جدا ہو گئی ہوں۔ مولانا نے

کہا۔ اگر تجھے حوض تک جو شہر سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے اور وہاں سے کا بنجر کو راستہ جاتا ہے۔ چھوڑ آؤں۔ تو پھر اپنے گاؤں چلی جائے گی۔ کہا ہاں اس سے آگے مجھے رستہ معلوم ہے چلی جاؤں گی۔ مولانا سحری کے وقت لے کر اسے گھر سے نکلے اور حوض پر جا کر اسے چھوڑ دیا۔ خواجہ صاحب نے جب یہاں تک بات ختم کی۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ علماء ظاہر اس بات کے منکر ہیں۔ لیکن یہ جان سکتے ہیں کہ اس نے کیا کیا ❖

پھر مولانا علاؤالدین کی علمیت۔ دانشمندی اور بحث میں انصاف کو مدنظر رکھنے کے بارے میں فرمایا۔ کہ اگر کوئی مشکل لغت پیش آجاتی یا کسی مشکل مسئلے کو کافی طور پر حل نہ کر سکتے تو فرماتے کہ بھائی میرا خود اطمینان نہیں ہوا اسے کسی اور جگہ سے حل کراؤ۔ اور بحث کرو۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دیکھو کیا اعلیٰ درجہ کا انصاف ہے۔ نیز یہ فرمایا۔ کہ ایک دفعہ مولانا علاؤالدین ایک کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ایک نسخہ آپ کے پاس تھا۔ اور ایک میرے پاس کبھی آپ پڑھتے تو میں سنتا۔ اور کبھی میں پڑھتا تو وہ سنتے۔ وہ کتاب ہدایہ تھی۔ پڑھتے پڑھتے ایک مصرعہ آیا۔ جو ناموزوں اور بے معنی لکھا تھا۔ اس کی بابت دیر تک سوچتے رہے۔ لیکن وہ مشکل حل نہ ہوئی۔ اتنے میں مولانا ملک یار آئے۔ مولانا علاؤالدین نے فرمایا۔ کہ اس مصرعہ کی صحت کی بابت مولانا ملک یارؒ سے پوچھیں گے۔ اس نے یہ مصرعہ موزوں اور بامعنی پڑھا جس سے میرے دل کو تشفی حاصل ہوئی۔ بعد ازاں مولانا علاؤالدین نے مجھے فرمایا مولانا ملک یار نے یہ معنی ذوق کے سبب کہے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس روز مجھے ذوق کے معنی معلوم ہوئے پیشتر اس کے میں ذوق کے معنی یہی مستی کے لئے کرتا تھا۔ اس روز مجھے معلوم ہوا۔ کہ معنوی ذوق کیا چیز ہوتی ہے ❖

پھر فرمایا کہ مولانا ملک یار کچھ پڑھے لکھے زیادہ نہ تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے انہیں خاص علم عنایت کر رکھا تھا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب مولانا ملک یار کو بدایوں کی مسجد کی امامت ملی تو بعض نے پوچھا کہ آیا مولانا ملک یار اس کام کے لائق بھی ہیں یا نہیں۔ جب یہ خبر مولانا علاؤالدین نے سنی تو فرمایا کہ اگر اسے بغداد کی جامع مسجد کی امامت بھی دی جائے۔ تو بھی کم ہے۔ کیونکہ اس کی لیاقت کہیں بڑھ کر ہے ❖

ذکر صدقہ و مروّت و وقایہ

بدھ کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ صدقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ تین چیزیں ہیں۔ صدقہ۔ مروت اور وقایہ صدقہ یہ ہے کہ محتاجوں کو کوئی چیز دی جائے۔ مروت اس بات کا نام ہے کسی دوست کو کپڑا یا ہدیہ یا کوئی چیز دے اور وہ بھی اس کے مقابلہ میں کچھ دے۔ وقایہ یہ ہے۔ جو لوگوں کی طعن و تشنیع سے بچنے کے لئے خرچ کیا جائے۔ یعنی اگر کسی کو کچھ نہ دیا جائے تو وہ کمینگی سے پیش آتا ہے۔ تو اپنے بچاؤ کے لئے اسے کچھ دیا جائے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تینوں کام کئے۔

پھر فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں تالیف قلوب کے لئے کچھ عنایت فرمایا کرتے تھے۔ جب اسلام نے قوت پکڑی۔ تو پھر دینا بند کر دیا۔ ان دنوں لشکر کے کوچ کی افواہ گرم تھی۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ کیا لشکر میں مصحف مجید لے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کی محافظت مشکل ہوتی ہے۔ فرمایا لے جانا چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ اسلام کے شروع شروع میں جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم قرآن شریف ہمراہ نہیں لے جایا کرتے تھے۔ کہ ایسا نہ ہو کہ شکست ہو جائے۔ اور قرآن شریف کافروں کے ہاتھ آئے لیکن جب اسلام نے زور پکڑا۔ اور لشکر کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ تو پھر قرآن شریف ہمراہ لے جایا کرتے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ خیمے میں مصحف کے رکھنے میں دقت پیش آتی ہے۔ فرمایا اسے سر کی طرف رکھنا چاہیئے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ سلطان محمود غزنوی کی وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا۔ فرمایا ایک رات میں ایسے گھر میں تھا۔ جہاں ایک طاق میں قرآن شریف رکھا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ جہاں مصحف مجید ہے۔ وہاں میں کس طرح سو سکتا ہوں۔ پھر دل میں کہا کہ اسے باہر بھیج دینا چاہیئے۔ پھر خیال آیا کہ اسے اپنے آرام کی خاطر یوں باہر بھیجوں۔ الغرض وہ رات بیٹھ کر جاگتے کاٹی۔ جب موت کا وقت آیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس قرآن شریف کے عوض مجھے بخش دیا۔

ذکر دفن کردن میت در مقام فوت او یا امانت داشتن

پھر میں نے عرض کی کہ لوگ۔ جب چڑھائی پر جاتے ہیں تو میرے دل میں خیال آتا ہے۔ کہ اگر میری قضا وہیں

آجائے تو نوکروں کو وصیت کر دوں کہ مجھے یہیں دفن کر دینا۔ کیونکہ دور دراز فاصلے سے مردے کو شہر میں لانا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ وہیں دفن کرنا بہتر ہے جہاں فوت ہوا ہے۔ یہ جو امانت رکھتے ہیں۔ اور وہاں سے لاتے ہیں یہ ٹھیک نہیں۔ زمین اللہ تعالےٰ کی ملکیت ہے۔ امانت کس طرح ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر دوسرے ملک میں مر جائے۔ تو وہاں سے لانا جائز ہے۔ لیکن جو شہر سے چھاؤنی میں مر جائے۔ اور مسافت بہت ہو تو بہتر ہے کہ جہاں فوت ہو وہیں دفن کیا جائے ❖

ذکر کسے کہ در غربت دور از خانماں بمیرد ہمانجا دفن کنند

پھر فرمایا کہ جو شخص سفر کو جائے اور خویش و اقربا سے دور غربت میں اسے موت آجائے تو اسے وہیں دفن کر دینا چاہئے۔ کیونکہ جتنا فاصلہ اس کے گھر سے وہاں تک ہے۔ اس قدر زمین اسے بہشت میں ملے گی ❖

پھر خوش اعتقاد بادشاہوں اور نیک امرا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ ایک صاحب کشف اور صالح شہزادہ ایک روز اپنے منظر میں بیٹھا تھا۔ اور ساتھ اس کا حرم بھی تھا۔ وہاں سے اس کی نگاہ نیچے بھی پڑ سکتی تھی۔ اس اثنا میں شہزادے نے آسمان کی طرف دیکھا۔ اور دیر تک نگاہ جمائے رہا۔ پھر نیچے کی طرف دیکھا پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر اپنے حرم کی طرف دیکھا۔ پھر آسمان کی طرف دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر اپنے حرم کی طرف دیکھ کر رو لیا۔ حرم نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ پہلے تو دیر تک آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر نیچے کی طرف۔ پھر میری طرف۔ پھر آسمان کی طرف۔ اور پھر میری طرف دیکھ کے رو دیا ہے۔ شاہزادے نے کہا اس سوال کو جانے دو۔ کیونکہ یہ کہنے کے لائق نہیں۔ اس کی حرم نے جب بہت دفعہ کہا کہ کہو۔ تو شاہزادے نے کہا تو نے بہت منت سماجت کی ہے اس لئے کہہ دیتا ہوں۔ بس اس وقت میری نگاہ لوح محفوظ پر تھی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میرا نام زندوں میں سے کٹ گیا ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ اب میں دنیا سے سفر کروں گا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میری جگہ کون ہوگا۔ تو دیکھا کہ حبشی جو نیچے بیٹھا ہے۔ وہ میرا قائمقام ہوگا۔ اور تو اس کے نکاح میں آئے گی۔ جب حرم نے سنا تو پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے۔ اور کیا کرے گا۔ اس نے کہا میں کیا کر سکتا ہوں۔ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے حکم کیا ہے وہی ہو کر رہے گا۔ میں راضی ہوں۔ پھر حبشی کو نیچے سے بلا کر اپنی پوشاک اسے دے دی اور اپنا ولیعہد بنایا پھر اسی حبشی کو لشکر دے کر ایک طرف چڑھائی کا حکم دیا۔ اور راجاؤں اور

امراؤں کو اس کے پیچھے روانہ کیا۔ حبشی فرمان کے مطابق گیا۔ اور دشمن کو مار کر اس کا مال اسباب لوٹ لایا۔ اور شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس رات شہزادے کی خدمت میں آیا۔ دوسرے روز شہزادہ فوت ہو گیا۔ جب وہ حبشی چڑھائی پر گیا تھا۔ تو لوگوں سے ایسا سلوک کیا کہ سب کے دل اس کی طرف مائل ہو گئے۔ جب شہزادہ مر گیا تو ملک اس حبشی کو ملا۔ اور اس کا حرم بھی اسی حبشی کے نکاح میں آیا۔

ذکر حکیم فاراب و نمودن او سماع بر سہ قلم است مضحک و مبکی و منوم۔

پھر حکماء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ایک روز فاراب حکیم خلیفہ کی مجلس میں آیا۔ اور اس وقت مختصر اور معمولی لباس پہنے ہوئے تھا۔ وہ ترک بچہ تھا۔ اس وقت خلیفہ سماع سن رہا تھا۔ اس نے چنگ لے کر بجانا شروع کیا۔ اس حکیم نے سماع کی تین قسمیں کی ہیں۔ اول مضحک یعنے ہنسانے والا۔ دوسرا مبکی یعنی رلانے والا۔ تیسرا منوم یعنی نیند لانے والا۔ الغرض جب اس نے چنگ بجانا شروع کیا۔ تو پہلے سب اہل مجلس نے خوب قہقہے لگائے۔ پھر جب بجایا تو سب رونے لگے۔ پھر جب بجایا تو بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت حکیم نے ایک جگہ پر لکھ دیا کہ حکیم فاراب آیا تھا تو چلا گیا۔ جب اہل مجلس ہوش میں آئے۔ اور یہ بات لکھی ہوئی دیکھی۔ تو کہا یہ حکیم فاراب تھا۔ ہمیں معلوم نہ تھا۔

پھر فرمایا کہ یہی حکیم تھا جس نے خلیفہ کو بد اعتقاد کرنا چاہا کہ آسمان کی حرکت ارادی ہے یہ یہ سنت و جماعت کے مذہب کے برخلاف ہے۔ جب شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم ہوا۔ کہ خلیفہ اس حکیم کے مذہب کی طرف مائل ہے۔ تو اپنی کرامت سے خلیفے اور حکیم کو فرشتہ دکھا کر جو آسمان کو پھراتا ہے۔ اس فساد کو دور کیا۔ الغرض خواجہ صاحب اسی حکایت میں تھے کہ ایک نے آکر عرض کی کہ رات میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس کا نام عمر اور لقب شہاب الدین کرنا۔ اس واسطے کہ شیخ شہاب الدین عمر کا ذکر ہو رہا تھا۔ حاضرین میں سے ایک نے اسے کہا کہ نام تو عمر رکھا ہے لیکن اس نام کی تحقیر یا تصغیر نہ کرنا۔ اس بارے میں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا

ذکر تبدیل نمودن نام رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نام یکے ابنام دیگر

احمد تھا۔ بارہا جب شیخ صاحب ان پر ناراض ہوتے تو عین غضب کے وقت

اس طرح مخاطب ہوتے کہ اے خواجہ محمد تو نے ایسا کیوں کیا۔ اور اے خواجہ احمد تو نے ایسا کیوں کیا۔ خواہ کیسے ہی ناراض ہوتے ان کے نام اسی طرح پکارتے۔ نام پکارنے کے بارے میں فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہتوں کے نام تبدیل فرمائے۔ اگر کسی کا نام برا سا ہوتا تو اسے تبدیل فرمادیتے چنانچہ ایک مرتبہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ نام پوچھا عرض کیا۔ عاصی فرمایا میں تیرا نام مطیع رکھتا ہوں۔ اسی طرح ایک اور آدمی آیا۔ تو نام پوچھا۔ تو عرض کیا مضطجع (مضطجع اس شخص کو کہتے ہیں جو پہلو کے بل زمین پر بیٹھے) فرمایا میں تیرا نام منبعث رکھتا ہوں۔ (منبعث اسے کہتے ہیں جو پہلو زمین سے اٹھالے اور اٹھ کھڑا ہوا) ایک مرتبہ ایک عورت حاضر خدمت ہوئی نام پوچھا عرض کی شعب الضلالہ فرمایا تیرا نام شعب الہدے رکھتا ہوں۔ اسی طرح ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے ایک شخص کا نام جمل رکھا۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ وہ مرد چونکہ طاقت ور تھا۔ ایک مرتبہ لوگ ایک منزل سے دوسری منزل کو جارہے تھے۔ ایک نے آکر مطہرہ اسے دیا کہ اسے منزل پر پہنچا دینا۔ دوسرے نے آکر کپڑا دیا تیسرے نے اور کوئی چیز۔ اسی طرح کئی آدمیوں نے چیزیں دیں اس نے سب اٹھاکر دوسری منزل پر پہنچا دیں۔ اس واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جمل رکھا ؂

ذکر تسمیہ حضرت امیر المومنین امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ تو آنحضرت مبارکباد کے لیے تشریف لائے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ نام کیا رکھا ہے عرض کی حرب فرمایا نہ اس کا نام حسنؓ رکھو پھر جب امیر المومنین حسینؓ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو پھر مبارکباد دینے کے لیے تشریف لائے۔ پوچھا کہ اس کا نام کیا رکھا ہے۔ عرض کی حرب۔ فرمایا۔ نہ اس کا نام حسینؓ رکھو ؂

ذکر تغیر مزاج مرید بغیبت از خدمت پیر

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ بہت سے لوگ پیروں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور جب مرید ہوکر چلے جاتے ہیں۔ تو مزاج وہ نہیں رہتا اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت میرے پاس کوئی آتا ہے۔ اور پھر جب واپس جاتا ہے۔ تو ایک ستون،

کے حائل ہو جانے سے اس کا مزاج برقرار نہیں رہتا +

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے اس بات کا اختیار دیا جائے۔ کہ یا تو تیری جان گھر کے اندر کے دروازے پر ایمان لے لی جائے۔ یا بیرونی دروازے پر شہادت دی جائے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ وہ دروازہ جو گھر کے اندر ہوتا ہے اسے باب البیت کہتے ہیں۔ اور جو باہر ہوتا ہے۔ اسے باب الدار کہتے ہیں تو میں یہی کہوں گا کہ باب البیت پر با ایمان جان قبض ہو۔ کیونکہ کون جانتا ہے کہ باب البیت سے باب الدار تک ایمان سلامت جائے گا یا نہ +

بعد ازاں فرمایا کہ لوگوں کے مزاج میں جو تغیر واقع ہوتا ہے۔ وہ اسی زمانہ میں نہیں بلکہ قدیم الایام سے ہی ایسا ہوتا چلا آیا ہے۔ جب حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ تو کئی ہزار مسلمان مرتد ہو گئے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیغام بھیجا۔ اگر تم مال کی زکوٰۃ نہ لو گے۔ تو ہم اسلام پر قائم رہیں گے ورنہ نہیں۔ آپ نے اس بارے میں یاروں سے مشورہ کیا۔ بعض نے کہا اگر آپ ان سے نرمی کریں تو شاید وہ ایمان سے برگشتہ نہ ہوں۔ بہتر ہے کہ انہیں معاف کر دیا جائے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تلوار سونت کر فرمایا کہ جو اللہ تعالےٰ کا حق ہے اگر اس میں اونٹ کے گھٹنے باندھنے والی رسی کے برابر بھی کم دیں تو میں اس تلوار سے ان کے ساتھ لڑوں گا۔ جب یہ خبر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سنی تو فرمایا کہ واقعی خلیفہ نے نیک حکم دیا ہے اگر وہ زکوٰۃ نہ دینے کا حکم دیتے تو دوسرے خلیفہ کے عہد میں نماز بھی معاف کرا لیتے۔ اور اس طرح ہوتے ہوتے اسلام کے تمام احکام معاف ہو جاتے +

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک شخص میرا مرید ہوا۔ جب وہ مجھ سے دور چلا گیا۔ تو کچھ مدت بعد اس کا مزاج بدل گیا۔ برقرار نہ رہا۔ ایک اور شخص میرا مرید ہوا۔ جب وہ مجھ سے دور چلا گیا تو اس کا دل اسی طرح تھا۔ جیسے میرے پاس تھا۔ اگرچہ مدت تک وہ دور رہا لیکن اس کے مزاج میں ذرا تبدیلی نہ آئی آخر کار عرصہ دراز کے بعد اس کا مزاج برقرار نہ رہا۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ مرد جب سے میرا مرید ہوا ہے اس کا مزاج اسی طرح ہے۔ اس میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا +

خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ آج تک آپ کی محبت دل میں

برقرار رہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ❊

خواجہ شاہی موئے تاب کے بارے میں

ہفتے کے روز دسویں ماہ ذوالقعدہ ۷۱۶ھ کو دست بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ خواجہ موئے تاب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو بداؤں میں رہتے تھے۔ فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو شاہی و شفقیہ کہا کرتے تھے۔ اس واسطے کہ جن دنوں آپ کو خرقہ دیا گیا کسی کے ہاتھ خواجہ موئے تاب کو کہلا بھیجا کہ ہم نے آج یہ کام کیا ہے۔ کہ بادشاہ کو خرقہ دیا ہے۔ کیا آپ اس بات پر راضی ہیں۔ شیخ محمود موئے تاب نے فرمایا کہ جو کچھ آپ نے کیا ہے ٹھیک کیا ہے ❊

یہاں سے پھر آپ کے بھائی خواجہ دلگیر موئے تاب کی بابت گفتگو شروع ہوئی تو مولانا سراج الدین حافظ بدایونی نے جو کہ خاص مرید ہیں یوں تقریر فرمائی کہ ایک رات اٹھ کر تازہ وضو کیا۔ اور رکعتیں ادا کر کے وفات پائی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا یہ کما تعیشون تموتون جس طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی طرح انہیں موت آتی ہے ❊

یہاں سے پھر خواجہ شاہی موئے تاب کی بابت ذکر ہوا کہ خلقت کا بڑا ہجوم آپ کے گرد رہتا جہاں جاتے خلقت گرد جمع ہو جاتی۔ انہیں دنوں بداؤں میں ایک درویش مسعود نجاشی نام رہتا تھا جب وہ اس ہجوم میں خواجہ شاہی موئے تاب کو دیکھتا تو کہتا کہ اے حبشی (کیونکہ خواجہ شاہی موئے تاب سیہ فام تھے) تو حمام گرم کے جل مرے گا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ واقعی ایسا ہی ہوا جیسا اس درویش نے کہا تھا یعنی عین جوانی ہی میں انتقال ہوا ❊

ذکر منع از اظہار کرامت

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ کرامت کا اظہار نہیں کرنا چاہئے فرمایا کہ کرامت پیدا کرنا تو کوئی بڑی بات نہیں مسلمانی راست رو اور بیچارہ کما ہونا چاہئے پھر خواجہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی کہ آپ نے دجلہ کے کنارے ایک مچھلیاں پکڑنے والے کو دیکھا۔ اسے فرمایا جال دریا میں پھینکو اور مچھلیاں پکڑو۔ اگر میں صاحب ولایت اور کرامت ہوں تو ڈھائی سیر کی مچھلی تیرے جال میں آئے گی۔ نہ اس سے کم ہوگی نہ زیادہ۔ اس نے جال پھینکا۔ اور مچھلی پکڑی۔ جب اس کا وزن کیا تو ٹھیک ڈھائی سیر نکلی۔ نہ زیادہ تھی نہ کم۔ القصہ جب یہ بات شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے سنی۔ فرمایا کاش اس جال میں بجائے مچھلی کے سیاہ سانپ پڑتا جو ابوالحسن کو

ڈستا اور ہلاک کر دیتا۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا اگر سانپ اسے ہلاک کرتا تو وہ شہید کی موت مرتا اب چونکہ زندہ رہے گا۔ معلوم نہیں اس کا خاتمہ بالخیر ہو یا نہ ہو یا کس طرح ہو۔

یہاں سے ایک درویش کی بابت فرمایا اگر کسی کو پیٹ میں درد ہوتا تو کہتا کہ اسے شکستہ دو تا کہ کھائے جس کے کھانے سے وہ تندرست ہو جاتا۔ غرض جو کچھ وہ کہتا تھا اسی طرح ہو جاتا تھا۔ شیخ علی شوریدہ نے اس کو کہا۔ ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ اس سے نقصان ہو گا۔ آخر کار ایسا ہی ہوا چنانچہ وہ مصیبت میں گرفتار ہوا۔ تو شیخ علی شوریدہ نے آکر کہا۔ کیا میں نہیں کہتا تھا۔ کہ ایسی باتیں نہ کیا کرو نقصان دیں گی۔ تو نے میری بات نہ مانی تبھی اس بلا میں پھنسا۔ اس درویش نے کہا میں نے برا کیا اب دعا کرو۔ تاکہ میں تندرست ہو جاؤں۔ شیخ علی شوریدہ نے دعا نہ کی وہ اس بیماری میں مر گیا۔

پھر شیخ احمد نہروانی کی بابت فرمایا کہ اگر احمد نہروانی کی عبادت کا وزن کیا جائے تو دو صوفیوں کے برابر ہو۔ جب آپ جامع مسجد جایا کرتے تو یار ہمراہ ہوتے۔ آپ اس انبوہ کے ساتھ مسجد جایا کرتے ایک اور درویش شیخ علی شوریدہ نام احمد علی کو منع کیا کرتے کہ اتنا ہجوم ساتھ لے کر مسجد نہ جایا کرو پھر ایک روز شیخ احمد علی یاروں کو لئے مسجد میں آئے ناگہاں سے راہ میں ایک شخص دوسرے کو زدو کوب کر رہا تھا۔ شیخ احمد مع یاروں کے جا پہنچے اور گرداگرد حلقہ باندھ لیا۔ اور اس مظلوم کو چھڑایا اتنے میں شیخ علی شوریدہ آپہنچا۔ شیخ احمد نے جب اسے دیکھا تو کہا ایسے کاموں کے لئے یاروں کے ہمراہ گھر سے نکلتا ہوں۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ شیخ احمد نہروانی مرید کس کے تھے۔ فرمایا واللہ اعلم کس کے مرید تھا کہتے ہیں کہ اسے یہ نعمت اجمیر کی جامع مسجد کے امام فقیہ مادھو سے حاصل ہوئی۔ نیک مرد شیخ احمد ہنڈولے گار ہے تھے۔ آواز بہت عمدہ تھی۔ جب فقیہ مادھو نے سنی تو کہا۔ ایسی آواز اور ہنڈولے گانا بڑے افسوس کی بات ہے تو قرآن شریف یاد کر۔ شیخ احمد نے قرآن شریف یاد کیا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہی سماع میں شیخ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہوا۔ شیخ احمد بھی حاضر مجلس تھا۔ اور شیخ قطب الدین بختیارؒ کا حال لکھا جا چکا ہے۔

پھر بدایوں کے درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا بدایوں میں ایک درویش عزیز بشیر نام رہتا تھا۔ وہ بدایوں سے دہلی آیا اور قاضی حمید الدین ناگوری کے لڑکے مولانا ناصح الدین

کی خدمت سے خرقہ حاصل کرنا چاہا۔ اس نیت سے بہت درویش جمع کئے۔ اور سلطان کے حوض پر مجلس آراستہ کی۔ اسی اثنا میں ہر ایک نے سلطان کے حوض کے پانی کی مٹھاس کا ذکر کیا۔ عزیز بشیر نے جو خرقہ کی طلب میں آیا تھا کہا یہ حوض تو معمولی ہے۔ بدایوں میں اس سے بھی اچھا حوض ہے خواجہ محمد کریم بھی وہاں موجود تھے۔ جب اس سے یہ بات سنی تو مولانا ناصح الدین کو کہا اسے خرقہ نہ دینا۔ کیونکہ یہ گھٹیا معلوم ہوتا ہے۔ مولانا ناصح الدین نے ویسا ہی کیا اسے خرقہ نہ دیا۔

پھر بدایوں کے قوال نے خواجہ عزیز کی بابت فرمایا کہ وہ درویشوں کا خدمت گزار اور شیخ ضیاء الدین ساکن بدایوں کا مرید تھا۔ کبھی کبھی درویشوں کو یاد کرتا اور بارگاہ میں جا کر بات چیت سنتا۔ وہ عین جوانی ہی بدایوں میں شہید ہوا۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ میں ایک روز بدایوں کے اجتماع جسے لکھی اور کہتے ہیں۔ گیا۔ یہ عزیز کو قوال وحدت کے دسترخوان بچھائے بیٹھا تھا۔ جب دور سے مجھے دیکھا تو کہا مرحبا۔ آئیے تشریف لائیے۔ میں ڈرا کہ کہیں تکلیف نہ پہنچائے۔ جب میں گیا تو مجھے بڑی تعظیم سے اپنے پاس بٹھایا۔ کھانا کھا کر میں واپس چلا آیا۔ مولانا سراج الدین حافظ بدایونی سلمہ اللہ تعالیٰ بھی حاضر تھے۔ اس نے عرض کی یہ جو "لیس لہ شیخ فشیخہ شیطان"

ذکر من لیس لہ شیخ فشیخہ شیطان و من لم یر مفلحا لا یفلح ابدا۔	جس کا شیخ نہیں اس کا شیطان ہے، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث

ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ مشائخ کا قول ہے۔ پھر مولانا سراج الدین نے پوچھا کہ آیا۔ "من لم یر مفلحا لا یفلح ابدا" جس نے کسی فلاحت والے کو نہ دیکھا وہ کبھی فلاح نہ پائے گا حدیث ہے۔ فرمایا یہ بھی مشائخ کا قول ہے۔

پھر ایک درویش کی بابت فرمایا کہ اگر وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتا جو کسی کا مرید نہ ہوتا۔ تو وہ کہتا کہ وہ کسی کے پلڑے میں نہیں بیٹھا۔ میں نے پوچھا کیا اس سے یہ مطلب ہے کہ اس کا وزن کچھ نہیں فرمایا نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی کا مرید بنتا ہے اس کے اعمال قیامت کے دن اس کے پیر کے پلڑے میں ڈالے جائیں گے۔ پس جو شخص کسی کا مرید نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ وہ کسی کے پلڑے میں نہیں بیٹھا۔ یعنی اس کا کوئی پیر نہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

منگل کے روز گیارہویں ماہ ذوالحج سن مذکور قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ چونکہ ایام تشریق

بھتے لوگوں کی آمد و رفت بہت تھی۔ اس لئے گھڑی گھڑی کھانا لایا جاتا۔ بطور خوش طبعی فرمایا کہ ایک درویش سے پوچھا گیا کہ تجھے کلام مجید کی کونسی آیت پسند ہے۔ کہا: اکلھا دائم ثلث ہمیشہ کھاتے رہو۔ فرمایا یہ لفظ چار طرح پر ہے۔ اکل۔ اکل۔ اور اکلہ اور اکلہ۔ بعد ازاں ان چاروں لفظوں کا بیان یوں فرمایا۔ کہ اکل مصدر ہے۔ اور اکل جو چیز کھائی جائے۔ اکلہ ایک مرتبہ کی خوراک اکلہ ایک لقمہ۔ اتنے میں ایک اور درویش اور ایک چھوٹے لڑکے کو لایا۔ اور ایک تختی بھی۔ اور عرض کی کہ یہ میرا لڑکا ہے۔ اس کی تختی پر اپنے مبارک قلم سے لکھیں تاکہ اس کی برکت

چو پایان قلم در تجویز بہمی نشان آید
برآمدن آں مہم است فر عکس و در عکس

سے اللہ تعالیٰ قرآن شریف اس کے نصیب کرے۔ خواجہ صاحب نے تختی دست مبارک میں لی اور لکھا پھر فرمایا کہ جو شخص کسی کی کار برآری کے لئے کچھ لکھتا ہے۔ اگر قلم آسانی سے چلے اور قلم کی روانگی میں دیر نہ لگے تو وہ کام جلدی پورا ہو جاتا ہے۔ اور قلم دقت سے چلے تو اس کام میں بھی دیر پڑ جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ لطفی وصلو سلے ہیں۔ جو کچھ ان سے از روئے عقل ظاہر ہو اس کا ظاہر کر دینا جائز ہے ❊

پھر خواجہ شاہی کی حکایت شروع ہوئی۔ فرمایا آپ کو دیوانوں میں شہرت حاصل ہوئی تمام خلقت رجوع کرنے لگی جہاں کہیں جاتے مجمع ہو جاتا۔ خواجہ شاہی سیاہ رنگ آدمی تھے۔ اس عہد میں ایک درویش محمود نجاشی تھا۔ اس نے ایک مرتبہ خواجہ شاہی کو کہا اے حبشی تو نے حمام خوب گرم کیا ہے لیکن اس میں جل جائیگا چنانچہ ایسے ہی ہوا جوانی کے دنوں میں ہی فوت ہو گیا

پھر ایک درویش کی بابت فرمایا کہ وہ گجرات گیا ہوا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے گجرات میں ایک دیوانہ دیکھا جو واصل اور صاحب کشف تھا میں اور وہ دیوانہ ایک ہی گھر میں رہتے تھے اور ایک ہی حجرے میں لیٹا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں اس حوض کی طرف گیا جس میں کسی کو پاؤں رکھنے نہیں دیتے۔ وہاں کے محافظ میرے واقف تھے انہوں نے اس حوض میں مجھے وضو کرنے کی اجازت دی۔ بعض عورتیں جو پانی لینے آئی تھیں۔ انہیں انہوں نے پاؤں نہ رکھنے دیا۔ ایک بڑھیا نے آکر مجھے کہا کہ میرا گھڑا بھر دو میں نے گھڑا بھر دیا۔ اس طرح چار اور عورتوں نے یکے بعد دیگرے گھڑے بھرنے کے لئے کہا۔ جو میں نے بھر دیئے پھر میں حجرے کی طرف آیا۔ تو دیکھتا ہوں کہ دیوانہ سویا پڑا ہے نماز کا وقت قریب تھا۔ میں نے بلند آواز سے تکبیر کہی تو دیوانہ جاگ پڑا۔ اور کہنے لگا۔ کیسا شہد مجھے کھلایا ہے۔ کام وہی تھا۔ جو تم نے اس

اس عورت کو گھر آباد کر کے دیا۔ الحمد للہ رب العالین ۔

مختلف گفتگو جمعرات کے روز بارہویں ماہ شعبان ۷۱۱ھ کو آٹھ ماہ بعد پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں دلگیر کی چھاونی گیا ہوا تھا۔ جب قدم بوسی کی۔ تو نہایت مرحمت اور شفقت فرمائی۔ اور راستے کی تکلیفوں کی بابت پوچھنا شروع کیا۔ اور بہت بندہ نوازی فرمائی جو میرا پرانا یار ہے اسے کچھ بیماری کی تکلیف تھی۔ وہ اسی طرح بیماری کی حالت میں میرے ہمراہ حاضر خدمت ہوا۔ اس کی بیماری کا حال پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس کی بیماری کے سبب راستے میں ٹھیر گیا تھا۔ فرمایا اچھا کیا جب یار کے ہمراہ ہوں۔ تو واجب ہے کہ بیماری کے وقت بھی اس کے ہمراہ رہیں اور اس کے ساتھ وفا سے پیش آئیں ۔

پھر اس بارے میں حکایت بیان فرمائی کہ ابراہیم خواص ہمیشہ سفر میں رہا کرتے۔ کسی شہر میں چالیس دن سے زیادہ نہ ٹھہرتے جہاں جاتے چالیس روز سے کم قیام کرتے۔ پھر اور شہر میں چلے جاتے آپ کی عمر اسی طرح صرف ہوگئی۔ ایک مرتبہ ایک جوان نے آپ کے ہمراہ رہنے کے لئے التماس کی۔ فرمایا تو میرے پاس نہ رہ سکے گا۔ میں کبھی اس شہر میں ہوتا ہوں اور کبھی دوسرے میں۔ کبھی بے سامان ہوتا ہوں اور کبھی باسامان۔ لیکن جوان اپنی بات پر اڑا رہا۔ کہ میں ضرور آپ کے ہمراہ رہوں گا۔ جب بہت منت سماجت کی تو آپ بھی راضی ہو گئے۔ القصہ آپ اس کے ہمراہ شہر بشہر پھرتے رہے جہاں جاتے چالیس روز سے زیادہ نہ ٹھہرتے۔ ایک مقام پر وہ جوان بیمار ہو گیا جس کے سبب آپ کو تین مہینے وہاں ٹھیرنا پڑا۔ بعد ازاں ایک روز اس جوان کو نان اور مچھلی کی خواہش ہوئی۔ جو آپ پر ظاہر کی۔ آپ کے پاس ایک گدھا تھا۔ جس پر کبھی کبھی سوار ہوا کرتے تھے۔ اس کے سوا کوئی اور وجہ خرچ نہ تھی۔ اسے بیچ کر اس جوان کی خواہش پوری کی۔ جب کچھ عرصہ گزر گیا تو جوان تندرست ہو گیا۔ آپ نے پھر سفر کا ارادہ کیا تو اس جوان نے کہا اپنا گدھا مجھے دو تاکہ میں سوار ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تیری روٹی اور مچھلی کی خاطر فروخت کر دیا تھا۔ القصہ وہاں سے روانہ ہوئے اور تین دن آپ نے اس جوان کو گردن پر اٹھا کر سفر کیا۔ اس حکایت کے بیان سے خواجہ صاحب کا مطلب یہ تھا۔ کہ ہم سجنوں کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیے۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی تو اپنی بیماری کی حکایت بیان فرمائی۔ میں نے آپ کی ناسازی طبع کی خبر چھاونی ہی میں سنی تھی۔ کہ کس نے جادو کیا ہے

ذکر سحر کردن مردم برائے حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ والغفران

میں نے پوچھا تو فرمایا ہاں دو مہینے تک بیمار رہا ہوں۔ پھر ایک شخص کو بلایا جو سحر کو دور کرنے میں پوری طرح ماہر تھا۔ وہ اگر گھر کے اردگرد تین مرتبہ پھرا اور ہر مرتبہ تھوڑی سی مٹی زمین سے اٹھا کر سونگھا۔ جب ایک مقام کی مٹی سونگھی تو کہا کہ یہ جگہ کھودو۔ جب کھودی گئی۔ تو جادو کی علامات ظاہر ہوئیں۔ اسی اثنا میں اس مرد نے کہا کہ مجھے اس قدر مہارت ہے۔ کہ اگر چاہوں تو میں ساحر کا نام بھی بتا دوں۔ جب خواجہ صاحب نے سنا تو فرمایا۔ خبردار اس کا نام ظاہر نہ کرنا۔ میں نے اسے معاف کیا۔ پھر کسی نے کہا کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز پر بھی کسی نے جادو کیا تھا۔ فرمایا ہاں وہ سحر نکل آیا تھا۔ اور جن لوگوں نے یہ حرکت کی تھی انہیں اجودھن کے حاکم نے شیخ الاسلام، فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بھیجا تھا۔ کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے لیکن شیخ الاسلام نے انہیں معاف کر دیا تھا۔

پھر فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی سحر کیا گیا تھا جب معوذتین نازل ہوئیں تو انقاضات کا شر رفع ہو گیا۔ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اگر حکم ہو تو جس عورت نے جادو کیا ہے۔ اسے قتل کر دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ چونکہ اللہ تعالے نے مجھے صحت عطا فرمائی ہے۔ میں اسے معاف کرتا ہوں۔

ذکر شہادت حضرت عمرؓ

پھر حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ جمعہ کے روز منبر پر چڑھے ہوئے تھے۔ اثنائے خطبہ فرمایا کہ تمہیں واضح رہے کہ میری موت اب نزدیک ہے۔ یہ میں از روئے کرامت نہیں کہتا بلکہ خواب میں دیکھا ہے۔ کہ ایک پرندے آکر مجھے دو دفعہ چونچ ماری ہے۔ اور خواب میں پرندہ کا دیکھنا موت ہے۔ اس دلیل کی رو سے میں کہتا ہوں۔ کہ میری موت بالکل قریب ہے چنانچہ دو روز ہی گذرے تھے۔ آپ نے شہادت پائی ایک غلام مغیرہ ابن لولو نام نے آپ پر محراب میں خنجر کا وار کیا۔ جب امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ گر پڑے تو غلام باہر نکل آیا۔ اور نو آدمی اور قتل کئے۔ بعد ازاں اپنے تئیں قتل کیا۔ ابھی امیرالمومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کا کوئی دم باقی تھا کہ آپ کو یہ خبر پہنچی۔ کہ اس غلام نے نو آدمی اور قتل کئے اور بعد میں اپنے تئیں قتل کیا۔ امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا کہ الحمد للہ کہ اس نے

اپنے تئیں خود قتل کیا۔ میرے لئے قتل نہیں کیا گیا ٭

ذکر شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ

پھر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بابت فرمایا۔ کہ آپ کو عبد الرحمٰن ملجم نے شہید کیا۔ لیکن امیر المومنین علی عؓ کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ دریا کے کنارے پر پہنچ کر پایاب پانی پر چلنا چاہا پاس ہی قبرستان تھا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے قبرستان کی طرف رخ کر کے ایک کے نام آواز دی۔ تو اس کے نام ستر آدمیوں نے قبرستان سے آواز دی۔ پھر نام لے کر آواز دی۔ تو پھر سات آدمیوں نے آواز دی۔ جب تیری مرتبہ آواز دی۔ تو صرف ایک آدمی نے آواز دی۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا کہ پایاب کدھر ہے؟۔ کہا جہاں آپ کھڑے ہیں۔ آپ وہاں سے گزر گئے۔ عبد الرحمٰن ملجم یہ سب کچھ سنتا رہا۔ وہ بھی پار گیا۔ اس نے پوچھا اے علی کیا آپ کو ان سب مردوں کے نام اور ان کے والدین کے نام یاد تھے۔ فرمایا ہاں جانتا تو تھا۔ لیکن میں نے یہ نہ چاہا کہ تو میرے حال سے واقف ہو جائے۔ القصہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو عبد الرحمٰن ملجم نے آکر تلوار کا وار کیا۔ جب زخم کھایا تو فرمایا۔ فزت ورب الکعبۃ۔ یہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے آخری الفاظ تھے۔ میں نے عرض کی کہ آیا عبد الرحمٰن مسلمان تھا۔ فرمایا ہاں لیکن معاویہؓ کا طرفدار ہو گیا۔ پھر میں نے پوچھا کہ معاویہؓ کے حق میں کیسا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ فرمایا وہ مسلمان صحابی تھے۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے خسر کا لڑکا تھا۔ اس کی بہن ام حبیبہؓ نام رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں۔ یہ حکایت ختم کر کے اشتیاق اور فراق کا ذکر کیا۔ کیونکہ آٹھ مہینے بعد میں حاضر خدمت ہوا تھا۔ اور نیز اور بہت سے عزیز چھاؤنی سے آرہے تھے۔ فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں عریضہ لکھا تھا۔ جس میں یہ رباعی بھی درج کی تھی۔ رباعی

زاں روے کہ بندۂ تو دانند مرا — بہ مردمک دیدہ نشانند مرا

لطف عامت عنایتی فرمود است — ورنہ چہ کسم خلق چہ دانند مرا

بعد ازاں جب شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس رباعی کا ذکر کر کے فرمایا کہ میں نے وہ رباعی یاد کر لی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب ٭

سوموار کے روز تیسری ماہ شعبان سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی جب

کسی ایک مرید نے مجھے ششکانی تین جیتل دیے تھے کہ جناب کی خدمت میں پہنچا دینا۔ میں نے وہ حاضر خدمت کیے۔ اور سارا حال عرض کیا۔ جناب نے دست مبارک سے پکڑ کر پاس رکھ لیے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز حج کے سفر سے واپس آئے۔ تو اہل بغداد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک کچھ نہ کچھ نقد جنس لایا ان میں ایک بڑھیا آئی۔ جس نے پرانی چادر کے دامن سے ایک درم کھول کر شیخ صاحب کے سامنے رکھا۔ آپ نے وہ درم لے کر تمام تحفوں اور ہدیوں کے اوپر رکھا۔ پھر جو آدمی موجود تھے۔ انہیں فرمایا کہ جو جو چیز چاہتے ہو لے لو۔ ہر ایک نے جو چاہا لے لیا۔ شیخ جلال الدین تبریزی طیب اللہ ثراہ بھی حاضر خدمت تھے اسے بھی اشارہ کیا تم بھی کچھ لے لو۔ شیخ جلال الدین نے اٹھ کر وہ درم جو سب سے اوپر رکھا تھا اٹھا لیا۔ شیخ شہاب الدین نے جب دیکھا۔ تو فرمایا کہ تو تو سب کچھ لے گیا۔ میں (مولف کتاب) نے پوچھا کہ کیا شیخ جلال الدین شیخ شہاب الدین کے مرید تھے۔ فرمایا۔ نہیں وہ شیخ ابوسعید تبریزی کے مرید تھے۔ جب آپ کے پیر نے وفات پائی۔ تو شیخ شہاب الدین کی خدمت میں آئے تو وہ وہ خدمات بجا لائے۔ جو کسی کو میسر نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین ہر سال بغداد سے سفر حج کو جایا کرتے۔ جب بوڑھے ہو گئے۔ تو توشہ حج ان کے لیے ہمراہ لیجاتا۔ وہ مزاج کے موافق نہ ہوتا۔ سرد کھانا آپ کی طبع کے موافق نہ تھا۔ کیونکہ بوڑھے ہو گئے تھے۔ اس لیے شیخ جلال الدین تبریزی انگیٹھی اور دیگچہ اس طرح سر پر اٹھائے رہتے کہ سر نہ جلتا۔ اور کھانا بھی ہر وقت گرم رہتا۔ جب شیخ صاحب کو ضرورت ہوتی۔ گرما گرم کھانا دیا جاتا ۔

یہاں سے شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر ابوسعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت فرمایا۔ کہ آپ بزرگ شیخ اور اعلے درجے کے تارک الدنیا تھے۔ چنانچہ اکثر آپ پر قرض ہو جاتا۔ لیکن کسی سے کوئی چیز نہ لیتے۔ ایسا بھی ہوا کہ ایک مرتبہ آپ کی خانقاہ میں کھانا نہ پکا۔ آپ اور آپ کے یار تربوز سے ہی سے افطار کرتے رہے۔ اور گزارہ کرتے رہے۔ جب یہ خبر وہاں کے حاکم نے سنی۔ تو کہا۔ کہ وہ ہماری کوئی چیز قبول نہیں کرتا۔ نقدی لے جاؤ۔ اور شیخ کے خادم کو دیدو اور خادم کو کہو کہ تھوڑا تھوڑا کرکے خرچ کرے اور شیخ صاحب سے اس کا ذکر تک نہ

کرے۔ چنانچہ شاہی نوکر نے اگر کچھ نقدی خادم کو دی۔ اور کہا کہ مصلحت کے مطابق خرچ کرنا اور شیخ صاحب کو نہ جتانا۔ القصہ جب روپیہ لایا گیا۔ اور خرچ کیا۔ تو اس روز شیخ صاحب کو طاعت میں جو ذوق اور آرام حاصل ہوا کرتا تھا۔ نہ ہوا۔ خادم کو بلا کر پوچھا۔ کہ رات کو جو کھانا تو نے ہمیں دیا وہ کہاں سے آیا تھا۔ خادم چھپا نہ سکا۔ سارا حال بیان کر دیا۔ پوچھا کون شخص لایا تھا اور کہاں کہاں قدم رکھا تھا۔ فرمایا جہاں جہاں اس نے قدم رکھا۔ وہاں سے مٹی کھود کر پھینک دو اور اس خادم کو بھی اسی قصور کے عوض خانقاہ سے نکال دیا۔

ذکر ترکہ شیخ شہاب الدینؒ

پھر شیخ شہاب الدینؒ کی نسبت فرمایا کہ آپ کو فتوح بہت حاصل ہوئی۔ لیکن تقریباً سب خرچ کر دیتے۔ جب وفات کا وقت نزدیک آپہنچا۔ تو آپ کے فرزند عمادؒ نے جس کا حال شیخ صاحب کے حال سے بالکل نہ ملتا تھا۔ خادم سے خزانے کی چابی مانگی خادم نے نہ دی۔ اور کہا کہ واہ یہ اچھی بات ہے کہ شیخ صاحب حالت نزع میں ہیں۔ اور تو چابیاں مانگتا ہے۔ جب شیخ صاحب نے یہ بات سنی تو فرمایا کہ چابی اسے دیدو۔ جب اس نے خزانہ کھولا۔ تو صرف چھ دینار نکلے۔ سو وہ بھی آپ کی تجہیز و تکفین پر خرچ ہو گئے۔ واللہ اعلم بالصواب

در لطف شعر

جمعرات کے روز چوتھی ماہ مبارک سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ایک طالب علم آیا۔ جس سے آپ نے تعلیم کی حالت پوچھی عرض کی کہ میں نے تحصیل علم کر لی ہے اب میں امرائے سلطانی میں آیا جایا کرتا ہوں تاکہ مجھے روٹی بفراغت مل جایا کرے۔ جب وہ چلا گیا تو خواجہ صاحب نے یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

شعر در وصف حال بی سروپائیست   چوں بخواہش رسید مسخرہ ایست

پھر فرمایا کہ شعر ایک لطیف چیز ہے۔ لیکن جب تعریف میں کہا جائے۔ اور کسی کے پاس لے جایا جائے۔ تو سخت بے لطف ہوتا ہے اسی طرح علم بھی بنفسہٖ بہت شریف ہے۔ لیکن جب اسے فاضل کر کے در بدر پھریں۔ تو اس کی عزت جاتی رہتی ہے۔ اتنے میں ایک غلام مرید آیا اور ہندو کو ہمراہ لایا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ جب دونوں بیٹھ گئے۔ تو خواجہ صاحب نے اس غلام سے پوچھا۔ کہ کیا یہ تیرا بھائی مسلمانی سے کچھ رغبت رکھتا ہے۔ عرض کی میں اسی مطلب کے لئے اسے یہاں لایا ہوں۔ کہ جناب کی نظر التفات سے یہ مسلمان ہو جائے۔ خواجہ صاحب نے

آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ اس قوم پر کسی کے کہنے کا اثر نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کسی صالح مرد کی صحبت میں آیا جایا کریں۔ تو شاید اس کی برکت سے مسلمان ہو جائیں ؎

ذکر امیر شدن بادشاہ عراق بدست حضرت عمرؓ اسلام آوردن او

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب خلافت امیر المومنین حضرت عمرؓ کو ملی اور بادشاہان عراق سے لڑائی چھڑ گئی۔ تو جنگ میں عراق کا بادشاہ پکڑا گیا۔ اور حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو مسلمان ہو جائے گا تو عراق کا ملک تجھے دیا جائے گا۔ اس نے کہا میں اسلام قبول نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا یا تو اسلام قبول کر لے ورنہ تجھے قتل کیا جائے گا۔ اس نے کہا مجھے مار ڈالو۔ لیکن اسلام قبول نہیں کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تلوار لاؤ۔ اور جلاد کو بلاؤ۔ یہ بادشاہ بہت ہی دانا اور مذہب کا پکا تھا۔ جب اس نے یہ حالت دیکھی۔ تو آپ سے مخاطب ہو کر کہا میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلاؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پانی لاؤ۔ شیشے کے برتن میں پانی لایا گیا۔ بادشاہ نے کہا میں اس برتن میں پانی نہیں پیوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ بادشاہ ہے اس کے لئے پانی سونے چاندی کے برتنوں میں لانا چاہئے۔ انہوں نے ویسا ہی کیا۔ لیکن اس نے پھر بھی نہ پیا۔ اور کہا کہ میرے لئے مٹی کے برتن میں پانی لاؤ۔ چنانچہ کوزہ بھر کر اسے دیا گیا۔ پھر اس نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ مجھ سے عہد کرو کہ جب تک میں یہ پانی نہ پیوں گا۔ قتل نہ کیا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا میں نے عہد کیا۔ جب تک تو پانی نہ پئے گا۔ میں تجھے قتل نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے کوزہ زمین پر دے پٹکا۔ کوزہ ٹوٹ گیا اور پانی گر گیا۔ پھر حضرت عمرؓ کو کہا کہ میں نے یہ پانی نہیں پیا اور آپ کا اقرار یہ تھا کہ جب تک یہ پانی نہ پیوں گا۔ قتل نہ کیا جاؤں گا۔ اب میری جان بخشی کی جائے۔ آپ اس کی عقلمندی سے حیران رہ گئے۔ فرمایا اچھا تیری جان بخشی کی۔ بعد ازاں اسے ایک یار کے سپرد کر دیا۔ جو نہایت ہی صالح اور زاہد تھا۔ جب کچھ مدت اس یار کے گھر میں رہا تو اس کی صلاحیت اور زہد نے بادشاہ میں اثر کیا۔ پھر اس نے حضرت عمرؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے اپنے پاس بلاؤ تا کہ ایمان لاؤں۔ آپ نے اسے پاس بلایا۔ اس نے اسلام قبول کیا۔ پھر فرمایا کہ تجھے عراق کا ملک دیا۔ اس نے کہا مجھے سلطنت درکار نہیں مجھے عراق کا کوئی اجڑا ہوا گاؤں دو جو میری روزی کے لئے کافی ہو۔ آپ نے مان لیا۔ پھر اس نے کہا مجھے اجڑا ہوا گاؤں دینا چاہئے جسے میں آباد کروں۔ آپ نے چند آدمی ملک عراق میں بھیجے انہوں نے

نے بہتیرا ڈھونڈا۔ لیکن کوئی اجڑا ہوا گاؤں نہ پایا۔ واپس آ کر سارا حال عرض کیا اور بادشاہ کو بھی مطلع کیا گیا اس نے کہا میرا مقصود یہ تھا۔ کہ میں عراق اسی طرح آبادی کی حالت میں آپ کے سپرد کرتا ہوں اگر کوئی گاؤں غیر آباد ہو گیا۔ تو قیامت کے دن اس کے جواب وہ آپ ہوں گے۔ خواجہ صاحب اس حکایت پر آبدیدہ ہوئے۔ اور بادشاہ عراق کی عقلمندی اور دانائی کی تعریف کی

ذکر جمہور ہمسایہ بایزید بعد ازاں اسلام اور اہل اسلام کی دیانتداری اور صدق کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کے پڑوس میں ایک یہودی کا گھر تھا جب بایزید علیہ الرحمۃ انتقال کر گئے تو اس یہودی سے پوچھا گیا۔ کہ تو کیوں مسلمان نہیں ہوتا کہا میں کیا مسلمان ہوں کیونکہ اگر اسلام وہ ہے جو بایزید کو حاصل تھا۔ تو وہ مجھ سے ہو نہیں سکتا۔ اور اگر یہ اسلام ہے جو تمہیں حاصل ہے تو اس اسلام سے مجھے عار ہوتی ہے۔

ملیح کا مصری لانا منگل کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ملیح جو میرا پرانا یار ہے۔ تھوڑی مصری لایا۔ کیونکہ اس کی لڑکی کا نکاح ہوا تھا جب خواجہ صاحب کو معلوم ہوا کہ اس ملیح کے ہاں چار لڑکیاں ہیں۔ الغرض مصری کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیسی ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ اس کی لڑکی کا نکاح ہوا ہے خواجہ صاحب نے اس کی طرف ہو کر فرمایا۔ کہ جس کے ہاں ایک لڑکی ہو۔ اس کے اور دوزخ کے مابین حجاب ہوتا ہے۔ تیری تو چار لڑکیاں ہیں۔ پھر زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ابو البنات نے مرزوق کو کہا کہ بیٹیوں کا رزق فراخ ہوتا ہے۔

ذکر قتل خضر طفل را پھر مہتر خضر علیہ السلام کی حکایت بیان فرمائی کہ جب آپ نے لڑکے کو قتل کیا۔ تو مہتر موسے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طعن کیا کہ تو نے کیوں پاک نفس کو مار ڈالا۔ مہتر خضر علیہ السلام کو اس کے حال کے انجام کی خبر تھی۔ اس کا جواب دیا۔ القصہ اس لڑکے کے باپ کے ہاں اس لڑکے کے قتل ہونے کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس سے سات صاحب ولایت پیدا ہوئے۔

بعد ازاں مجھ سے پوچھا کہ نماز تراویح کہاں ادا کرتے ہو۔ میں نے عرض کی گھر میں ادا کرتا ہوں۔ ایک امام ہے۔ پوچھا کیا پڑھتے ہیں۔ میں نے عرض کی فاتحہ اور اخلاص فرمایا اچھا ہے۔

پھر فرمایا کہ حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز بھی یہی پڑھا کرتے تھے شیخ صاحب

چونکہ بوڑھے ہو گئے تھے۔ اس لئے نماز تہجد بیٹھ کر ادا کیا کرتے صرف فریضہ نماز میں کھڑے ہو کر ادا کرتے باقی سب بیٹھ کر۔ پھر ایک بزرگ کا نام لیا۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ میں اگر ایک لقمہ کھا کر سو جاؤں۔ تو اس بہتر ہے کہ پیٹ بھر لوں اور ساری رات ٹکڑے ہو کر گذار دوں۔ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ کبیر اکثر روزہ افطار کیا کرتے۔ اگر ارادہ بھی کرتے تو تپ وغیرہ کی شکایت ہو جاتی۔ مگر ہاں روزہ رکھتے۔

بعد ازاں شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ روزہ کم رکھا کرتے لیکن آپ عبادت اور طاعت بہت کیا کرتے۔ پھر یہ آیت پڑھی کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ پاک کھانا کھاؤ اور نیک عمل کرو اور فرمایا کہ شیخ شہاب الدین ان لوگوں میں سے تھے۔ جن کے حق میں یہ آیت صادق آتی ہے۔

ذکر محبت اطفال ہفتے یا جمعے کے روز چودہویں ماہ شوال سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ بچوں کی محبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بڑی محبت کیا کرتے تھے۔ اور ان کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آیا کرتے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن کو دیکھا کہ بچوں میں کھیل رہے ہیں ایک ہاتھ ٹھوڑی تلے اور ایک سر پہ رکھ کر بوسہ دیا۔ اسی اثنا میں میں نے عرض کی۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین حسن اور حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی خاطر اونٹ کی سی آواز بھی نکالی۔ فرمایا ہاں یہ تو عام مشہور ہے۔ اور کتابوں میں درج ہے۔ پھر فرمایا:

نعم الجمل جملکما۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک یار کو کسی ولایت کا حاکم مقرر کر کے ہاں کی حکومت کا حکمنامہ اس کے نام لکھ کر اسے دیا۔ اثنائے راہ میں امیر المومنین نے ایک چھوٹے سے بچے کو گود میں لیا۔ اور پیار کرنے لگے۔ اس یار نے کہا۔ میرے دس بچے ہیں۔ لیکن مجھے ان سے الفت نہیں۔ اور نہ ہی انہیں پیار کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ وہ حکمنامہ مجھے دو۔ اس نے دیا تو لے کر ٹکڑے کر دیا۔ اور فرمایا کہ جب تجھے چھوٹوں سے محبت نہیں تو بڑوں سے کب ہو گی۔ واللہ اعلم۔

جمعہ کے روز پانچویں ماہ ذالحج سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ایک شخص

آیا۔ اسے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ عرض کی دار الخلافہ سے لیکن وہ چھاؤنی سے جو سری میں آیا تھا۔ چونکہ وہاں کا نام اب دار الخلافت ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے کہہ دیا۔ کہ میں دار الخلافت سے آیا ہوں۔

ذکر تسمیہ بغداد و بہ بعد

یہاں سے بغداد کی حکایت شروع ہوئی فرمایا۔ بغداد کو پہلے منصور کہا کرتے تھے۔ اس واسطے کہ اس شہر کو شروع شروع میں خلیفہ منصور نے آباد کیا تھا۔ پھر فرمایا کہ بغداد کو مدینۃ الاسلام بھی کہتے ہیں اسی اثنائے میں اولیائے حق اور ان کی محبت کے بارے میں گفتگو شروع

ذکر معروف کرخی و مجادلہ در روز قیامت

ہوئی فرمایا جب قیامت کے دن میدان حشر میں معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ آئیں گے۔ تو اسی طرح مست ہو جائیں گے مخلوق حیران ہوگی اور پوچھے گی کہ یہ کون ہے۔ آواز آئے گی کہ یہ ہماری محبت کی مستی ہے۔ اسے معروف کرخی کہتے ہیں۔ پھر معروف کرخیؒ کو حکم ہوگا کہ بہشت میں آؤ۔ آپ کہیں گے۔ نہیں میں نے تیری عبادت بہشت کے لئے نہیں کی۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوگا۔ کہ نوری زنجیریں ڈال کر اسے بہشت میں لے جاؤ۔ پھر کھینچ کر بہشت میں لے جائیں گے۔ حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا۔ کہ اللہ تعالے تو نہایت عظیم اور پاک ہے۔ اور فرزند آدم ادنےٰ مقام میں ہے۔ محبت اور قربت کی کیا نسبت۔ خواجہ صاحب نے فرمایا یہ زبان ٹھیک ٹھیک نہیں ادا کر سکتا۔ یہ بھی مسئلہ نہیں میں نے عرض کی۔ کہ اس کے مناسب مجھے ایک شعر یاد آیا ہے۔

عشق را ابو حنیفہ رضؓ درس نہ کرد

جب میں نے یہ مصرع پڑھا۔ تو دوسرا مصرعہ خواجہ صاحب نے فرمایا۔

شافعیؒ را در روایت نیست ۔ واللہ اعلم۔

ذکر فضیلت علم و عاصم قاری بالا

ہفتے کے روز اٹھارہویں ماہ ربیع الاول ۷۱۰ھ ہجری کو پا ابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ علم کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ بزرگ حنفیت حلم سے موصوف تھا۔ اسے پوچھا گیا کہ تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی۔ کہا میں نے اپنے استاد عاصم قاری رضی اللہ عنہ سے۔ پھر پوچھا کہ اپنے استاد کے حلم کی بابت کچھ بیان کرو۔ کہا ایک مرتبہ آبادی سے باہر تھا جنگل میں آپ سے ایک کمینے نے کمینہ پن کرنا چاہا۔ اور برا بھلا کہنا شروع

کیا۔ لیکن عاصم قاری نے کچھ نہ کہا۔ یہاں تک کہ شہر کے نزدیک آپہنچے۔ لیکن وہ کمینہ اسی طرح بڑا بھلا کہے گیا۔ جب آدمی آپہنچے۔ تو قاری نے کہا۔ صاحب جانے دو۔ یہاں میرے آشنا بہت ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو تکلیف پہنچے۔ پھر آپ کے حلم کی بابت ایک اور حکایت بیان کی۔ کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ چند شاگرد حدیث کا سبق پڑھ رہے تھے۔ آپ گھٹنوں میں سر رکھے کپڑا لپیٹے بیٹھے تھے۔ اس حالت میں سبق پڑھا رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر کہا۔ کہ آپ کے لڑکے کو قتل کیا گیا ہے۔ پوچھا کس نے قتل کیا ہے۔ کہا آپ کے چچا کے بیٹوں نے۔ شاید ان میں دشمنی ہو گی۔ لڑائی میں مارا گیا ہے۔ قاری صاحب نے کہا۔ جاؤ فلاں شخص کو کہو۔ کہ اس کی نماز جنازہ ادا کرے اور فلاں مقام پر دفن کردو۔ اتنا کہہ کر پھر شاگردوں سے پوچھا۔ کہ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ پڑھو۔ وہ بزرگ کہتا ہے کہ قاری صاحب کے چہرے پر تغیر کے کوئی آثار نمودار نہ ہوئے۔ اور جو کپڑا لپیٹے ہوئے تھے نہ اتارا اور نہ ہی دوسری صورت اختیار کی۔ بلکہ اسی طرح سبق پڑھانے میں مشغول رہے۔

ذکر حلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ صحابہ میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حلم سے منسوب تھے۔ ایک مرتبہ ایک فحش آدمی نے آپ کو تہمت لگائی۔ کہ صاحب جس قدر مجھ میں عیب ہیں ان میں سے صرف تھوڑا سا ظاہر ہوا ہے۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان کی۔ تو حاضرین کے واپس جانے کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے پوچھا کہ میں پیر کی خدمت میں کم کم حاضر ہوتا ہوں۔ زیادہ تر گھر میں پیر کی یاد میں رہتا ہوں۔ یہ بہتر ہے یا یہ کہ ہر روز پیر کی خدمت میں حاضر ہوا کروں۔ فرمایا بہتر یہی ہے کہ پیر کی یاد میں رہا جائے۔ خواہ ظاہر میں دور رہے۔ بعد ازاں یہ مصرعہ زبان مبارک سے فرمایا۔ **مصرعہ**

پیر دل زور دل بہ کہ در دل پیر دل بہ

ذکر نقل قطب العالم و نشستن حضرت شیخ الاسلام بجائے او

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز ہفتے دو ہفتے بعد قطب العالم حضرت شیخ قطب الدین نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں جایا کرتے۔ شیخ بدر الدین اور دوسرے عزیز دل کے جو ہر روز حاضر خدمت رہتے حاضر ہوا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ جب حضرت قطب العالم شیخ قطب الدین کی رحلت کا وقت قریب پہنچا۔ تو ایک بزرگ کا نام لیا۔ جو شیخ قطب الدین کی پائینتی

میں مدفون ہے۔ اور اسے تمنا تھی کہ شیخ صاحب کے بعد قائم مقام بنے۔ شیخ بدرالدین کو بھی یہی آرزو تھی۔ لیکن جس سماع میں شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا انتقال ہوا ہے۔ اس میں فرمایا کہ میرا جامہ۔ عصا مصلا اور لکڑی کے نعلین شیخ فرید الدین کو دے دینا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے وہ عصا اور جامہ دیکھا تھا۔ جامہ سوتی دولائی تھی۔ الغرض جس رات حضرت قطب العالم شیخ قطب الدینؒ کا انتقال ہونے والا تھا۔ حضرت شیخ فرید الدین ہانسی میں تھے۔ اسی رات شیخ فرید الدین نے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا۔ کہ اسے بارگاہ میں بلاتے ہیں۔ دوسرے روز شیخ صاحب ہانسی سے روانہ ہوئے چوتھے روز شہر میں پہنچے۔ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے۔ وہ جامہ وغیرہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین طیب اللہ ثراہ کی خدمت میں لائے آپ نے دوگانہ ادا کر کے جامہ پہن لیا۔ اور جس گھر میں قطب العالم حضرت قطب الدین رہا کرتے تھے آئے۔ تین دن سے زیادہ وہاں قیام نہ کیا۔ ایک روایت کے مطابق سات روز قیام کیا۔ پھر ہانسی کی طرف چلے آئے۔ آپ کے آنے کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ جن دنوں آپ قطب العالم حضرت شیخ قطب الدین کے گھر میں رہے۔ سرہنگا نام ایک شخص ہانسی سے آپ کے دیدار کے لئے دو تین مرتبہ آیا۔ لیکن دربان نے اندر نہ جانے دیا۔ ایک روز جب آپ گھر سے باہر نکلے تو یہی سرہنگا آکر پاؤں پڑا۔ اور رونے لگا۔ شیخ صاحب نے پوچھا۔ کیوں روتے ہو۔ اس نے کہا اس واسطے کہ جب آپ ہانسی میں تھے۔ ہم آسانی سے دیدار کر لیتے تھے۔ اب تو آپ کا دیدار مشکل ہو گیا۔ آپ نے اسی وقت یاروں کو فرمایا کہ میں پھر ہانسی جاؤں گا۔ حاضرین نے کہا۔ کہ شیخ صاحب نے آپ کو یہیں ٹھیرنے کے لئے فرمایا ہے۔ آپ کیوں اور جگہ جاتے ہیں۔ فرمایا۔ جو نعمت مجھے ملی ہے وہ شہر و جنگل میں یکساں ہے۔ واللہ اعلم۔

مریدوں کی خوش اعتقادی میں

ہفتے کے روز تیسری ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مریدوں کی خوش اعتقادی اور پیر کے فرمان کی نگہداشت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ قاضی حمید الدین ناگوری کے پیر شرف الدین ساکن ناگور کے دل میں خواہش ہوئی۔ کہ میں شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید بنوں۔ یہ نیت کر کے ناگور سے روانہ ہوا۔ اس کی ایک لونڈی تھی۔ جس کی قیمت کم و بیش سو اشرفی تھی۔ اس نے کہا۔ کہ جب آپ شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوں۔ تو میرا سلام عرض کر دینا۔ نیز ایک چھوٹی گدڑی کڑھی ہوئی تھی۔ کہ یہ شیخ صاحب

کی خدمت میں پہنچا دینا ۔

جب مولانا شرف الدین شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ پہلے تو عرض کی ۔ کہ میرے گھر میں ایک لونڈی ہے اس نے آپ کو سلام عرض کیا ہے ۔ اور یہ گپڑی بھیجی ہے ۔ وہ نکال کر شیخ صاحب کے روبرو رکھ دی ۔ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہُ العزیز نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے آزادی عطا فرمائے ۔ جب مولانا شریف الدین سامنے سے اٹھ کھڑے ہوئے تو دل میں خیال کیا کہ چونکہ شیخ صاحب کی زبان سے یہ نکلا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے آزادی عطا فرمائے ۔ ضرور ہے کہ وہ آزاد ہو جائے گی ۔ لیکن لونڈی قیمتی ہے میں اسے آزاد تو نہیں کر سکتا ۔ البتہ بیچوں گا ۔ ممکن ہے کہ جو شخص اسے خریدے وہ آزاد کر دے ۔ پھر دل میں خیال آیا کہ جس کے گھر جا کر لونڈی آزاد ہوگی ۔ اسے ثواب ملے گا تو میں ہی کیوں نہ ثواب لوں ۔ یہ نیت کر کے شیخ صاحب کی خدمت میں آئے ۔ اور عرض کی کہ میں نے اس لونڈی کو آزاد کیا ۔ واللہ اعلم ۔

دنیا کی محبت و عدالت کے بارے میں

اتوار کے روز اٹھارہویں ماہ مذکور سن مذکور کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا ۔ دنیا کی محبت اور عدالت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ خلقت تین قسم کی ہوتی ہے ۔ ایک جو دنیا کو عزیز سمجھتے ہیں اور دن رات اسی کا ذکر کرتے ہیں اور طلب بھی ۔ ایسے لوگ بہت ہیں ۔ دوسرے وہ جو اسے دشمن سمجھتے ہیں ۔ اور اسے برائی سے یاد کرتے ہیں اور بالکل اس کے مخالف ہوتے ہیں تیسرے وہ لوگ ہیں جو نہ ان سے دشمنی کرتے ہیں نہ دوستی ۔ ایسے لوگ پہلی دو قسموں کی نسبت اچھے ہوتے ہیں ۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی ۔ کہ ایک مرد رابعہ بصری علیہا الرحمۃ کی خدمت میں آ کر بیٹھا ۔ اور دنیا کو برا بھلا کہنا شروع کیا ۔ رابعہؒ نے فرمایا ۔ کہ پھر میرے پاس نہ آنا کیونکہ تو دنیا کا دوستدار معلوم ہوتا ہے ۔ اس واسطے کہ تو اکثر اس کا ذکر کرتا ہے ۔

یہاں سے ترک دنیا کی نسبت ذکر چھڑا ۔ تو ایک درویش کی بابت فرمایا ۔ کہ ایک درویش فوجی نام کیتھل اور کہرام کے علاقے میں رہا کرتا تھا ۔ جو نہایت ہی تارک الدنیا تھا چنانچہ کپڑے بھی نہیں پہنا کرتا تھا میں نے پوچھا کہ آیا اس کا کوئی پیر بھی تھا ۔ فرمایا ۔ نہیں ۔ پھر فرمایا ۔ اگر اس کا پیر ہوتا ۔ تو پھر وہ کیوں نہ کپڑا پہنتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کوئی پیر نہ تھا ۔ پھر فرمایا کہ وہ نماز بہت ادا کیا کرتا تھا ۔ میں نے عرض کی :

اگر پیر خود دنیا دار ہو تو کیا اس کے لئے مناسب ہے۔ کہ مریدوں کو دنیا کی محبت سے منع کرے فرمایا اگر منع کرے گا بھی تو اس کا اثر نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ زبان دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک زبان قال دوسری زبان حال پند و نصیحت زبان حال سے ہی اثر کرتی ہے جب زبان حال نہ ہو تو زبان قال کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

پھر شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت فرمایا۔ کہ ایک دفعہ آپ کو اپنے شیخ صاحب سے پگڑی عطا ہوئی۔ جسے آپ اپنے پاس رکھتے۔ اور برکتیں حاصل کرتے۔ ایک مرتبہ آپ سوئے تو وہ پگڑی پاؤں کی طرف ہو گئی۔ اتفاقیہ پاؤں اس سے چھو گیا تو جب بیدار ہوئے تو نہایت قلق ہوا۔ اور یہاں تک گھبرا کر فرمایا کہ امید ہے کہ قیامت کے دن میں افسوسناک اور اندھا ہو کر اٹھوں گا۔

پھر فرمایا کہ مجھے جو خرقہ شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز سے حاصل ہوا۔ وہ گدڑی اب تک میرے پاس ہے۔ جب میں اجودھن سے دہلی آ رہا تھا۔ تو وہ خرقہ اپنے ہمراہ لایا۔ میرے ساتھ ایک اور ہمراہی تھا۔ راستے میں ہم ایسے مقام پر پہنچے جہاں لیٹروں کا خطرہ تھا۔ اس نے میرا دامن پکڑ لیا۔ اور ہم ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں چند ڈاکو ہمارے مقابل آکھڑے ہوئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ گدڑی مجھے شیخ صاحب نے عطا فرمائی ہے۔ یہ کسی صورت بھی لے جا نہیں سکتے۔ پھر خیال آیا کہ اگر لے بھی گئے تو میں آبادی کی طرف نہیں جاؤں گا۔ ایک گھڑی بعد تمام ڈاکو متفرق ہو گئے۔ اور ہمیں کچھ بھی نہ کہا۔ ہم صحیح سلامت چلے گئے۔

پھر دنیا کے جمع و خرچ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا دنیا جمع نہیں کرنی چاہئے لیکن مال کپڑا وغیرہ جس سے پردہ ڈھانکا جائے جائز ہے۔ لیکن زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ جو کچھ ملے خرچ کر دینا چاہئے اور جمع نہیں کرنا چاہئے۔ پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

زر از بہر دادن بود اے پسر | برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر

پھر قاضی صاحب کا یہ شعر پڑھا ؎

چوں خواجہ نخواہد رانداز ہستی زدہ کافی | آں گنج کہ او دار دپندار کہ من دارم

اس اثنا میں ایک کو مسواک عنایت فرمائی۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک عالم نوارترک

نام یہاں سے کعبے کی طرف گیا۔ اور وہیں سکونت اختیار کی اور گھر کے دروازے پر یہ لکھ دیا کہ جس کے پاس مسواک نہ ہو۔ اسے میرے گھر آنا حرام ہے۔

پھر درویشوں کے مکارم اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ اور بوعلی سینا نے آپس میں ملاقات کی جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو بوعلی نے صوفی کو جو شیخ صاحب کی خدمت میں رہا کرتا تھا کہا کہ جب میں شیخ صاحب کی خدمت میں رہا کرتا تھا تو جو کچھ شیخ صاحب میرے حق میں فرمائیں گے مجھے لکھ بھیجنا۔ جب وہ واپس چلا آیا تو شیخ صاحب نے اس کے بارے میں نہ نیک نہ بد کچھ ذکر نہ کیا۔ جب اس صوفی نے شیخ صاحب سے بوعلی سینا کی بابت کچھ نہ سنا۔ تو ایک روز خود ہی شیخ صاحب سے پوچھا کہ بوعلی سینا کیسا آدمی ہے۔ فرمایا حکیم طبیب اور عالم شخص ہے۔ لیکن مکارم خیال نہیں رکھتا۔ صوفی نے یہ الفاظ بوعلی کو لکھ بھیجے۔ بوعلی نے واپس خط لکھا۔ وہ اس میں یہ بھی لکھا کہ میں نے مکارم اخلاق میں اس قدر کتابیں لکھی۔ پھر شیخ صاحب کیوں کہتے ہیں کہ مجھ میں نیک اخلاق نہیں۔ شیخ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ میں نے یہ تو نہیں کہا۔ کہ وہ نیک اخلاق کی بابت کچھ نہیں جانتا۔ میں نے تو یہ کہا ہے کہ اس کے اخلاق نیک نہیں۔

پھر قاضی منہاج الدین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ میں نے دونوں ہفتوں اس کا وعظ سنا۔ ایک روز اس کا ذکر کرتے کرتے یہ رباعی پڑھی۔ رباعی

لب بر لب دلبراں فراموش کردن ۔۔۔ وآہنگ بہ زلف مشوش کردن
امروز خوش است لیک فرداخوش نیست ۔۔۔ خود را بہ خسے طعمہ آتش کردن

خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے یہ شعر سنا۔ تو از خود رفتہ ہو گیا۔ جب گھڑی بعد ہوش میں آیا۔ تو پھر اس کے احوال بیان کئے۔ کہ وہ صاحب ذوق مرد ہو گزرا ہے۔ ایک مرتبہ اسے شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر بلایا گیا۔ وہ دن سوموار کا تھا۔ اس نے وعدہ کیا۔ کہ جب میں تذکیر سے (وعظ) فارغ ہوں گا۔ تو آؤں گا۔ الغرض تذکیر سے فارغ ہو کر حاضر ہوا اور سماع سننے لگا۔ تو دستار اور جامہ وغیرہ سب ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ پھر شیخ بدرالدین غزنوی کی نظم کے دو تین شعر جن کی ردیف آتش گرفت ہے۔ کہے۔ جن میں سے ایک شعر یاد رہ گیا ہے ؎

نوحہ میکرد بمن نوحہ گر درب مجھے   آہ زیں درد مرا آمد نوحہ گر آتش گرفت

پھر فرمایا کہ قاضی منہاج الدین شیخ بدر الدین کو "شیر سرخ" کہا کرتے تھے۔ پھر شیخ نظام الدین ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو میں نے پوچھا کہ کیا آپ نے اس کی تذکیر سنی ہے۔ فرمایا ہاں مگر ان دنوں میں بچہ تھا۔ اس لئے میں معنوں کو اچھی طرح نہ سمجھ سکا۔ ایک روز آپ کی تذکیر میں گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ مسجد میں آگئے۔ اور نعلین آپ کے ہاتھ میں پکڑ لیں۔ اور پھر دوگانہ ادا کیا۔ نماز میں جو آپ کی شکل و صورت تھی۔ وہ اور کسی کی نہ تھی۔ دوگانہ ادا کر کے منبر پر چڑھے۔ ایک شخص قاسم نام خوش خواں تھا اس نے ایک آیت پڑھی۔ بعد ازاں شیخ نظام الدین ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بابا کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ ابھی اتنا ہی کہا تھا۔ کہ سارے لوگ رونے لگے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

نہ از عشق تو نز تو حذر خواہم کرد   جان در غم تو زیر و زبر خواہم کرد

تو خلقت نعرے مار اٹھی۔ پھر دو تین مرتبہ یہ شعر پڑھا۔ پھر فرمایا اے مسلمانو! اس شعر کے ساتھ کا دوسرا شعر مجھے یاد نہیں آتا۔ میں کیا کروں۔ یہ بات کچھ ایسے عجز سے کہی کہ سب پر اثر کر گئی۔ پھر قاسم نے دوسرا شعر پڑھا۔ اور رباعی مکمل ہوئی۔ شیخ صاحب رباعی پڑھ کر نیچے اتر آئے ⁂

پھر آپ کی بزرگی کی نسبت خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ بارش کی قلت ہوئی۔ تو آپ کو مجبور کیا گیا۔ کہ بارش کے لئے دعا کریں۔ منبر پر چڑھ کر بارش کی دعا پڑھی۔ بعد ازاں آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ پروردگار اگر تو بارش نہیں بھیجے گا۔ تو پھر میں آبادی میں نہیں رہوں گا۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے۔ اللہ تعالےٰ نے باران رحمت بھیجا۔ بعد ازاں سید قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ملاقات کی۔ اور یہ کہا کہ ہمیں آپ کے حق میں پکا اعتقاد ہے۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ آپ کو اللہ تعالےٰ سے کامل نیاز حاصل ہے۔ پھر یہ الفاظ کیوں کہے کہ اگر بارش نہیں بھیجے گا۔ تو میں آبادی میں نہیں رہوں گا۔ شیخ نظام الدین ابوالموید نے فرمایا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ ضرور بارش بھیجے گا۔ پھر سید قطب الدین نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم تھا۔ فرمایا ایک مرتبہ میں سید نور الدین مبارک نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ خال بخش الدین کے پاس آنے اور بیٹھنے کے بارے میں جھگڑا۔ تو میں نے ایسی بات کہہ دی جس سے آپ یعنی سید نور الدین مجھ سے ناراض ہو گئے۔ ان دنوں مجھے بارش کی دعا کے لئے کہا گیا۔ تو میں آپ یعنی سید نور الدین کے روضے مبارک پر گیا۔ اور عرض کی کہ مجھے بارش کی دعا کے لئے کہا گیا ہے۔ اور آپ مجھ سے

ناراض ہیں۔ اگر میرے ساتھ صلح کریں تو میں دعا کروں۔ اگر نہ کریں تو نہ کروں۔ روضہ مبارک سے آواز آئی کہ میں راضی ہوں جا کر دعا کرو ۞

نماز کے بارے میں

بدھ کے روز پانچویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی کہ فرض ادا کر کے جو جگہ تبدیل کرتے ہیں۔ یہ کس طرح پر ہے فرمایا بہتر تو یہی ہے کہ جگہ تبدیل کر لیں۔ امام اگر جگہ نہ بدلے تو کوئی بات نہیں۔ لیکن مقتدی کو ضرور بدل لینی چاہیئے۔ جگہ بدلتے وقت بائیں طرف سرکنا چاہیئے اور رو بقبلہ رہنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب ۞

درویشوں کے ہاتھ کو بوسہ دینے کے بیان میں

جمعہ کے روز تیرھویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ درویشوں کے ہاتھ کو بوسہ دینے اور اس سے برکت حاصل کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ درویش اور مشائخ جو ہاتھ کو بوسہ دینے کی اجازت دیتے ہیں تو ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ شاید ان کے ہاتھ کسی مغفور کا ہاتھ آجائے۔

پھر درویشوں کی دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میرا ایک ہمسایہ ہے۔ جس کی نظر میرے گھر پر پڑتی ہے۔ میں بہتیرا اسے منع کرتا ہوں۔ لیکن وہ باز نہیں آتا اور مجھے تکلیف دیتا ہے۔ خواجہ اجل نے پوچھا۔ کیا اسے یہ معلوم ہے۔ کہ تو میرا مرید ہے۔ عرض کی جناب اسے معلوم ہے۔ فرمایا تو پھر اس کی گردن کا مہرہ کیوں نہیں ٹوٹتا۔ جب خواجہ صاحب نے یہ فرمایا تو وہ مرید گھر آیا اور ہمسائے کی گردن کا مہرہ ٹوٹے ہوئے دیکھا۔ پوچھا۔ کہاں سے گرا ہے۔ کہا لکڑی کی جوتی پہنی ہوئی تھی۔ پاؤں پھسل گیا اور گر پڑا جس سے گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا ۞

پھر مردان حق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ اگلے وقتوں میں چار آدمی برہان نامی ماوراء النہر سے دہلی میں آئے۔ ان میں سے ایک برہان بلخی تھا۔ دوسرا برہان کا شانی۔ اور دوسرے دو برہانوں کی بابت مجھے یاد نہیں۔ الغرض ان میں از حد موافقت تھی۔ کھانا اکٹھا کھایا کرتے تھے۔ اور تحصیل علم بھی ایک ہی جگہ کیا کرتے۔ جن دنوں وہ دہلی آئے۔ اس وقت شہر کا قاضی منہاج الدین کا شانی تھا اس نے برہان کا شانی سے ایک مجلس میں مسئلہ پوچھا۔ برہان کا شانی اچھی طرح واقف تھا جب اس نے جواب

شروع کیا۔ تو طالب علموں نے کہا۔ ریزہ کیا جواب دے گا۔ اس کا عرف ہی "ریزہ" ہو گیا۔ یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس دن سے اسے "ریزہ" پکارنے لگے۔ یہ ریزہ عجیب مرد تھا۔ آخر میں وہ ابدال بنا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔ ہر روز صبح کے وقت پیادہ نکلتا۔ باوجودیکہ اس کے پاس دس سے زیادہ گھوڑے تھے۔ اور نہ ہی کوئی غلام اپنے ہمراہ لے جاتا۔ حالانکہ سو سے زیادہ خدمتگار تھے۔ اس کا ایک لڑکا نور الدین محمد نام تھا۔ اس نے ایک روز باپ کو کہا۔ کہ آپ ہر روز گھر سے اکیلے باہر جاتے ہیں۔ اور ہمارے دشمن بہت ہیں۔ اگر آپ ایک غلام کو پانی کا کوزہ دے کر ہمراہ لے جائیں تو بہتر ہو گا۔ بیٹے کو جواب دیا کہ بابا محمد! جہاں میں جاتا ہوں۔ اگر وہاں غلام کی گنجائش ہو تو پہلے میں تجھے لے جاؤں۔ کیونکہ تو میرا بیٹا ہے ❊

رجب کی اوائل تاریخوں نماز کا بیان

اتوار کے روز انتیسویں ماہ جمادی الآخر کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ چونکہ ماہ رجب نزدیک تھا۔ میں نے عرض کی کہ خواجہ اویس قرنی نے ماہ رجب کی تیسری چوتھی اور پانچویں تاریخوں میں نماز کے لئے کہا ہے۔ میرے دل میں خیال آتا ہے۔ کہ جس بزرگ نے کسی دعا یا نماز کے لئے کہا ہے۔ وہ یا تو حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ یا اصحاب کرام سے۔ خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے جن نمازوں کی بابت فرمایا ہے اور سورتیں مقرر کی ہیں اور دعائیں لکھے نام رکھے ہیں۔ یہ کہاں سے سنی ہیں؟ خواجہ صاحب نے فرمایا الہام ہوا تھا ❊

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ اس سے پہلے جب میں دہلی سے اجودھن شیخ صاحب کی خدمت میں جایا کرتا تھا۔ تو یہ تین اسم پڑھا کرتا تھا "یا حافظ یا ناصر یا معین" حالانکہ مجھے یہ کسی نے نہیں بتلائے تھے۔ پھر مدت بعد ایک بزرگ نے مجھے یہ دعا لکھ کر دی۔ دعا: یا حافظ یا ناصر یا معین یا مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین ❊

پھر احوال مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں نے ایک بات سنی ہے اور کہتے بھی اسی طرح ہیں کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے یہ کلمات کہے ہیں۔ میں تو ان کلمات کی کوئی تاویل نہیں پاتا۔ اور نہ دل مطمئن ہوتا ہے۔ پوچھا کون سے کلمات ہیں؟ میں نے عرض کی کہتے ہیں کہ وہ کلمات یہ ہیں "لوائی اعظم من لواء محمد" "میرا جھنڈا قیامت کے دن محمد" اور اس کے سوا جتنے ہیں۔ سب قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔ فرمایا نہیں خواجہ بایزید نے یہ کلمات نہیں کہے۔ پھر فرمایا کہ ہاں ایک

مرتبہ اتنا ضرور کہا تھا۔ کہ سبحانی ما اعظم شانی ہے۔ وبعد میں آخری عمر میں آکر استغفار کی تھی۔ کہ میں نے یہ بات ٹھیک نہیں کہی تھی۔ میں یہودی تھا۔ اب میں جینو توڑ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ۔ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ

یہاں سے پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ مردانِ خدا اور مشائخ کو جو حالت ہوجاتی ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوجایا کرتی تھی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں آئے۔ جس میں ایک کنواں تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کنویں کے کنارے پر بیٹھے اور پاؤں نیچے لٹکا دیئے۔ اور یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ ابو موسیٰ اشعری ہمراہ تھے انہیں فرمایا کہ میری اجازت بغیر کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ اسی اثنا میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے اطلاع دی۔ فرمایا اندر بلا لو۔ اور بہشت کی خوشخبری دو۔ ابو موسیٰ جاکر ابوبکرؓ کو اندر بلا لائے۔ آپ آکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف اس طرح بیٹھ گئے۔ جس طرح جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ یعنی کنویں میں پاؤں لٹکا کر۔ پھر امیر المومنین حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ آئے۔ ابو موسیٰ نے آپکی اطلاع کی۔ فرمایا اسے بھی خوشخبری دے کر اندر بلالو۔ آپ آکر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف اسی طرح بیٹھ گئے۔ بعد ازاں حضرت عثمانؓ کو بھی اندر بلا لیا۔ آپ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل بیٹھے۔ بعد ازاں فرمایا کہ جس طرح آج ہم یہاں اکٹھے ہیں۔ اسی طرح موت بھی ایک ہی جگہ ہوگی۔ اور حشر بھی۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی تو فقرا اور خرقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات فقر کا خرقہ عطا ہوا تھا۔ صحابہؓ کو بلاکر فرمایا مجھے ایک خرقہ ملا ہے۔ جو ایک کو ملے گا۔ میں سب سے ایک سوال پوچھوں گا جس کا جواب بھی مجھے یاد ہے۔ تم میں سے جو ٹھیک جواب دے گا اسے خرقہ ملے گا۔ پھر ابوبکرؓ کی طرف مخاطب ہوکر پوچھا۔ کہ اگر یہ خرقہ آپ کو ملے تو کیا کروگے۔ عرض کی صدق اختیار کروں گا۔ اور طاعت اور عطا کروں۔ پھر عمرؓ سے پوچھا۔ تو عرض کی میں عدل اور انصاف کروں گا۔ پھر عثمانؓ سے پوچھا۔ تو عرض کی اتفاق اختیار کروں گا۔ اور سخاوت کروں گا۔ بعد ازاں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا تو عرض کی کہ میں پردہ پوشی کروں گا۔ اور بندگانِ خدا کے عیب چھپاؤں گا۔ فرمایا

خرقہ لے لو مجھے یہی فرمان تھا کہ جو صحابی یہ جواب دے گا اسے خرقہ دینا ۔

پھر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب کے بارے میں فرمایا کہ آپ کی زرہ جاتی رہی ایک دن ایک یہودی کے ہاتھ میں وہی زرہ دیکھ کر اسے پکڑ لیا۔ اور فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے۔ یہودی نے کہا دعوے کر کے ثابت کرو۔ اور لے لو ان دنوں جناب ہی خلیفہ تھے کہنے لگے کہ میں ہی خلیفہ اور میں ہی مدعی۔ یہ دعویٰ کس طرح ثابت ہوگا پہلے شریح رض کے پاس جانا چاہیے۔ اور دعوے دائر کرنا چاہیے۔ چنانچہ ویسے ہی کیا۔ ان دنوں شریح رض آپ کا نائب تھا۔ القصہ جب شریح رض کے پاس گئے۔ اور زرہ کا دعوے کیا تو شریح رض نے امیر المومنین علی رض کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اگرچہ آپ ہمارے خلیفہ ہیں۔ لیکن اس وقت میں بحکم نیابت حاکم ہوں۔ چونکہ آپ مدعی بن کر آئے ہیں۔ اس لئے آپ یہودی کے ساتھ کھڑے ہوں۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ویسا ہی کیا یہودی کے برابر کھڑے ہوئے۔ اور کہا کہ زرہ میری ہے۔ جو یہودی کے ہاتھ ناحق لگی ہے۔ شریح رض نے گواہ مانگا آپ نے حسن رض اور قنبر رض بطور گواہ پیش کئے۔ شریح رض نے کہا حسن رض آپ کا فرزند ہے اور قنبر غلام۔ اس لئے میں ان کی گواہی نہیں لینا چاہتا۔ آپ نے فرمایا کہ میں کوئی اور گواہ پیش نہیں کر سکتا۔ شریح رض نے یہودی کو کہا کہ زرہ اٹھا کر لے جاؤ۔ جب تک دو گواہ نہ ہوں گے۔ زرہ نہ ملے گی۔ جب یہودی نے یہ معاملہ دیکھا تو حیران رہ گیا۔ دل میں کہا کہ واہ دین محمدی کیسا دین ہے۔ فوراً اسلام قبول کیا اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو زرہ دے کر کہا۔ کہ یہ آپ ہی کا حق اور ملک ہے۔ امیر المومنین رض نے وہ زرہ بھی اور ایک گھوڑا اسے بخشدیا۔ اسی مجلس میں ایک مرید نے عرض کی۔ کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا نام کیا رکھا ہے۔ عرض کی خیر (یعنی ابھی تک کوئی نام نہیں رکھا) فرمایا اچھا خیر ہی رہنے دو۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ خیر نساج رض نے کچھ نہ ایک دفعہ شہر سے باہر نکلے۔ تو ایک بدو نے پکڑ لیا۔ اور کہا کہ تو میرا غلام ہے۔ خواجہ خیر نساج رض نے کچھ نہ کہا۔ بلکہ تسلیم کر لیا اور مدت تک اس کے گھر میں رہے۔ اس بدو کا ایک باغ تھا جس کے مالی آپ تھے۔ مدت بعد جب وہ باغ میں آیا تو خواجہ خیر النساج کو کہا ایک میٹھا انار لاؤ۔ خواجہ صاحب نے ایک انار لا کر اسے دیا۔ جب اس نے چکھا تو کھٹا تھا۔ کہا میں نے تو میٹھے انار کے لئے تجھے کہا تھا۔ خواجہ صاحب نے ایک اور انار لا کر دیا۔ وہ بھی ترش نکلا۔ باغ کے مالک نے کہا۔ میں نے میٹھا انار تجھ سے مانگا ہے۔ اور تو ترش لاتا ہے خواجہ صاحب

نے کہا مجھے کیا معلوم کہ میٹھا انار کون سا ہے۔ اور کھٹا کون سا۔ اس نے کہا مدت سے تو اس باغ کا مالی ہے۔ تجھے کھٹے میٹھے انار کی بھی تمیز نہیں۔ خواجہ صاحب نے کہا میں باغبان ہوں امین ہوں میں انار چکھتا نہیں ہوں جو کھٹے میٹھے کی تمیز ہو۔ باغ کے مالک کو جو یہ بات معلوم ہوئی تو اسے آزاد کر دیا۔ خواجہ نساج کا نام اس سے پہلے کچھ اور تھا۔ اسی آقا نے آپ کا نام خیر رکھا۔ جب خیر نساج آزاد ہوئے تو کہا کہ میرا نام یہی رہے گا۔ جو اس مرد نے رکھا ہے۔

ایک حدیث کا بیان

ہفتہ کے روز چھبیسویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ میرے دل میں ایک حدیث تھی اس کی تحقیق پوچھی وہ حدیث یہ تھی "زرغبا تزدد حبا" میں نے پوچھا کہ آیا یہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ فرمایا۔ ہاں ابوہریرہ رضی کو فرمایا تھا کہ ناغہ کر کے حاضر خدمت ہوا کرو تا کہ دوستی زیادہ ہو جائے۔ کیونکہ آپ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک روز آنا اور ایک روز نہ آنا۔ زرغبا کہلاتا ہے۔

پھر ان درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو اہل وعیال میں گرفتار ہوتے ہیں فرمایا صبر اور موقعوں پہ کرنا چاہیئے۔ اول الصبر عنہن دوم الصبر علیہن۔ سوم۔ الصبر علی النار۔ پھر بیان فرمایا کہ اول عورتوں سے صبر کرنا چاہیئے۔ کہ بالکل عورتوں کی طرف کشش والبتہ میں نہ ہو۔ یہ صبر سب سے اچھا ہے۔ یہ الصبر عنہن کہلاتا ہے۔ الصبر علیہن کا یہ مطلب ہے۔ کہ اگر عورت نہ ہو تو کرے اور لونڈی خریدے پھر ان کے سبب جو مصیبتیں پیش آئیں۔ ان پہ صبر کرے باقی رہا الصبر علی النار۔ سو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان سے گزر جائے اور خطا کرے تو الصبر علی النار کہلاتا ہے۔ پس صبر کی تین قسمیں ہوئیں۔ اول الصبر عنہن۔ دوم الصبر علیہن۔ سوم الصبر علی النار۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر مولانا نور ترک

منگل کے روز تیرھویں ماہ شعبان سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ مولانا نور ترک کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ بعض علماء حضرات نے اس کے دین کے بارے میں کچھ کہا ہے۔ فرمایا نہیں۔ آسمان سے جو پانی برستا ہے۔ وہ زیادہ پاکیزہ ہوتا ہے۔ پھر میں نے عرض کی کہ میں نے طبقات ناصری میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ اس نے علمائے شریعت کو ناجی اور مرجی کہا ہے۔ فرمایا اسے علمائے شہر سے بڑا تعصب تھا۔ اس واسطے کہ وہ انہیں دنیا کی آلودگی

سے آلودہ دیکھتا تھا۔ اور اسی واسطے علما بھی اسے ان چیزوں سے منسوب کرتے تھے۔ پھر میں نے عرض کی کہ مرجی اور ناجی کون ہوتے ہیں فرمایا مرجی رافضی کو کہتے ہیں۔ اور مرجی ان لوگوں کو کہتے ہیں۔ جو ہر جگہ سے امید رکھیں۔ پھر فرمایا کہ ناجی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک خالص دوسرے غیر خالص۔ خالص وہ ہے جو صرف رحمت کا ذکر کرے۔ اور مرجی غیر خالص وہ رحمت کی بابت بھی کہے اور عذاب اور مذہب کی بابت بھی ؞

بعد ازاں مولانا نور ترک کی بابت فرمایا۔ کہ اگرچہ آپ پر تنگی حد درجہ کی تھی لیکن ہاتھ کسی کے آگے نہیں پھیلایا۔ جو کچھ کہتے۔ علم اور مجاہدہ کی قوت سے کہتے۔ آپ کا ایک غلام تھا۔ جو آپ کو ہر روز ایک درم دیا کرتا تھا۔ اور یہی آپ کی وجہ معاش تھی ؞

پھر فرمایا کہ جب آپ مکے گئے۔ تو وہیں سکونت اختیار کی۔ اس ولایت کا ایک آدمی وہاں گیا اور دو سیر چاول آپ کو دیئے۔ آپ نے دعا کی۔ ایک مرتبہ سلطانہ رضیہ نے کچھ سونا آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ لکڑی اٹھا کر اس زر کو پیٹنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ یہ کیا ہے۔ اسے لے جاؤ۔ جب اس آدمی نے دو سیر چاول دیئے۔ آپ نے لے لئے۔ تو اس کے دل میں خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ وہی بزرگ ہے جس نے دہلی میں اس قدر زر کو رد کر دیا تھا۔ اور اب دو سیر چاول قبول کرتا ہے۔ مولانا ترک نے فرمایا۔ کہ صاحب مکے کو دہلی جیسا قیاس نہ کرو۔ نیز میں ان دنوں جوان تھا۔ اب وہ قوت اور تیزی کہاں رہی ہے۔ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ یہاں کا دانہ دنکا ہی عزیز ہے ؞

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ مولانا ترک نے ہانسی میں وعظ و نصیحت کی۔ میں نے شیخ الاسلام شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی زبانی سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا آپ کی وعظ و نصیحت سنی۔ جب آپ ہانسی پہنچے تو میں نے جا کر آپ کی وعظ و نصیحت سننی چاہی۔ میں اس وقت پھٹے پرانے رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ کبھی مجھ سے پہلے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو مجھ پر نظر پڑتے ہی فرمایا۔ کہ مسلمانو! اب سخن کا صراف آ گیا ہے۔ بعد ازاں اس قدر تعریف کی۔ کہ کسی بادشاہ کی بھی نہ کی ہوگی ؞

پھر تعویز لکھنے اور دینے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام قطب الاقطاب قطب الدین بختیار نور اللہ مرقدہٗ

کی خدمت میں عرض کی۔ کہ لوگ مجھ سے تعویز مانگتے ہیں۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کیا لکھ دوں یا نہ۔ شیخ الاسلام قطب الاقطاب حضرت شیخ قطب الدین نے فرمایا۔ کہ یہ کام نہ میرے ہاتھ میں ہے نہ تیرے ہاتھ میں تعویز اللہ تعالےٰ کا نام اور اس کا کلام ہے۔ لکھو اور دو ✦

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میرے دل میں بارہا خیال آیا تھا۔ کہ تعویز لکھنے کی اجازت مانگوں۔ ایک مرتبہ بدرالدین اسحاقؒ جو آپ کے تعویز لکھا کرتے تھے۔ موجود نہ تھے۔ اور لوگ تعویز لینے آئے تھے۔ مجھے حکم دیا کہ لکھ دو۔ میں نے تعویز لکھنے شروع کئے۔ لوگ بہت ہو گئے۔ اس لئے مجھے بہت کچھ لکھنا پڑا۔ اور خلقت کی مزاحمت زیادہ ہوئی اسی اثنا میں شیخ صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تو ملول ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کی جناب کو معلوم ہے۔ فرمایا میں تجھے اجازت دیتا ہوں۔ کہ تعویز لکھ کر دے۔ بعد ازاں فرمایا کہ بزرگوں کا ہاتھ سے چھونا بھی کچھ کام رکھتا ہے ✦

خالی ہاتھ آنے کے بیان میں

سوموار کے روز گیارہویں ماہ رمضان سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا جو شخص حاضرِ خدمت ہوتا۔ وہ کوئی نہ کوئی چیز بطور سلامی لاتا۔ ایک شخص کچھ بھی نہ لایا۔ جب وہ واپس چلنے لگا تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اسے کچھ دو ✦

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے۔ کچھ لاتا ہے۔ اگر کوئی مسکین آئے اور کچھ نہ لائے۔ تو مجھے ضرور اسے کچھ دینا چاہئے ✦

پھر فرمایا۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ تو علم اور احکام شرعی کی طلب کے لئے حاضر ہوا کرتے۔ اور جب واپس جاتے تو لوگوں کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔ یعنی ان فوائد سے جو حاصل کیا کرتے خلقت کی رہنمائی کرتے۔ جب واپس جاتے تو جب تک کچھ کھا پی نہ لیتے واپس نہ جاتے ✦

پھر فرمایا کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ نے ایک روز خطبے میں فرمایا۔ کہ مجھے یاد نہیں۔ کہ شاید کبھی رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے شام تک کوئی چیز اپنے پاس رکھی ہو۔ صبح سے دوپہر تک جو کچھ ہوتا۔ دیدیتے۔ پھر دوپہر سے شام تک جو کچھ ہوتا۔ وہ رات تک سب دے دیتے ✦

اتنے میں میں نے عرض کی۔ کہ اسراف کیا ہے۔ اور اس کی حد کیا ہے؟ فرمایا جو بغیر نیت دیا جائے اور خدا کے لئے نہ دیا جائے۔ اگر ایک ونگ بھی بغیر نیت اور بغیر راہ خدا میں صرف کیا جائے۔ تو اسراف کہلاتا ہے۔ اور رضائے حق کی خاطر اگر سارا جہان بھی دے دیا جائے۔ تو بھی اسراف نہیں۔

پھر فرمایا کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ کا خرچ بہت تھا۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں یہ حدیث پڑھی۔ کہ لاخیر فی الاسراف۔ آپ نے جواب دیا۔ لا اسراف فی الخیر۔ یعنی نیکی اور خیرات کرنے کو اسراف نہیں کہتے۔

یہاں سے ہمت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا ہمتیں مختلف ہیں۔ ایک بزرگ تھا جس کا ایک بیٹا تھا۔ اور ایک غلام لیکن غلام زیادہ نیک تھا۔ دونوں کو بلا کر پہلے بیٹے سے پوچھا کہ تیری ہمت کس کام کو چاہتی ہے۔ اس نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے پاس بہت سے غلام اور گھوڑے ہوں تو پھر غلام سے پوچھا اس نے کہا جتنے میرے غلام ہوں۔ سب کو آزاد کر دوں اور آزادوں کو اپنا بندۂ احسان بناؤں۔ پھر فرمایا کہ بعض تو دنیا کی خواہش کرتے ہیں۔ اور بعض یہ چاہتے ہیں کہ دنیا ان کے پاس بھی نہ پھٹکے۔ لیکن ان دونوں سے وہ لوگ اچھے ہیں جنہیں دنیا ملے تو بھی بہتر اور نہ ملے تو بھی بہتر۔ اور دونوں حالتوں میں خوش رہیں۔ وہ شخص جو کہتا ہے کہ میرے پاس دنیا نہ ہو۔ اس کا یہ خواہش کرنا بھی آرزو ہے مناسب اور ضروری تو یہ ہے۔ مناسب اور ضروری تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مرضی کی جائے۔ اور اس پر خوش اور راضی رہے۔ اگر دنیا ملے تو اسے خرچ کرے اگر نہ ملے تو صبر کرے اور خوش رہے۔ اسی اثناء میں میری طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ صدقہ فطر دیا کرتے ہو؟ عرض کی۔ کہ مجھ پر جو واجب ہے دیا کرتا ہوں۔ فرمایا اگر نصاب کامل ہو جائے۔ اور ضروریات مثلاً پہننے کا اسباب گھوڑے وغیرہ کے علاوہ نقدی کا نصاب کامل ہو۔ تو دینا چاہئے۔ عرض کی نقد نہیں ہوتا۔ اس صورت میں کچھ نہ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اب تو میرے پاس بہت ہے۔ جن دنوں میرے پاس دمڑی بھی نہ ہوتی تھی۔ ایک دام کر کے دیا کرتا تھا۔ جب میں نے یہ سنا کہ ماہ رمضان کے روزے صدقہ فطر پر موقوف ہیں۔ تو میں نے صدقہ دینا شروع کیا۔ میں نے ادب بجا لا کر عرض کی میں نے منظور کیا کہ اب صدقہ فطر دیا کروں گا۔ فرمایا اپنا صدقہ بھی دینا اور چھوٹوں کا بھی۔

پھر میں نے عرض کی کہ میں دیوگیر میں تھا۔ تو میرے پرانے خدمتگار بلیح نے ایک لونڈی خریدی جو

بچہ بھی تھا۔ اور اس کی قیمت پانچ تنگے (ٹکے کا نام) ادا کی جب لشکر شہر کی طرف واپس آنے لگا تو اس کنیز بچے کے والدین نے آ کر بہت آہ وزاری اور منت سماجت کی۔ کہ دس تنگے لے لو اور لڑکی ہماری ہمارے حوالے کر دو۔ مجھے ان پر رحم آیا۔ میں نے اپنے پاس سے دس تنگے بلیغ کو دے کر وہ بچہ خرید لیا۔ اور اس کے والدین کو واپس کر دیا۔ اور ان کے دس تنگے بھی ان کو واپس کر دیئے۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا بڑا اچھا کیا۔ پھر میں نے عرض کی۔ کہ جب میں نے یہ کام کیا تو میں نے مولانا علاؤ الدین کے فعل کو اصول بنا کر کیا جس کی حکایت جناب سے سن چکا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں اسی طرح تھا۔ کہ مولانا علاؤ الدین کے پاس ایک بڑھیا لونڈی تھی جو نئی نئی خریدی گئی تھی۔ بدایوں میں سحر کے وقت جب مولانا بیدار ہوئے۔ تو وہ لونڈی چکی میں آٹا پیس رہی تھی اور رو رہی تھی۔ مولانا نے وجہ پوچھی تو۔ کہا کہ سواس ساتھر میں میرا بیٹا ہے۔ جس کی جدائی سے میں روتی ہوں۔ مولانا نے فرمایا اگر میں تجھے نمازگاہ تک چھوڑ آؤں تو آگے اپنے گاؤں چلی جائے گی۔ اس نے کہا چلی جاؤں گی۔ آپ اسے نمازگاہ تک چھوڑ آئے۔ اور چند روٹیاں بھی دے دیں۔ جب یہ حکایت ختم کی تو ایک عالم حاضر خدمت تھا۔ اس نے کہا کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے حاتم طائی کی لڑکی اسیر کی۔ تو اس نے اپنے باپ کی خوبیاں بیان کیں جنہیں سن کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے آزاد کر دیا +

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ بدنی۔ مالی یا اخلاقی کوئی خدمت انسان کرے اگر ایک بھی قبول ہو جائے۔ تو اس کے سارے کام اسی ایک کے عوض بن جاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ سعادت کے تالے کی کئی چابیاں ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس چابی سے کھل جائے گا۔ اس لئے اسے تمام چابیوں سے کھولنا چاہیئے۔ اگر ایک سے نہ کھلے تو شاید دوسری سے کھل جائے اگر اس سے بھی نہ کھلے تو شاید اور چابی سے کھل جائے +

احتیاط وضو کے بارے میں

ہفتے کے روز اکیسویں ماہ مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ احتیاط وضو کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اس قدر احتیاط ضروری ہے۔ کہ انسان کا دل مطمئن ہو جائے۔ بعض نے چند یوم شمار کئے ہیں۔ بعض بار بار کرتے ہیں۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں پھر فرمایا کہ مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ بات مکان کے متعلق نہیں بلکہ زمانے کے متعلق ہے۔ جو چند تمام شمار کرتے ہیں۔ وہ ٹھیک نہیں معتبر یہی ہے۔ کہ جب دل کو تسلی ہو جائے +

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ اگر کسی کو پیشاب کا قطرہ جاری ہو یا ناف یا اور اس قسم کی کوئی بیماری ہو تو کیا کرے۔ فرمایا کہ ایک عورت نے اپنا حال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا جسے ہمیشہ خون جاری رہتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرو خواہ نماز ادا کرتے وقت مصلے پر خون بہہ نکلے ؂

پھر نماز اور اس میں حضوری کی نسبت گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ سنا گیا ہے۔ کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز جس جگہ بیٹھے تھے۔ نماز کے علاوہ بار بار سجدہ کرتے فرمایا۔ ٹھیک ہے ؂

پھر فرمایا کہ ایک شیخ حجرے میں بیٹھا تھا۔ جس کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ بار بار اٹھ کر پھر سجدہ کرتا ہے۔ اور یہ مصرعہ پڑھتا۔ **مصرعہ**

از برائے تو میرم از برائے تو زیم

پھر ان کی وفات کی بابت فرمایا کہ آپ پر پانچویں ماہ محرم کو بیماری نے غلبہ کیا۔ عشاء کی نماز با جماعت ادا کی۔ بعد ازاں بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو لوگوں سے پوچھا کہ کیا میں نے عشاء کی نماز ادا کی ہے۔ کہا کی ہے۔ فرمایا ایک دفعہ اور ادا کر لوں۔ کون جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا۔ پھر نماز ادا کی۔ اور پہلے کی نسبت زیادہ بیہوش ہو گئے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو پوچھا کہ کیا میں نماز ادا کر چکا ہوں۔ لوگوں نے کہا دو مرتبہ۔ فرمایا ایک دفعہ اور بھی ادا کر لوں۔ کون جانتا ہے کہ کیا ہوگا۔ پھر تیسری مرتبہ جب نماز ادا کر چکے تو جان بحق تسلیم ہوئے ؂

اصحاب شغل کے بارے میں

اتوار کے روز تیرھویں ماہ ذی القعدہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اصحاب شغل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز مردان چاکر پیشہ کے بارے میں بھی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ کام دھندے اور نوکری کرنے سے بچنا چاہیے۔ تاکہ آخرت میں سلامتی نصیب ہو پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ پچھلے دنوں کا ذکر ہے۔ ایک شخص حمید نام اوائل میں دہلی میں رہتا تھا۔ اور ایک فاتح کے لڑکے کا نوکر تھا۔ جو آخر حال میں لکھنوتی میں اپنے تئیں بادشاہ بنا بیٹھا تھا۔ القصہ حمید اس لڑکے کا نوکر تھا۔ اور اس کی خدمت میں ہر وقت رہتا تھا۔ ایک روز اس کے پاس کھڑا تھا۔ تو ایک آدمی کو دیکھا جس نے یہ کہا کہ اے حمید! تو کیوں اس مرد کے پاس کھڑا ہے؟ یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔ خواجہ حمید حیران رہ گئے کہ یہ کیا تھا

جب دوسری مرتبہ اس لڑکے کے پاس کھڑے ہوئے۔ تو پھر اس نے آکر کہا۔ کہ اے حمید! تو اس مرد کے پاس کیوں کھڑا ہوتا ہے۔ آپ پھر حیران رہ گئے۔ حتیٰ کہ تیسری مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ اس دفعہ خواجہ حمید نے کہا۔ کیوں نہ کھڑا ہوں۔ میں تو اس کا نوکر ہوں۔ اور وہ میرا آقا ہے۔ مجھے تنخواہ دیتا ہے۔ میں کیوں نہ کھڑا ہوں۔ اس نے کہا تو عالم ہے اور وہ جاہل۔ تو آزاد ہے۔ وہ تیرا غلام۔ اور تو نیک مرد ہے اور وہ بدکار۔ یہ کہہ کر نظر سے غائب ہوگیا۔ خواجہ حمید نے جب اس بات کا معائنہ کیا۔ تو اپنے بادشاہ کو جاکر کہا کہ میرا حساب فیصل کر دو۔ میں آئندہ آپ کی نوکری نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے کہا کیسی باتیں کرتے ہو۔ کہیں دیوانے تو نہیں ہو گئے۔ خواجہ صاحب نے جواب دیا دیوانہ تو نہیں لیکن نوکری نہیں کروں گا۔ مجھے قناعت نصیب ہوگئی ہے۔ جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے۔ تو میں نے پوچھا۔ شاید صورت مردان غیب سے ہوگی۔ فرمایا نہیں جب مرد کا باطن کدورتوں سے صاف ہو۔ تو ایسی ایسی صورتیں اکثر دکھائی دیا کرتی ہے۔ ہوتا تو ہر شخص میں ہے۔ لیکن بعض کو اندرونی کدورتوں کے سبب دکھائی نہیں دیتا۔ جب باطن بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ تو ایسی صورتیں دکھائی دیا کرتی ہیں۔ پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

آں نامہ کہ صبح ہم با تو در گلیم است		تو از سپہ گلیمے بوئے اناں نداری

پھر اس خواجہ کی بابت فرمایا کہ جب آپ نے بادشاہ کی ملازمت چھوڑ دی۔ تو شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید بنے میں نے آپ کو دیکھا ہے۔ آپ لائق آدمی تھے کبھی کبھی وعظ بھی کیا کرتے۔ آپ مستقیم الاحوال درویش اور طاعت میں بڑے خبردار تھے۔ پھر شیخ الاسلام فرید الدین نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کو فرمایا کہ فلاں گاؤں میں جا کر رہو۔ کیونکہ اب تم ستارے کی طرح ہو گئے ہو۔ اور ستارہ چاند کے مقابلے میں روشنی نہیں دیتا۔ خواجہ حمید نے جب یہ سنا۔ تو اس وقت تو مان لیا۔ مگر اسی رات سات آدمیوں نے حج کا ارادہ کیا۔ خواجہ حمید نے آکر شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میں ترک فرمان کرتا ہوں۔ یعنی آپ نے تو فلاں گاؤں جانے کا حکم دیا ہے۔ سو میں نے کئی مرتبہ دیکھا ہوا ہے۔ لیکن میرا ارادہ حج کو جانے کا ہے۔ کیونکہ میرے یار کو حج کو جا رہے ہیں۔ آپ اجازت عنایت فرمائیں۔ تاکہ ان کے ہمراہ حج کر آؤں۔ شیخ صاحب نے فرمایا جاؤ۔ القصہ آپ ان کے ہمراہ حج کو گئے۔ اور اس دولت سے مشرف ہو کر واپس آئے

تو وہ اسنتے ہی میں انتقال ہوگیا ؛

ایک جوان نے اسی روز بیعت کی ۔ شاید اسے انھیں دنوں میں کسی سے تکلیف پہنچی ہو گی ۔ اس کے بارے میں یہ شعر فرمایا ؂

اے بسا شیر کان نزا آہو است ۔ اے بسا روبکان ترا دار واست

استقرار توبہ واستقامت بیعت کے بارے میں

سوموار کے روز اکیسویں ماہ ذی القعدہ کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ۔ تو استقرار توبہ اور استقامت بیعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص پیر کا ہاتھ پکڑتا ہے اور بیعت کرتا ہے ۔ تو وہ گویا اللہ تعالےٰ سے عہد کرتا ہے ۔ اس لئے چاہیئے کہ اس پر ثابت قدم رہے ۔ اگر ثابت قدم نہ رہ سکے ۔ تو پھر بیعت کی کیا ضرورت ہے ۔ جس طرح ہے اسی طرح رہے ؛

پھر فرمایا ۔ کہ جب میں شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کا مرید بنا تو واپس آتے وقت راستے میں مجھے پیاس کا غلبہ ہوا ۔ لو چل رہی تھی اور پانی دور تھا ۔ اسی اثنا میں راہ پر میں نے ایک علوی کو دیکھا جسے میں پہچانتا تو نہ تھا ۔ اسے سید عماد کہتے تھے ۔ وہ خوش طبع آدمی تھا جب میں اس کے پاس پہنچا ۔ تو اس سے پوچھا کہ کہیں پانی کا پتہ بتلاؤ ۔ کیونکہ مجھے سخت پیاس ہے ۔ ایک مشکیزہ پاس تھا ۔ اس نے کہا بڑے اچھے موقعے پر آئے ۔ اس مشکیزے کو کھول کر پی جاؤ ۔ شاید اس مشکیزے میں شراب تھی ۔ یہ مجھے شاذ ناً معلوم ہوا ۔ میں نے کہا میں تو ہرگز ہرگز اسے نہیں پیؤں گا ۔ اس نے کہا نزدیک کہیں پانی نہیں ۔ میں نے بھی پانی کے نہ ملنے کے سبب اسے اٹھا لیا ہے دور تک آگے پانی نہیں ملتا اگر اس کو نہ پیؤ گے تو مارے پیاس کے مر جاؤ گے ۔ میں نے کہا ۔ صاحب! زیادہ سے زیادہ تو یہی ہوگا کہ مر جاؤں گا ۔ یہ کہہ کر میں آگے چل پڑا ۔ تو تھوڑی دور جا کر میں پانی کے کنارے جا پہنچا ۔ الحمد للہ ؛

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی ۔ کہ خواجہ حمید سوالی حضرت شیخ معین الدین کے مرید اور حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ہم خرقہ تھے ۔ جب تائب ہو کر خرقہ حاصل کیا تو اقربا آئے ۔ کہ چلو چل کر مزے اور گلچھرے اڑائیں ۔ خواجہ حمید نے فرمایا کہ اب تو یہ

بات نہیں ہوگی۔ انہوں نے اصرار کیا تو فرمایا۔ کہ جاکر گوشے میں بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ یہ آزار بند میں نے اسی طرح مضبوط باندھا ہے۔ کہ قیامت کے دن حوروں پر بھی نہیں کھلے گا۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

ایام تشریق کے روزہ رکھنے کے بارے میں

ہفتے کے روز گیارہویں ماہ ذالحج سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی میں نے عرض کی کہ کیا اس مہینے کی تیرہویں کو روزہ رکھا جاتا ہے۔ ایام تشریق کی وجہ سے روزے کا کیا حال ہوگا۔ سولھویں کو روزہ رکھنا چاہئے۔ فرمایا۔ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ چودہویں پندرہویں اور سولھویں کو روزہ رکھنے کے لئے فرمایا ہے۔ سو رکھنے چاہئیں۔ ایام بیض کے روزے رکھنے چاہئیں۔ لیکن اس مہینے میں اتفاق سے سولھویں کا روزہ رکھنا چاہئے اس اثنا میں کھانا لایا گیا۔ چاول بھی پکائے گئے تھے۔ میں نے عرض کی۔ کہا دالارزمنی، چاول میرے ہیں۔ حدیث ہے۔ فرمایا ہاں یہ اس طرح پر ہوا۔ کہ ایک دفعہ صحابہ کرام نے کھانا مہیا کرنا چاہا۔ ہر ایک نے ایک ایک چیز لانی منظور کی۔ کسی نے کہا۔ اللحم منی۔ یعنی گوشت میں لاؤں گا۔ دوسرے نے کہا۔ حلوا میں لاؤں گا۔ اسی طرح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الارزمنی یعنی چاول میں لاؤں گا۔

کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے بارے میں

سوموار کے روز بیسویں ماہ ذوالحج سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ کھانا لایا گیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو تھال اور لوٹا لایا گیا۔ جو کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھلانے کی غرض سے لایا جاتا ہے عرب میں کھانا کھانے کے بعد لوٹا اور تھال لایا جاتا ہے۔ اس لئے اسے ابوالیاس کہتے ہیں۔ یعنی ناامیدی کا باپ اس واسطے کہ تھال اور لوٹا جانے کے بعد کسی قسم کا کھانا نہیں لایا جاتا۔ پھر خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ ہندوستان میں تنبول گویا ابوالیاس کا کام دیتا ہے۔ اس کے بعد کوئی کھانا نہیں لایا جاتا بعد ازاں فرمایا۔ کہ عرب میں تنبول کی کوئی رسم نہیں۔ اس واسطے آخری لوٹے اور تھال کو الیاس کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ نمک کو ابوالفتح کہتے ہیں ۔

کھانا کھلانے کے بارے میں

سوموار کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ کھانا کھلانے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جو کھانا کھلایا جائے وہ پاکیزہ ہونا چاہئے اور جسے کھلایا جائے وہ بھی متقی ہونا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ کھانا پاکیزہ ہونا تو ممکن ہے۔ لیکن جس کو کھلایا جائے۔ اس کا متقی

ہونا معلوم کرنا بہت مشکل ہے۔ فرض کرو کہ دس آدمیوں کا کھانا لایا گیا ہے۔ اب یہ کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں متقی ہے یا نہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ مشارق میں ایک اور حدیث کا ذکر ہے جس سے بہت کچھ امید ہو سکتی ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ جو شخص ہو خواہ اسے پہچانو یا نہ کھانا کھلاؤ ؛

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ بدایوں میں ایک شخص ہمیشہ روزہ رکھا کرتا۔ اور افطار کے وقت گھر کے دروازے پر بیٹھ جاتا۔ اور غلام کھانا لے کر آجاتے۔ جو وہاں سے گزرتا اسے اندر بلا کر کھانا کھلاتا ؛

بعد ازاں حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ مہمان کے ساتھ کھانا کھایا کرتے۔ ایک روز ایک مشرک آپ کا مہمان بنا۔ آپ نے جب دیکھا۔ کہ وہ بیگانہ ہے۔ تو اسے کھانا نہ دیا۔ حکم الٰہی ہوا کہ اے ابراہیم ہم اسے جان دے سکتے ہیں۔ اور تو روٹی نہیں دے سکتا ؛

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ اس سے پہلے میں ایک شہر میں تھا۔ ایک مرتبہ شیخ بہاؤ الدین ؒ کے بازار سے چند درویش آئے۔ جن میں سعید قریشی اور بحری متعلقین تھے۔ مجلس عمدہ تھی کھانا لایا گیا۔ سب رغبت سے کھانے پر آمادہ ہوئے۔ میرے پڑوس میں ایک شخص تھا۔ جسے اشرف پیادہ کہتے تھے وہ بھی آکر کھانے میں مشغول ہوا۔ لیکن اس اشرف پیادے کی چوٹی تھی۔ انہیں یہ بات ناگوار گزری۔ اور اس کے ساتھ کھانا کھانا پسند نہ کیا۔ سعید قریشی تو مجلس ہی سے باہر نکل آئے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں حیران رہ گیا۔ کہ انہیں ہوا کیا ہے۔ کہ کھانا چھوڑ کر نکل آئے ہیں۔ میں نے سبب پوچھا تو کہا کہ یہ مرد جس نے ان کے ہمراہ کھانا شروع کیا ہے۔ سر پر چوٹی رکھتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سن کر مجھے ہنسی آئی۔ کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ چوٹی والے کے ساتھ کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ یہ عجب قسم کی نفرت اور پرہیز ہے۔ ماننے میں میں نے عرض کی کہ میں نے سعید قریشی کو دیکھا ہے۔ اور اکثر مل کر ایک جگہ رہے ہیں۔ جب میں نے اسے دیکھا تھا۔ تو اس میں یہ بات نہیں پائی جاتی تھی۔ فرمایا نہایت طلب کی نحوست کی وجہ سے ایسی باتوں میں مبتلا ہوا تھا ؛

پھر معراج کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو ایک عزیز نے جو حاضر خدمت تھا۔ عرض کی۔ کہ معراج کس طرح ہوا تھا۔ فرمایا مکے سے بیت المقدس تک اسریٰ اور بیت المقدس سے پہلے آسمان تک معراج اور پہلے آسمان سے قاب قوسین کے مقام تک اعراج تھا۔ پھر اس عزیز نے سوال کیا۔ کہ کہتے ہیں کہ قلب

کو بھی معراج ہوا۔ قالب کو بھی ہوا۔ اور روح کو بھی۔ ہر ایک کو کیونکر ہو سکتا ہے۔ خواجہ صاحب نے پھر یہ مصرع زبان مبارک سے فرمایا۔ مصرعہ

تظن خیراً ولا تسئل عن الخبر

یعنی گمان نیک رکھ اور تحقیق نہ پوچھ فرمایا۔ ایسی باتوں کا یقین کر لینا چاہئے۔ لیکن ان کی تحقیق اور تفتیش نہیں کرنی چاہئے۔ پھر یہ دو شعر پڑھے۔ جو کسی نے ایک شخص کو مع محبوب اور شراب دیکھ کر بنائے تھے ؎

جلعونی فی قمیص اللیل مستتر — بالخزف والخطل والحذر۔

(ترجمہ) رات کے کپڑے پہنے چھپا چھپا میرے پاس آیا۔ بحالیکہ خوف۔ خطرہ۔ اور ڈر اس پر طاری تھا ؎

فکان ماکان لسم یکن کنت اظہرہ — تظن خیراً ولا تسئل عن الخبر

(ترجمہ) ایسی تھا جو تھا۔ میں یہ ظاہر نہیں کروں گا۔ نیک گمان کرنا اور حقیقت نہ پوچھنا ؎

سوموار کے روز اٹھارہویں ماہ محرم ۷۱۹ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس روز بداؤں سے واپس آیا تھا۔ ان بزرگ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو اس شہر کے گردنواح میں مدفون ہیں۔ میں نے عرض کی کہ جو راحت اس شہر میں دیکھی گئی۔ وہ صرف ان بزرگوں کی زیارت تھی۔ مثلاً مولانا علاؤالدین اصولی کے والد بزرگوار۔ مولانا سراج الدین ترمذی۔ خواجہ شاہی موئے تاب۔ خواجہ عزیز کوتوال۔ خواجہ شاہی لکھنوئی اور خواجہ قاضی جمال ملتانی۔ جب ان بزرگوں کے نام لیے۔ تو خواجہ صاحب رو دیئے۔ اور ہر ایک کا بخوبی نام لیا۔ جب قاضی جمال کا ذکر کیا گیا۔ تو فرمایا کہ اس بزرگ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم بداؤں کے گردنواح میں ایک مقام پر وضو فرما رہے ہیں۔ تو فوراً اس مقام پر پہنچے اور اس مقام کو گیا پاکر کہا کہ میری قبر یہیں بنانا۔ جب وہ مر گیا۔ تو اسی مقام پر اس کی قبر بنائی گئی ؎

روزے کی فضیلت ہفتے کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی روزے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور نیز اس حدیث کے بارے میں کہ للصائم فرحتان فرحۃ عند الافطار و فرحۃ عند لقاء الملک الجبار ؎ روزہ دار کو دو خوشیاں

حاصل ہوتی ہیں۔ ایک افطار کے وقت دوسری جبار بادشاہ (خدا) کے دیدار کے وقت تو فرمایا کہ کھانا پینا فرحت نہیں۔ یہ روزہ تو روزہ ختم ہونے پر ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ یہ اطاعت مجھ سے ختم ہوئی۔ اب میں لقاء ربانی کا امیدوار ہوں۔ بے شک ہر ایک روزے دار کو لقاء ربانی کی نعمت کی امید سے فرحت حاصل ہوتی ہے۔ پھر اس حدیث کا ذکر ہوا۔ کہ "الصوم لی وانا اجزی بہ" روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کی۔ کہ یہ حدیث اس طرح پر سننے میں آئی ہے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ انا اجزی لہ اچھا ہے۔ پھر اس بات کی اصلاح فرمائی۔ کہ یہی لام آیا ہوگا ؎

پھر صبر کے بارے میں فرمایا کہ صبر بمعنی حبس ہے۔ جیسا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اصبروا الصابر واقتلوا القاتل" بعد ازاں فرمایا کہ یہ حدیث یوں وقوع میں آئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نے تلوار سونت کر دوسرے کا تعاقب کیا۔ وہ بھاگ نکلا راستے میں ایک تیسرے شخص نے اس بھاگتے کو پکڑ لیا۔ پہلے نے آکر اسے قتل کیا۔ جب یہ معاملہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش ہوا۔ تو فرمایا جس نے مقتول کو پکڑا تھا اسے حبس کر دو۔ اور جس نے قتل کیا ہے اسے قتل کر دو۔ اسی حکم کو اس عبارت میں ظاہر کیا "اصبروا الصابر واقتلوا القاتل" ؎

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت دفعہ فرمایا ہے کہ جو شخص ایسا کام کرے گا۔ وہ قیامت کو میرے ہمراہ بہشت میں ہوگا۔ اور یہ حدیث فرماتے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا ہے۔ ایک انگشت شہادت دوسری انگشت سبابہ۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ درجے کا اشارہ ہے۔ یعنی ہمارا درجہ اس طرح ہوگا۔ اس واسطے کہ عام لوگوں کی یہ انگلیاں چھوٹی لمبی ہوتی ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں انگشت مبارک برابر تھیں ؎

پاکدامنی اور توبہ کے بارے میں

اتوار کے روز آٹھویں ماہ صفر سن مذکورہ کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ پاکدامنی اور توبہ کے بارہ میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ پیر ہری فرماتے ہیں کہ عنایت دو چیزوں سے ہے جو یہ ہیں کہ یا شروع میں پاکدامنی رہ جائے۔ یا آخیر میں توبہ کی جائے ؎

یہاں سے توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا متقی وہ ہے۔ جو کسی آلودگی سے آلودہ نہ ہوا ہو۔ اور تائب وہ ہے۔ جس سے گناہ ہو گئے ہوں اور پھر توبہ کر لی ہو۔ اس بارے میں لوگ مختلف الرائے

اور بعض کہتے ہیں کہ تائب اچھا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ متقی۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ دونوں برابر ہیں۔ پہلوں کی دلیل یہ ہے۔ کہ چونکہ تائب نے پہلے گناہ کی لذت چکھی ہوتی ہے۔ جو شخص لذت اور خطا اٹھا کر پھر توبہ کرے وہ اس شخص سے بہتر ہے جس نے مس بھی نہ کیا ہو۔ پھر اس بات کی صحت میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ دو شخصوں میں اسی پر بحث ہوئی۔ ایک کہتا تھا کہ تائب اچھا ہے۔ دوسرا کہتا تھا کہ نہیں متقی اچھا ہے۔ آخر دونوں پیغمبر وقت کے پاس گئے اور اس بارے میں دلیل طلب کی۔ اس نے کہا میں خود تو کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ میں وحی کا منتظر ہوں گا۔ جو حکم ہو گا وہ سنا دوں گا۔ اتنے میں وحی نازل ہوئی۔ کہ ان دونوں کو کہہ دو کہ پاس چلے جائیں۔ رات گزار کر سویرے اٹھ کر پہلے جس شخص کو دیکھیں اس سے پوچھیں چنانچہ دونوں چلے گئے۔ سویرے اٹھے تو پہلے ہی شخص سے انہوں نے اس بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا بھائی میں عالم تو نہیں میں تو جولاہا ہوں۔ میں اس مشکل کو کس طرح حل کروں۔ لیکن ہاں اس قدر جانتا ہوں۔ کہ جب میں کپڑا بنتا ہوں۔ جو تار ٹوٹتا ہے۔ میں اسے جوڑ دیتا ہوں اور یہ تار ان ٹوٹے ہوئے تار کی نسبت مضبوط ہوتا ہے۔ وہ دونوں پھر پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا ماجرا بیان کیا۔ پیغمبر صاحب نے جواب دیا۔ کہ تمہارا جواب یہی تھا۔ یعنی تائب متقی کی نسبت اچھا ہے ٭

پھر دنیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز اس بارے میں کہ لوگ اس پر مغرور ہو جاتے ہیں۔ تو یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ایک عورت دیکھی جو بڑھیا سیاہ اور بدشکل تھی۔ اس سے پوچھا۔ کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں دنیا ہوں۔ عیسٰی علیہ السلام نے پوچھا۔ تو نے کتنے شوہر کئے۔ کہا بے حد اور بے شمار اگر کوئی محدود چیز ہو۔ تو بیان بھی کروں۔ پھر پوچھا کہ ان شوہروں میں سے کسی نے تجھے طلاق بھی دی۔ کہا نہیں سب کو میں نے مار ڈالا ٭

پھر فرمایا کہ درویشی میں راحت ہے۔ کام کا انجام ہی وہ درویشی ہے۔ جس میں رات کو فاقہ ہو۔ جو اس کا معراج ہے ٭

پھر ان مالدار مشغولوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو اپنے مال سے محبت کرتے ہیں تو فرمایا کہ ایک شخص نے شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیان کیا۔ کہ اس زمانے میں ایک درویش کے پاس مال بہت تھا۔ لیکن وہ کہتا تھا۔ کہ مجھے اس کے خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔ شیخ الاسلام فرید الدین نے مسکرا کر فرمایا۔ یہ اس کا بہانہ ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر وہ شیخ اپنے مال کا مجھے

مختار کر دے۔ تو وہ تین دن میں اس کا سارا خزانہ خالی کر دوں۔ اور ایک درم بھی بغیر اذن نہ دوں ٭
پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ دینے والا خدا ہے جب اللہ تعالےٰ کسی کو کوئی چیز دے۔ تو کون منع کر سکتا ہے۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ سلطان شمس الدین نے بدایوں میں ایک میدان بنا رکھا تھا جس میں گیند کھیلا کرتا تھا۔ اور جس میں دو دروازے تھے۔ ایک دن جب کھیلتے کھیلتے جب ایک دروازے کے قریب پہنچا۔ تو ایک بوڑھے کو کھڑے دیکھا۔ اس بوڑھے نے سوال کیا۔ لیکن بادشاہ نے اسے کچھ نہ دیا۔ جب دوسرے دروازے پر پہنچا تو ایک ہٹے کٹے جوان کو دیکھا۔ بادشاہ نے بغیر مانگے اس جوان کو کیسے سے نکال روپے دیئے اور کہا۔ کہ جس نے مانگا اسے نہ دیا اور جس نے نہ مانگا اسے دیدیا۔ دراصل اس میں اس کی مرضی نہ تھی۔ یہ اللہ تعالےٰ کی مرضی تھی اگر اس کی مرضی ہوتی تو بڈھے کو دیتا۔ نیز ایک مرتبہ شمس الدین کے پاس چند آم آئے گئے۔ جو بدایوں میں بہت ہی اچھے ہوتے ہیں۔ جب کھائے تو پوچھا اس پھل کا کیا نام ہے۔ کہا انب شاید ترکی زبان میں انب کے معنے بڑے کے ہیں۔ اس لئے اس نے کہا اسے انب نہ کہو بلکہ نغزک کہو۔ بعد ازاں آم کا نام نغزک پڑ گیا ٭
پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ سلطان شمس الدین نے شیخ بہاؤ الدین سہروردی اور شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہم کو دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک نے فرمایا تھا۔ کہ تو بادشاہ ہوگا ٭
پھر دنیا کے ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ کیتھل میں ایک شیخ صوفی بدنی نام رہتا تھا۔ جو نہایت اعلےٰ درجے کا تارک الدین تھا۔ یہاں تک کہ پردہ بھی نہیں ڈھانکتا تھا۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص اسقدر کھانا بھی نہ کھائے جو بھوک کو روک سکے۔ تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کے عوض اسے عذاب کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ستر نہ ڈھانپے تو بھی اسے عذاب کیا جاتا ہے۔ وہ اس سے بھی معذور رہتا تھا ٭
پھر شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں فرمایا۔ کہ آپ اس قدر تارک الدنیا تھے کہ جو کچھ آپ کے پاس آتا سب خرچ کر دیتے یہاں تک کہ جب آپ فوت ہو گئے۔ تو تجہیز و تکفین کے لیے بھی کچھ نہ نکلا ٭

پنبہ حلاج را رسم کنن حرادی نبود خانہ بردوش فنا سامان بوادی ہمند اشتت

چنانچہ قبر کے لئے کچی اینٹیں مطلوب تھیں۔ وہ بھی نہ نکلیں۔ آخر کار گھر کے دروازے کو گرا کر جو کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ لحد میں خرچ کیں ۔

شعر سننے والے بادشاہوں کے بیان میں

اتوار کے روز اٹھائیسویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو ان بادشاہوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جنہیں شعر سننے کا شوق ہوتا ہے۔ فرمایا کہ سلطان شمس الدین نے ایک دفعہ عام اذن دے رکھا تھا۔ اس وقت ناصری شاعر شعر پڑھ رہا تھا جس کا مطلع یہ تھا ؎

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ — تیغ و تو مال و پیل ز کفار خواستہ

سلطان شمس الدین یہ شعر سنتے وقت کسی اور شغل میں مصروف تھا۔ اتنے میں ناصری چند شعر پڑھ چکا تھا پھر بادشاہ نے شعر سننے چاہے۔ فرمایا کہ پڑھو۔ تو اس نے یہ شعر پڑھا ؎

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ — تیغ تو مال و پیل ز کفار خواستہ

فرمایا یہاں سے پھر پڑھو۔ غرض یہ کہ اس کی قوت حافظہ بڑی طاقتور تھی۔ باوجود اس قدر اشتغال کے مطلع یاد رہا۔ بعد ازاں اس کے عقیدے کی بابت فرمایا۔ کہ خود راتوں کو جاگتا رہتا۔ مگر دوسروں کو نہ جگاتا ۔

سحری کے بارے میں

بدھ کے روز ماہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ روزے اور سحری کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ ایک شخص نے جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ کہ ایک شخص سحری کھا لیتا ہے۔ لیکن روزہ نہیں رکھتا۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ سحری بھی کھاؤ۔ شام کا کھانا بھی کھاؤ۔ اور چاشت بھی۔ یہ ضروری ہے۔ کہ اس خوراک سے جو قوت حاصل ہو اسے اللہ تعالےٰ کی عبادت میں صرف کرے۔ اور گناہ نہ کرے۔ کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً کے موافق عرض کی۔ کہ اصحاب کہف نے جو ازکی طعام کہا اس سے ان کا مقصود کیا تھا۔ فرمایا۔ وہ کھانا جس کی طرف طبع مائل ہو پھر فرمایا کہ بعض کے قول کے مطابق اس کھانے سے چاول تھے۔

مشغول الٰہی کے بارے میں

اتوار کے روز بارہویں جمادی الاول ۷۱۶ھ ہجری کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ تو ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو ہمیشہ یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں ۔

پھر حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص نے کسی صاحب حال درویش سے عرض کی کہ جب وقت آپ یاد الٰہی میں مشغول ہوں۔ مجھے بھی

یاد رکھنا۔ اور ہر سبق میں دعا کرنا۔ اس نے کہا کہ ایسے وقت پر افسوس ہے جب تو مجھے یاد آئے۔

بعد ازاں خواجہ عزیز ترکی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ آپ بدایوں میں مغلوں میں سالکی زندگی کے بارے میں سب یاد لکھا۔ تو میں نے لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ وہ چڑیوں کو زندہ ہی نگل جاتے۔ اور پھر ایک ایک کر کے منہ سے ہی نکالتے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے دیکھا تو نہیں لیکن سنا پھر فرمایا کہتے ہیں کہ جاڑے کے موسم میں رات کو گرم تنور میں بیٹھ جاتے اور صبح باہر نکلتے پھر فرمایا کہ آپ ترک کے باشندے تھے۔ شروع میں آپ پٹواری کا کام کرتے تھے اور ایک زیور جو عورتیں پہنا کرتی ہیں بیچا کرتے اور ساتھ ہی یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ وہاں کے حاکم نے ان کو کسی بات پر قید کر دیا جب ان کے حاکم کو کہا گیا کہ یہ جوان تو نیک مرد ہے۔ اسے چھوڑ دیجئے۔ کہا گیا کہ اگر شہر کے حاکم نے چھوڑ دیا ہے باہر آئیے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک میں اس کے خلاف وہاں کا سامنا کر لوں گا۔ باہر نہیں نکلوں گا۔ القصہ آخر کار اس حاکم پر سخت مصیبت نازل ہوئی۔ تو پھر آپ قید خانے سے نکلے ۔

سفر اور زیارت کعبہ

جمعرات کے روز تیئسویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ حج و زیارات کعبہ کے سلسلے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ جب لوگ حج کر کے واپس آتے ہیں تو اس کا ذکر ہر مقام پر کرتے ہیں اور ہمیشہ اسی کی یاد میں رہتے ہیں لیکن یہ شک نہیں ہمارے زمانے میں ایک کمال کہ حج کو جاتے وقت راستے میں کبھی کبھی نماز کا وقت فوت ہو جاتا ہے۔ کچھ تو پانی کی تنگی اور کچھ منزلوں کی شدت کے سبب۔ پھر خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ سلطان کا ایک اعتقاد والا نمازی پرہیزگار تھا کہ لوگوں کو اس کی وعظ و نصیحت سے راحت حاصل ہوتی۔ جب وہ حج سے واپس آیا تو اس کے کلام میں وہ پہلی سی راحت نہ رہی۔ اس سے وجہ پوچھی تو کہا ہاں میں بھی وجہ جانتا ہوں جس کے سبب وہ چاشنی نہ رہی وہ یہ ہے کہ اس سفر میں مجھ سے کئی نمازیں قضا ہوئیں ۔

پیری اور مریدی کے بارے میں

جمعرات کے روز ساتویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ پیری اور مریدی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا پیر کو مرید سے کسی قسم کا طمع نہیں کرنا چاہیئے پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرید پیر کی خدمت میں کھانا لایا پیر نے نہ لیا واپس کر دیا۔ ایک نے پوچھا کہ آپ نے واپس کیوں کیا۔ فرمایا جس طرح پیر دینی کام میں مرید کا کسی طرح محتاج نہیں ہوتا اسی طرح دنیاوی کاموں میں بھی اسے مرید کا محتاج نہیں ہونا چاہیئے ۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ مرید پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر سر سجدہ میں رکھتے ہیں تو خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں تو چاہتا تھا۔ کہ لوگوں کو ایسا کرنے سے روکوں۔ لیکن چونکہ میرے شیخ نے منع نہیں فرمایا اس لئے میں بھی منع نہیں کرتا پھر میں نے عرض کی جو مرید بنتے ہیں۔ اس سے مراد پیر کی محبت اور عشق ہے۔ جہاں پر پیر کی محبت اور عشق ہے۔ وہاں سر سجدے میں رکھنا کوئی بڑی بات نہیں ۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا

ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابوالخیر ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ سوار جا رہے تھے کہ ایک پیدل مرید آیا اور آ کر شیخ صاحب کے گھٹنے پر بوسہ دیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا ذرا نیچے۔ مرید نے پاؤں پر بوسہ دیا۔ پھر فرمایا ذرا نیچے۔ مرید نے گھوڑے کے سموں کو بوسہ دیا پھر فرمایا ذرا نیچے۔ مرید نے زمین پر بوسہ دیا۔ پھر شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں جو ہر بار تجھے کہتا تھا۔ تو اس سے میری یہ مراد نہ تھی کہ تو مجھے چومے بلکہ تیرے درجے کی ترقی مراد تھی ؂

ذکر خلفائے حضرت شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز

پھر ان درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جن کو برخلافت شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ انہیں میں ایک درویش عارف نام کو سیوستان کی طرف بھیجا۔ اور بیعت کی اجازت دی۔ وہ اچھ اور ملتان کے علاقے میں امام تھا۔ الغرض اس علاقے کے بادشاہ نے اس عارف کے ہاتھ سو دینار شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں روانہ کیے جن میں سے پچاس اس عارف نے اپنے پاس رکھ لئے۔ اور پچاس شیخ الاسلام کو دیئے۔ شیخ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ تو نے برادرانہ تقسیم کی ہے۔ تب عارف نے شرمندہ ہو کر وہ پچاس بھی حاضر خدمت کیے اور بہت عذر و معذرت کی اور بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے اسے مرید کیا اور وہ محلوق ہوا۔ بعد ازاں خدمت میں ایسا پکا نکلا۔ کہ پوری پوری استقامت حاصل کی۔ آخر شیخ صاحب نے اسے بیعت کی اجازت دے کر سیوستان کی طرف بھیجا ؂

ذکر بہترین مردماں بدترین

سوموار کے روز تیئسویں ماہ رجب المبارک سن مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ گمان اور غرور اور اہل غرور کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ انسان کب برا ہوتا ہے۔ فرمایا جب اپنے تئیں نیک خیال کرے پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ فرزدق شاعر ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری ؒ سے ملا۔ تو خواجہ صاحب نے پوچھا۔ کہ معلوم نہیں آدمیوں میں سے سب سے اچھا کون ہے۔ اور سب سے برا کون۔ یہ بات اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے فرزدق نے کہا اے خواجہ! آدمیوں میں سے آپ بہتر ہیں۔ اور برا میں۔ جب فرزدق فوت ہوا۔ تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ فرزدق نے کہا جب مجھے قضا کی کرسی کے پاس لے گئے۔ تو میں ڈرنے لگا مجھے حکم ہوا کہ میں نے تجھے اسی روز سے بخش دیا تھا۔ کہ جس دن تو نے اپنے تئیں سب سے برا خیال

ذکر تعمیر گور در کہنہ کیا تھا۔ میرے دل میں یہ بات تھی۔ کہ اگر قبر پرانی ہو جاوے تو اس کی مرمت کرنی چاہیئے یا نہیں۔ جب میں نے یہ عرض کی۔ تو فرمایا کہ نہیں کرنی چاہئے۔ جو اس قدر امید میں ہوگا۔ اسی قدر زیادہ رحمت اس پر نازل ہوگی۔

پھر ان بزرگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو اپنے تئیں بزرگوں اور پیروں کی پائینتی میں دفن کراتے ہیں۔ فرمایا کہ بداؤں میں ایک بزرگ مولانا سراج ترمذی رہتے تھے۔ جب آپ کی طرف گئے تو ٹھان لی کہ اگر وہیں اجل آجائے۔ تو وہیں مدفون بنے۔ جب زیارت کی اور واپس بداؤں میں آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ تو نیت کر گئے تھے۔ کہ آپ کا مدفن وہیں بنے فرمایا ہاں۔ لیکن میں نے ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ اطراف و جوانب سے جنازے لائے جا رہے ہیں جن مردوں کے وہ جنازے تھے انہیں کہ کی سرزمین میں دفن کر رہے ہیں۔ اور جو وہاں پر مدفون ہیں انہیں نکال نکال کر کہیں اور لے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے۔ کہا جن لوگوں میں اس جگہ کی قابلیت ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی دور دراز فاصلہ پر ہوں۔ ان کو یہیں دفن کیا جاتا ہے۔ اور جن میں اس مقام کی اہلیت نہیں ہوتی خواہ اس مقام میں مدفون ہوں۔ انہیں اور جگہ لے جایا جاتا ہے۔ مولانا سراج الدین نے کہا۔ کہ جب مجھے یہ بات معلوم ہوتی تو میں بداؤں آگیا۔ اس واسطے کہ اگر میں اس مقام کے لائق ہوں گا۔ تو انشاء اللہ میری غرض حاصل ہو جائے گی۔

ختم شد ایں صحیفہ صدق و صفا — کہ از و جانِ حق راست طرب
در سہ شنبہ دوم ز ماہ رسول — عشر و نوزدہ تاریخ عرب

جس روز سے ان کلمات کے بارے میں ہدایت ہوئی۔ اس دن سے آج تک بارہ (١٢) سال کا عرصہ گزر گیا۔ یہ بارہ سالہ نقدی جس کی ایک ایک کتھائی بارہ مہینے کی ہے۔ صرافان وقت کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ امید ہے۔ کہ دلوں کے سکے کو ایمان کے مہر کے مہرے سے عیار کامل اور پورا رواج حاصل ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فضل سے اللہ کے چوتھی جلد ختم ہوئی ہے۔

فوائد الفوائد

جلد پنجم

(اس میں بتیس تاریخیں ہیں)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالےٰ کی بیحد حمد۔ بے شمار تعریف ہے جس کے فضل کے فیض سے صاحب المکارم والجود۔ منبسط رموز الحقائق۔ منکشف کنوز الحقائق۔ سلطان الاولیاء قطب العالم سلطان المشائخ والعارفین۔ نظام الحق والشرع والدین (اللہ تعالےٰ آپ کو دیر تک زندہ رکھ کر مسلمانوں کو مستفیض کرے) کے وجود کے سبب سلک سلوک میں عقائد کی گرہ لگائی گئی ہے۔

یکے از امت ختم النبیین شد چو مے کہ ختم المشائخ۔

بندہ حسن علی سنجری عرض پرداز ہے۔ کہ جب توفیق ازلی میرے حال کی رفیق ہی اور سعادت ابدی نے میرے اوقات کی مساعدت کی تو الہام فطرت میری فکر کی رہنما ہی۔ اور آنجناب کے کلمات جان پرور جمع کئے۔ اس سے پہلے ایک جلد لکھی جا چکی ہے جس میں چار دیباچے ہیں۔ اب دوسری جلد شروع کی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ آنجناب کی ذات ملک صفات کو خضر کی عمر عطا فرمائے۔ تاکہ اس چشمے سے جو عین الحیات ہے۔ عام و خواص سیراب ہوں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ اس جان جام بخش کے ایک گھونٹ سے جو روح کو راحت دینے والا ہے۔ بیان کرنے والے سننے والے۔ اور لکھنے والے کو راحت حاصل ہوگی۔

جو علم اور عالموں سے محبت رکھتا ہے اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے

ہفتے کے روز اکیسویں ماہ شعبان ۷۰۸ھ ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ میرے دل میں اس حدیث کا خیال تھا۔ کہ من احب العلم والعلماء لم یکتب خطیئتہ۔ جو علم اور علماء سے محبت کرتا ہے۔ اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے۔ میں نے اس حدیث کے بارے میں آپ سے پوچھا۔ کہ امید ہے کہ اس حدیث کے بموجب میرے گناہ نہیں لکھے جائیں

گے۔ فرمایا یہی محبت متابعت ہے۔ جب کوئی ان کا محب ہوگا۔ تو ضرور ان کی پیروی کرے گا۔ اور ناشائستہ افعال سے دور رہے گا۔ جب ایسی حالت ہوگی۔ تو ضروری اس کے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔

پھر فرمایا۔ کہ جب تک اللہ تعالےٰ کی محبت قلب کے غلاف میں ہوتی ہے۔ تب تک گناہ کا صادر ہونا ناممکن ہے۔ لیکن جب قلب کے گرد و نواح میں آجاتی ہے۔ تو پھر ممکن نہیں۔ گناہ صادر ہو۔ پھر فرمایا کہ جوانی کے دنوں میں توبہ کرنا سب سے اچھا ہے۔ بڑھاپے میں توبہ کی تو کیا فائدہ پھر یہ دو شعر زبان مبارک سے فرمائے ۔

چوں پیر شوی در سر انجام آئی ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ آئی سر ورف خویشش ناکام آئی

سازی خود را ز تیرہ رائی ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ معشوقہ او ز بلے نوائی سے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ بندے سے اس کی جوانی کی بابت پوچھے گا۔ لیسئال المومن شبابہ۔ اتنے میں ایک ایک عالم نے آکر آپ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اور عرض کی۔ کہ مرید ہونے کے ارادے سے آیا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ میں ایک دفعہ افغان پور میں دریا کے کنارے شام کی نماز میں مشغول تھا۔ کہ جناب کی صورت پاک دیکھی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ پہلے میں اس صورت سے آشنا نہیں۔ الغرض جب جناب کا دیدار ہوا تو نماز میں ہی درہم برہم ہونا چاہا۔ آخر جب نماز سے فارغ ہوا۔ تو دل میں کہا کہ مجھے مخدوم عالمیاں کی خدمت میں جا کر مرید ہونا چاہئے۔ اب میں اسی خاطر آیا ہوں۔ جب اس نے یہ حکایت ختم کی۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ کوئی شخص دہلی سے روانہ ہوا تاکہ اجودھن میں شیخ الاسلام فرید الدین کی خدمت میں پہنچ کر توبہ کرے۔ اثنائے راہ میں ایک رنڈی اس کے ہمراہ ہوئی۔ جو اس خیال میں تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس مرد سے تعلق پیدا کرے۔ چونکہ اس مرد کی نیت صاف تھی اس کی طرف بالکل رغبت نہ کی۔ آخر کار جب ایک منزل میں وہ مرد اور رنڈی ایک ہی کجاوے میں بیٹھے۔ تو وہ اس کے پاس اس طرح بیٹھ گئی کہ ان میں کوئی بھی حجاب نہ تھا۔ اس حالت میں شاید اس کا دل اس عورت کی طرف مائل ہو گیا۔ اس سے بات کی یا ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت ایک آدمی کو دیکھا۔ جس نے آکر اس مرد کے چہرے پر طمانچہ مارا۔ اور کہا کہ تو فلاں

شخص کی خدمت میں توبہ کی نیت کر کے جا رہا ہے۔ پھر ایسی حرکت کرتا ہے۔ اسی وقت متنبہ ہو گیا اور پھر اس عورت کی طرف نہ دیکھا۔ القصہ جب شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو شیخ الاسلام نے سب سے پہلے یہی فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تجھے اس روز بڑا بچایا ہ

ذکر فصاحت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

پھر حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فصاحت کے بارے میں فرمایا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے بکری فروخت کر دی۔ جس کی وجہ سے وہ پشیمان تھا۔ اگر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ماجرا بیان کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کے پاس فروخت کی انہیں بلا کر فرمایا۔ کہ اس صحابی نے تمہارے پاس بکری فروخت کی ہے۔ لیکن پشیمان ہے۔ اس سے تم واپس کر دو۔ اس صحابی کا نام نعیم تھا۔ آنحضرتؐ نے اس مطلب کو اس عبارت میں ظاہر فرمایا۔ نعیم نقعہ بعتم فردوہ الیدہ یعنی چار نصیحت متصل اس فصاحت سے بیان فرمائے۔ بعتم یعنی تم نے خریدی تھی بیع بمعنی شرا اور شرا بمعنی بیع آ سکتا ہے ہ

شیر خاں والی ملتان کے بارے میں

جمعرات کے روز نویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جاڑے کا موسم تھا۔ اطراف وجوانب سے مشوش خبریں آ رہی تھیں۔ عرض کی کہ ملعونوں کے سبب تشویش تھی۔ سو اب کم ہے ہ

فرمایا کہ شیر خاں والی اوچھ و ملتان، شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا چنداں معتقد نہ تھا۔ بارہا شیخ الاسلام نے اس کے بارے میں یہ شعر فرمایا ؎

افسوس کہ از حال منت نیست خبر　　آنگہ خبرت شود کہ افسوس خوری

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا انتقال ہوا۔ تو اسی سال کافروں نے اسی ولایت پر حملہ کیا ہ

پھر شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کی بزرگی کے بارے میں فرمایا کہ ایک شخص نہایت جید عالم بخارا سے شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لئے آیا۔ آپ نے جب دیکھا کہ اس نے دستار باندھی ہوئی ہے۔ اور شملہ لٹکایا ہوا ہے۔ اور چوٹی رکھی ہوئی ہے۔ تو پوچھا کہ آپ دو یاروں کے ہمراہ کس طرح آئے ہیں۔ یعنی ایک شملہ دوسری چوٹی۔ اس عالم نے آپ کے روبرو فوراً سر منڈا

ڈالا اور مرید ہو گیا ⁂

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ بہاؤالدینؒ غالب آجایا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ ملتان میں سلیمان نام ایک معبد تھا جس کا ذکر بارہا شیخ صاحب کے روبرو ہوا۔ تو اس کے دیکھنے کے لئے گئے۔ اور فرمایا۔ کہ اٹھ کر میرے سامنے دو رکعت نماز ادا کرو۔ تاکہ میں دیکھوں کس طرح ادا کرتے ہو۔ اس نے اٹھ کر دوگانہ ادا کیا۔ لیکن پاؤں کا درمیانی فاصلہ مقررہ فاصلے سے کم و بیش رکھا۔ آپ نے فرمایا اس قدر نہ رکھو۔ بلکہ اس قدر رکھو جتنا میں کہتا ہوں۔ اور پھر دو رکعت نماز ادا کرو۔ جب پھر ادا کی تو پھر پہلی طرح ہی پاؤں میں فاصلہ رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ ادھر ہی جا کر رہو۔ چنانچہ وہ ادھر چلا گیا ⁂

پھر شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کے وفات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا۔ کہ ایک روز ایک مرید نے خط لاکر شیخ صدرالدین کے ہاتھ دیا اور کہا کہ ایک مرد نے یہ خط دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ اسے شیخ صدرالدین کے وسیلے شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی خدمت میں پہنچا دینا۔ شیخ صدرالدین نے جب عنوان دیکھا تو متغیر ہو کر وہ خط شیخ صاحب کے دست مبارک میں دیا۔ شیخ صاحب نے جب یہ خط پڑھا تو لیٹ کر نعرہ مارا۔ اسی رات آپ نے انتقال فرمایا۔ پھر فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ کیسا ہی زمانہ تھا جب یہ پانچ بزرگوار یعنی شیخ ابوالغیث یمنی شیخ سیف الدین باخرزی۔ شیخ سعدالدین حمویہ۔ شیخ بہاؤالدین زکریا۔ اور شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہم العزیز زندہ تھے ⁂

پھر شیخ سیف الدین باخرزیؒ کی بابت فرمایا کہ آپ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب شام کی نماز ادا کرتے اسی وقت سو جاتے۔ اور جب رات کا تیسرا حصہ گذر جاتا۔ تو بیدار ہوتے۔ امام اور مؤذن موجود ہوتے پھر عشاء کی نماز ادا کر کے ساری رات صبح تک بیدار رہتے۔ آپ نے ساری عمر اسی طرح بسر کی۔ میں (مؤلف کتاب) نے پوچھا۔ کہ کیا آپ سماع سنا کرتے تھے۔ فرمایا ہاں اس طرح نہیں سنا کرتے تھے۔ جیسے آدمیوں کو دعوت کے لئے بلایا کرتے ہیں۔ اور مجلس مرتب کر کے سماع سنتے ہیں۔ بلکہ وہ بیٹھ کر حکایت بیان فرماتے۔ اور کسی ایک بات کو اٹھا کر اسی سے خوش وقتی حاصل کیا کرتے۔ جب یہ فرماتے کہ کوئی کہنے والا ہے۔ تو قوال حاضر ہوتے اور کچھ گاتے ⁂

پھر آپ کی وفات کے بارے میں فرمایا کہ بخارا میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا۔ کہ جلتا ہوا شعلہ بخارا کے دروازے سے باہر جا رہے ہیں۔ جب دن چڑھا۔ تو کسی بزرگ سے اپنے خواب

کی تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا کوئی ولی صاحب نعمت بخارا سے انتقال کرے گا۔ چنانچہ انہیں دنوں شیخ سیف الدین باخرزی کا انتقال ہوا۔

پھر فرمایا کہ شیخ سیف الدین نے خواب میں اپنے پیر کو دیکھا جو فرماتے ہیں۔ کہ اب اشتیاق حد سے گزر گیا ہے۔ آپ آجائیں۔ جب یہ خواب دیکھا تو اس ہفتے وعظ و نصیحت کی۔ اور اس وعظ و نصیحت میں فراق اور وداع کا ذکر تھا۔ لوگ حیران تھے کہ سب کچھ فراق کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ پھر خیر باد کی ردیف پر یہ شعر پڑھا ؎

رفتم اے یاراں بساماں خیر باد — نیست آساں درد ہجراں خیر باد

منگل کے روز ستائیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ایک عزیز نے آکر کسی اور کی طرف سے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کون ہے۔ اس نے بیان کیا۔ لیکن خواجہ صاحب نے نہ مانا اور فرمایا کہ میں بہت سے ایسے آدمیوں کو جانتا ہوں۔ کہ اگر انہیں دیکھ لوں تو پہچان لیتا ہوں۔ لیکن ان کا نام وغیرہ مجھے یاد نہیں۔ اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کو اپنے فرزند نظام الدین سے تمام فرزندوں کی نسبت زیادہ محبت تھی۔ جو جنگی سپاہی تھے۔ اور شیخ خدمت میں بڑے گستاخ تھے۔ جو کچھ کہتے۔ آپ ان سے ناراض نہ ہوتے۔ کیونکہ آپ کو بہت محبت تھی۔ الغرض ایک مرتبہ جب نظام الدین سفر پر گئے تو کچھ مدت بعد کسی کے ہاتھ شیخ صاحب کو سلام کہلا بھیجا۔ اس نے آکر عرض کی کہ مخدوم زادہ نظام الدین سلام عرض کرتا ہے۔ شیخ صاحب نے پوچھا کون شخص۔ اس مرد نے کہا مخدوم زادہ نظام الدین۔ پھر پوچھا کس کا ذکر کرتے ہو۔ اس نے کہا مخدوم زادہ نظام الدین کا جو آپ کا فرزند ہے۔ پھر شیخ صاحب نے فرمایا کہ ہاں بھائی۔ اس کا کیا حال ہے۔ سلامت تو ہے۔ خواجہ صاحب نے اس مقام پر پہنچے تو فرمایا کہ دیکھو یاد حق میں کیسے مستغرق تھے کہ اپنے لڑکے کی بابت اتنی دفعہ پوچھا۔

ذکر شیخ بہاؤالدین زکریاؒ

پھر شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کے بارے میں فرمایا۔ کہ کسی نے آکر آپ کو کسی کا سلام عرض کیا۔ پوچھا وہ کون ہے۔ اس مرد نے اس کی تعریف کی۔ پھر بھی آپ کو معلوم نہ ہوا۔ پھر اس نے بہت سے پتے نشان دیے۔ آخر شیخ صاحب نے فرمایا کہ اتنی نشانیاں بتانے

کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بتا دو کہ اس نے مجھے کبھی دیکھا ہے۔ اس مرد نے کہا۔ کہ جناب کی زیارت کی ہے۔ بلکہ وہ آپ کا مرید ہے۔ پھر شیخ صاحب نے فرمایا کہ ہاں ایسا شخص ہے؟

پھر شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ کے بارے میں فرمایا کہ اگر آپ کو کسی کو کوئی چیز دینے تو عمدہ چیز دیتے جو معلم آپ کے فرزندوں کو پڑھایا کرتے۔ آپ ان پر بڑی عنایت کیا کرتے اور ان کے دامن سونے چاندی سے پر کرتے ❊

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ والی ملتان کو غلے کی ضرورت ہوئی۔ تو اس نے شیخ صاحب سے التجا کی آپ نے فرمایا کہ انبار سے دیدو۔ والی ملتان نے نوکروں کو بھیجا تاکہ غلہ انبار سے باہر نکالیں غلے میں ایک ایک روپیوں سے بھرا ہوا پایا۔ جس کی خبر والی ملتان کو کی گئی۔ اس نے کہا شیخ صاحب نے ہمیں غلے کا حکم دیا ہے۔ روپوں کا نہیں دیا۔ یہ شیخ صاحب کے پاس بھیج دو جب شیخ صاحب نے سنا تو فرمایا۔ کہ ہم نے دیدہ دانستہ دیا ہے لے لو ❊

ذکر ترک دنیا پھر دنیا کے ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ حضرت عیسٰے علیہ السلام ایک سوئے ہوئے شخص کے پاس سے گزرے تو اسے آواز دی۔ اٹھو کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کر اس نے جواب دیا۔ کہ میں نے اللہ تعالےٰ کی وہ عبادت کی ہے۔ جو سب سے بڑھ کر ہے۔ عیسٰے علیہ السلام نے پوچھا۔ وہ کون سی عبادت ہے۔ اس مرد نے کہا۔ ترکت الدنیا لاھلھا۔ میں نے دنیا دنیا داروں کے لئے چھوڑ دی ہے۔ پھر فرمایا۔ من رضی عن اللہ تعالٰی بقلیل من الرزق رضی اللہ تعالٰی عنہ بقلیل من العمل٭ یعنی جو شخص اللہ تعالےٰ سے تھوڑے سے رزق پر راضی ہوتا ہے۔ بعدازاں فرمایا۔ کہ جو شخص درہم دینار وغیرہ چھوڑے بغیر دنیا سے سفر کرے وہ جنتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ❊

قرآن مجید کے بارے میں ہفتے کے روز چوبیسویں ماہ شوال سن مذکور کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو قرآن مجید کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ ایک کتاب میں یہ دو فائدے ایسے دیکھے ہیں جو کہیں اور کم دیکھے ہیں۔ ایک اس آیت میں ءِ افا رایت ثم رایت نعیما۔ و ملکا کبیرا۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ملکا کبیرا پڑھا کرتے تھے۔ دوسرے اس آیت میں لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ مثلاً اس کو بھی من انفسکم پڑھا ہے۔ اور یہ انفس نفیس کا

٭ اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے سے عمل پر اس سے راضی ہو جاتا ہے [illegible]

کا افعل التفضیل کا صیغہ ہے ٭

ذکر خواب یافتن لشکری وصوفی بر یک طریق و تعبیر شیخ بہاؤ الدین رح

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ جو ورد یا طاعت کسی متعبد سے فوت ہو جائے اسی کی وجہ سے اس پر مصیبت نازل ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ جنگی آدمی شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ نماز میں مجھ سے ناغہ ہو گیا ہے۔ فرمایا تو عنقریب ہی مارا جائے گا۔ توبہ کرو۔ جب وہ اٹھ کر چلا گیا۔ تو ایک صوفی نے بھی خانقاہ سے آکر یہی

فوت نماز برابر الممات

خواب سنایا۔ شیخ صاحب حیران تھے کہ وہ تو سپاہی تھا۔ اس کا تو جنگ میں مارا جانا ممکن ہے۔ لیکن یہ صوفی سلامت ہے۔ اور بیماری کا کوئی نشان بھی اس میں نہیں۔ اس کو میں کیا کہوں۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ کسی نے آکر یہ خبر دی۔ کہ وہ سپاہی مارا گیا ہے۔ اور اس صوفی کی صبح کی نماز فوت ہو گئی۔ خواجہ صاحب جب اس مقام پر پہنچے۔ تو فرمایا دیکھو نماز کے فوت ہو جانے کو موت کے برابر سمجھتے ہیں ٭

ملازمت اوراد

پھر اوراد کی ملازمت کے بارے میں فرمایا کہ جو شخص اپنے اوپر کوئی ورد لازم کر لے اگر بیماری کے سبب اس میں ناغہ ہو جائے۔ تو اسے اس کے معاملے کے دفتر میں لکھ لیتے ہیں۔ لیکن اگر ورد مقرر نہ کریں۔ صرف یہ کہیں کہ جس قدر ہوگا پڑھ لیا جائے گا۔ تو اس صورت میں صاحب ورد پہلے کی نسبت اچھا رہتا ہے۔ کیونکہ اگر اس میں کسی وجہ سے ناغہ ہو جائے۔ تو نہیں لکھتے۔ کیونکہ اس نے جب مقرر ہی نہیں کیا۔ تو اس کو نہیں لکھے گیا ٭

ذکر مسبعات عشر و برکات آں

پھر مسبعات عشر کی فضیلت کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایک شخص ہمیشہ مسبعات عشر پڑھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ راستے میں اسے لیٹروں نے جان سے مارنا چاہا۔ تو اسی وقت دس سوار ہتھیار لگائے ظاہر ہوئے۔ جنہوں نے اسے لٹیروں سے چھڑا لیا۔ یہ دسوں سوار ننگے سر تھے۔ اس مرد نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ کہا مسبعات عشر کی وہ دس دعائیں ہیں۔ جو ہر روز تو سات مرتبہ پڑھا کرتے ہو۔ پھر پوچھا کہ ننگے سر کیوں ہو۔ کہا دعاؤں کے شروع میں تم بسم اللہ نہیں پڑھتے۔ پھر میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ بسم اللہ کہاں پڑھتے ہیں۔ فرمایا۔ ہر سورۃ کے شروع میں ٭

پھر فرمایا کہ قاضی کمال الدین جعفری بدایوں کے حاکم تھے۔ وہ باوجود قضا کے شغل اور اور بہت سے کاموں کے قرآن شریف بہت پڑھا کرتے تھے۔ الغرض جب بوڑھے ہوگئے۔ اور قرآن پڑھنے سے رہ گئے۔ تو آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے۔ فرمایا مسبعات عشری پڑھ لیتا ہوں۔ جو کہ جامع اوراد ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ اہل حق تھے۔ آپ کعبہ میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملے تو بخشش طلب کی حضرت علیہ السلام نے آپ کو مسبعات عشر سکھلائے۔ اور فرمایا کہ میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روایت کرتا ہوں۔

تکلیف انسانوں کو کیوں ہوتی ہے

بابا ہ کے بعد ستائیسویں ماہ شوال سن مذکور کو شرف قدمبوسی کا حاصل ہوا بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ انسان کو جو تکلیف یا مصیبت پہنچے۔ سمجھے کہ وہ کہاں سے آئی ہے اس آدمی کی خیریت اسی میں ہے۔ کہ اس مصیبت اور رنج کے سبب سے متنبہ ہو جائے۔ لیکن جو شخص باطل ہے۔ اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ جو اسے اس سے روکے۔ یہی اس کی خرابی ہے۔ نعوذ باللہ منہا کہ اس کی رسی دراز کی جائے۔

اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک نیک عورت سے جو پرہیزگار تھی۔ میں نے سنا وہ کہتی تھی۔ کہ اگر میرے پاؤں میں کانٹا بھی چبھتا ہے تو معلوم کر لیتی ہوں کہ یہ کہاں چبھا۔

ذکر رسیدن رنج و متنبہ شدن

پھر فرمایا کہ جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر وہ تہمت لگائی گئی۔ جو عام مشہور ہے۔ تو بعد ازاں آپ نے درگاہ الٰہی میں مناجات کی کہ پروردگار! مجھے معلوم ہے جس وجہ سے یہ تہمت مجھ پر لگائی گئی ہے۔ اس وجہ سے لگائی گئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیری محبت کا دعویٰ کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی مجھ سے بھی محبت کیا کرتے تھے یہ تہمت اسی وجہ سے مجھ پر لگائی گئی ہے۔

ذکر حدیث حبب الی من دنیاکم ثلثہ

اسی اثنا میں ایک عزیز نے پوچھا۔ کہ کیا یہ حدیث نبوی ہے۔ حبب الی من دنیاکم ثلثۃ الطیب والنساء وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ فرمایا یہاں پر نساء سے مراد عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اس واسطے کہ دوسرے حرموں کی نسبت

جناب کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی۔ اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ سے مراد فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔ جو اس وقت نماز میں مشغول تھیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ بعض کی یہ رائے ہے۔ کہ اس سے مقصود نماز ہے۔ پھر فرمایا۔ اگر کسی سے مقصود نماز تھی۔ تو اس کا پہلے ذکر کرنا

ذکر آں سہ چیز کہ خداوند تعالےٰ دوست میدارد

چاہئے تھا۔ پھر فرمایا کہ خلفائے راشدین۔ ابوبکر صدیقؓ عمر خطابؓ، عثمان غنیؓ اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہر ایک نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے فرمایا کہ ہم تین باتوں کو پسند کرتے ہیں۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمان الٰہی سنایا۔ کہ میں بھی تین چیزوں کو دوست رکھتا ہوں۔ توبہ کرنے والا جوان۔ روئے والی آنکھ اور خشوع والا دل ؛

ذکر عیب کردن ودیگرے را

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی عیب گوئی کرتے ہیں۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر کوئی کسی عیب کی وجہ سے کسی کو طعن کرے۔ تو پہلے سوچنا چاہئے کہ آیا وہ عیب مجھ میں بھی پایا جاتا ہے۔ یا نہیں اگر پایا جائے تو شرم کرنی چاہیے۔ کہ جو عیب اپنے آپ میں ہے اس کے لئے دوسروں کو کیوں طعن کیا جائے۔ اور اگر وہ عیب اپنے میں نہیں پایا جاتا۔ تو اس پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے جس نے اس عیب سے محفوظ رکھا ہے۔ دوسرے کو طعن نہیں کرنی چاہئے ؛

پھر سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ شاید آپ کو حکم ہوا ہے کہ جس وقت آپ چاہیں۔ سماع سنیں آپ پر حلال ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو چیز حرام ہے۔ وہ کسی کے حکم سے حلال نہیں ہو سکتی۔ اور جو چیز حلال ہے وہ کسی کے حکم سے حرام نہیں ہو سکتی۔ اب ہم مسئلہ مختلف فیہ کا ذکر کرتے ہیں۔ سو سماع ہی کو لو۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے موافق برخلاف ہمارے علماء کے مباح مع دف اور سارنگی اس اختلاف میں حاکم جو حکم کرے وہی ہوگا۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ انہیں دنوں میں بعض درویشوں نے چنگ۔ رباب اور بانسریوں کا استعمال مجمع میں کیا ہے۔ اور رقص کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ انہوں نے اچھا نہیں کیا۔ جو نامشروع ہے وہ ناپسندیدہ ہے۔ بعد ازاں ایک نے کہا کہ جب وہ اس مقام سے باہر نکلے۔ تو ان سے پوچھا گیا۔ کہ اس مجلس میں تو بانسریاں بجائی گئیں۔ تم نے سماع کس طرح سنا ہوگا۔ اور تم

نے رقص بھی کیا ہے تو جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں معلوم ہی نہ تھا۔ کہ یہاں بانسریاں بھی ہیں یا نہیں۔ جب خواجہ صاحب نے یہ سنا تو فرمایا۔ یہ تو کوئی معقول جواب نہیں۔ یہ سب کچھ بطور رُخصت لکھا جائے گا۔ اتنے میں میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ مرصاد العباد والے نے اس بارے میں ایک نظم لکھی ہے۔ جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

گفتی کہ نزد من حرام است سماع گر بر تو حرام است حرامت بادا

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ پھر یہ رباعی مکمل فرمائی۔ رباعی

دنیا طلبا جہاں بکامت بادا وال جیفہ مردار بدامت بادا

گفتی کہ نزد من حرام است سماع ! گر بر تو حرام است حرامت بادا

پھر میں نے عرض کی۔ کہ اگر علماء اس بارے میں بحث کریں۔ اور سماع کی نفی کے بارے میں گفتگو کریں تو بجا ہے۔ لیکن جو فقر کے لباس میں ہے۔ وہ کس طرح نفی کر سکتا ہے۔ اگر اس کے نزدیک بھی حرام ہو تو اس قدر کرے کہ خود نہ سنے۔ لیکن دوسروں کے ساتھ نہ جھگڑے۔ کہ تم بھی نہ سنو۔ کیونکہ لڑائی جھگڑا درویشوں کی صفت نہیں خواجہ صاحب نے مسکرا کر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ بہت سے علماء ہیں جو کچھ نہیں کہتے۔ اور ایک شخص کچھ بھی نہیں جانتا۔ اور وہ لڑائی کرتا ہے۔ فرمایا ایک طالب علم امامت کر رہا تھا جس کے مقتدی بہت سے عالم تھے۔ جن میں ایک عامی بھی تھا۔ نماز چار رکعت تھی۔ اس طالب علم سے پہلا قعدہ سہواً چھوٹ گیا۔ دوسری کے ساتھ تیسری رکعت شروع کی وہ عالم تھا۔ جانتا تھا۔ کہ اب کس طرح نماز ختم کرنی چاہئے۔ اور علماء جو پیچھے کھڑے تھے وہ بھی خاموش تھے۔ اس عامی نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ کر اس قدر شور مچایا کہ اپنی نماز کو باطل کیا۔ جب امام نے سلام کہا۔ اور نماز سے فارغ ہوا۔ تو اس سے پوچھا کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ پیچھے اس قدر عالم کھڑے تھے۔ کیا انہیں معلوم نہ تھا۔ کہ نماز کیونکر ختم ہو گی۔ انہوں نے تو کچھ نہ کہا۔ لیکن تو نے اس قدر شور مچایا کہ اپنی نماز کو باطل کیا +

پھر میں نے عرض کی۔ کہ میں ان لوگوں کو جو سماع کے منکر ہیں۔ اچھا خیال کرتا ہوں۔ اور ان کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہوں۔ غرض یہ کہ وہ سماع نہیں سنتے اور کہتے ہیں کہ ہم اس واسطے نہیں سنتے کہ سماع حرام ہے۔ میں قسم تو نہیں کھا سکتا۔ سچ سچ عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر سماع حلال بھی ہوتا

تو بھی وہ نہ سنتے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ جب ان میں ذوق ہی نہیں تو وہ کیسے سنیں۔ واللہ اعلم بالصواب ؂

ان لوگوں کے بارے میں جو بیماری کی حالت میں عبادت نہیں چھوڑتے

سوموار کے روز نویں ماہ ذی القعد سن مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ نیز ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو اگر بیمار بھی ہو جائیں تو معہود طاعت کو نہیں چھوڑتے۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ کا مکان دریا کے کنارے تھا اسے بیماری لاحق ہوئی۔ جتنی مرتبہ قضائے حاجت کے لئے جاتا۔ ہر مرتبہ غسل کرتا۔ اور دوگانہ ادا کرتا یہاں تک کہ بیماری کا زور ہو گیا۔ یعنی جب بیس تیس مرتبہ قضائے حاجت کے لئے جا چکا۔ اور ہر مرتبہ غسل کیا اور دوگانہ ادا کیا۔ حتیٰ کہ رات بھر میں ساٹھ مرتبہ گیا اور ساٹھ ہی مرتبہ غسل کیا۔ اور دوگانہ ادا کیا۔ آخری مرتبہ پانی ہی میں فوت ہو گیا۔ خواجہ صاحب یہ بیان کر کے آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ سبحان اللہ کیا ہی عبادت میں رسوخ تھا۔ کہ آخری دم تک مقررہ قاعدے سے برگشتہ نہ ہوا ؂

بعد ازاں فرمایا۔ کہ لوگ جو بیمار پڑتے ہیں یہ ان کے نیک ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن انہیں معلوم نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ ایک اعرابی نے حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اسلام قبول کیا۔ پھر کچھ عرصے بعد آکر عرض کیا۔ کہ جب سے میں ایمان لایا ہوں میرے مال میں بھی نقصان ہو رہا ہے۔ اور جان بھی بیمار رہتی ہے۔ فرمایا جب مومن کے مال میں نقصان آ جائے اور اس کی جان بیمار ہو تو سمجھو کہ وہ اس کے ایمان کی صحت ہے ؂

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ قیامت کے دن فقراء کو وہ درجے عطا ہوں گے کہ تمام خلقت اس بات کی آرزو کرے گی کہ کاش ہم دنیا میں فقیر ہوتے۔ اور جو دائم المریض ہوتے ہیں۔ انہیں بھی قیامت کے دن اسی قدر درجے ملیں گے۔ کہ خلقت اس بات کی آرزو کرے گی کہ کاش ہم بھی دنیا میں بیمار رہتے۔ واللہ اعلم بالصواب ؂

ذکر تکبیر گرفتن

سوموار کے روز دوسری ماہ ذالحجہ سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ایک جوالقی درویش بیٹھا تھا۔ اس نے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہا۔ میں نے پوچھا کہ درویش لوگ جو تکبیر کہتے ہیں۔ یہ کب سے شروع ہوئی ہے۔ فرمایا کھانے کے بعد اللہ اکبر کہنا جائز ہے۔ جو تعریف

ہے۔ اور شکران نعمت کے عوض حمد کرتے ہیں ؂

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو فرمایا۔ کہ مجھے امید ہے کہ چوتھائی حصہ تم میں سے اور تین چوتھائی باقی امتوں کے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے۔ یاروں نے اس نعمت کے شکریہ پر اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا کہ بہشت میں تیسرا حصہ تمہارا نصیب ہوگا۔ اور باقی دو تہائی دوسری امتیں ہو گی۔ پھر اصحابؓ نے اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا کہ بہشت میں نصف تم ہو گے۔ اور باقی نصف دوسری امتیں ہوں گی۔ پھر اصحابؓ نے اللہ اکبر کہا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ان موقعوں پر اللہ اکبر کہنا حمد کی بجائے ہے۔ لیکن درویش جو ہر مصلحت کے لئے تکبیر کہتے ہیں۔ اس کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ بعد ازاں میں نے پوچھا کہ ذکر جو اونچی آواز سے کرتے ہیں اگر آہستہ آواز سے کیا جائے تو کیسا ہے۔ فرمایا بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ صحابہ کرامؓ جب قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ تو اس طرح پڑھا کرتے تھے۔ کہ کسی کو معلوم ہی نہ ہوتا تھا۔ جب سجدے کی آیت پر پہنچتے اور سجدہ کرتے تو معلوم ہوتا کہ وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں ؂

ذکر سلام و جواب آں جمعرات چھبیسویں ماہ مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اسلام اور اس کے جواب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تو حکم ہوا کہ ملائکہ مقربہ کو سلام کرو اور سلام کا جواب سنو۔ تاکہ تمہارے فرزندوں میں سلام کے جواب کا یہی طریقہ رائج ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو سلام کیا۔ "السلام علیکم"۔ فرشتوں نے جواب دیا۔ السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ یہی حکم فرزندان آدمؑ کے لئے نافذ ہوا۔ بعد ازاں فرمایا اگر کوئی اگر سلام یوں کہے۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، تو اس کا جواب بھی اسی طرح دینا چاہئے وعلیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ ؂

جواب سلام تا برکات بیش نباید گفت پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ ایک نے اگر سلام کیا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ تو حاضرین میں سے ایک نے یوں جواب دیا السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ و مغفرتہ۔ ابن عباسؓ بھی حاضر تھے۔ فرمایا کہ ایسے نہیں کہنا چاہئے۔ سلام کا جواب صرف برکاتہ تک ہے۔ اس سے زیادہ نہیں کہنا چاہئے ؂

ترک نماز نفل برعایت پیر نیامدہ است

پھر میں نے پوچھا کہ اگر کوئی نفلی نماز ادا کر رہا ہو۔ اور کوئی بزرگ آجائے تو وہ نمازی نماز چھوڑ کر اس میں مشغول ہو جائے یا نہ۔ فرمایا اسے اپنی نماز ختم کرنی چاہیئے پھر انہوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص نفلی نماز ثواب کے لئے ادا کر رہا ہو اور اس کا پیر آجائے۔ تو اسے نماز چھوڑ کر قدم بوسی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ پیر کی قدمبوسی میں سعادت زیادہ ہے۔ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ یہ دولت اس ثواب سے سو گنا بڑھ کر ہے۔ فرمایا شرعی حکم یہی ہے کہ نماز نہ چھوڑے ؛

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ دریا کے کنارے پہنچے جہاں پر آپ کے بہت سے مرید وضو کر رہے تھے۔ جب شیخ کو دیکھا تو وضو کو ادھورا ہی چھوڑ کر تعظیم کرنے لگے۔ مگر ایک مرید وضو کر کے حاضر خدمت ہوا اور تعظیم کی۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ تم میں درویش یہی ہے۔ جس نے وضو کر کے بعد میں میری تعظیم کی ہے میں نے پوچھا کہ اگر کوئی نفلی نماز چھوڑ کر پیر کی تعظیم میں مشغول ہو جائے تو کیا اس پر کفر کا فتوے لگ سکتا ہے۔ فرمایا نہیں پھر میری اس عرض اور مریدوں کے اعتقاد کی بابت زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ کبیر فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے بدر الدین اسحاق کو آواز

فرمان شیخ مثل فرمان رسول است

دی جو اس وقت نماز میں مشغول تھا۔ نماز ہی میں بلند آواز سے آواز سے کہا لبیک۔ بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے۔ کہ ایک صحابی کو آواز دی۔ وہ نماز میں مشغول تھا۔ اس واسطے دیر ہوئی۔ جب حاضر خدمت ہوا تو پوچھا کہ دیر کیوں کی۔ عرض کی کہ بندہ نماز میں مشغول تھا۔ فرمایا جب رسول خدا بلائیں۔ تو فوراً جواب دینا چاہیئے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ کا فرمان رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ؛

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ کوئی شخص شیخ شبلیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا مرید ہونے کے لئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر مرید کرتا ہوں۔ کہ جو کچھ میں کہوں وہی کرے۔ عرض کی ویسا ہی کروں گا۔ پوچھا کلمہ طیب کس طرح پڑھا کرتے ہو۔ عرض کی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ فرمایا۔ اس طرح پڑھو لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ۔ مرید نے فوراً اسی طرح پڑھا۔ بعد ازاں شبلیؒ نے فرمایا کہ میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ادنےٰ غلام ہوں۔ رسول وہی ہیں میں تیرے اعتقاد کو آزمانا چاہتا تھا ؛

پھر جمعہ کی نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ آیا جمعہ کی نماز ادا نہ کرنے والوں کے لئے کوئی تاویل بھی ہے۔ یا نہیں۔ فرمایا کوئی تاویل نہیں۔ سوائے اس کے کہ کوئی غلام مریض ہو۔ لیکن جو جا سکتا ہے

اور پھر نہیں جاتا وہ سخت سنگ دل ہے ۔

پھر فرمایا کہ اگر کوئی ایک جمعہ حاضر نہ ہو۔ تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ظاہر ہوتا ہے۔ اگر دو جمعے نہ جائیں تو دو نقطے۔ اگر تین نہ جائے تو سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا ۔

پھر سلطان غیاث الدین بلبن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ پانچوں وقت اور جمعہ کی نماز وقت پر ادا کیا کرتا تھا۔ اور اس کا عقیدہ بہت ہی اچھا تھا۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ اس نے قاضی لشکر کو کہا کہ گذشتہ رات کیسی ہی بزرگوار رات تھی۔ قاضی لشکر نے کہا۔ آپ پر بھی روشن ہی ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ ہاں میں نے پوچھا کہ شاید وہ شب قدر تھی۔ فرمایا ہاں شب بزرگوار تھی۔ جو انہیں مل گئی اور ایک دوسرے کے حال سے واقف ہوئے ۔

ذکر تسمیہ گفتن در نماز | منگل کے روز دوسری ماہ جمادی الاول سنہ ۷۲۰ ہجری کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور نیز اس بارے میں کہ آیا ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔ یا ہر سورۃ کے شروع میں۔ فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک رکعت میں صرف ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔ لیکن برخلاف اس کے دوسرے علماء اور امام ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ لیکن بعض ہر سورت کے شروع میں بھی ۔

پھر فرمایا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سفیان ثوری نے اور ایک یار نے ایک مجمع میں سوال کیا۔ کہ نمازی کو بسم اللہ کب پڑھنی چاہئے۔ ہر رکعت کے شروع میں یا صورت کے شروع میں۔ ان کا مقصود اصلی یہ تھا۔ کہ اگر نفی کریں گے تو تسمیہ کے نفی میں ہیں۔ ہم مواخذہ کریں گے۔ لیکن آپ نے نگہداشت ادب اور کمالیت علمی سے جواب دیا۔ کہ ایک مرتبہ پڑھنی چاہئے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آپ کا اصلی مقصد تو وہی تھا۔ اب جس طرح چاہیں خیال کریں۔ خواہ ہر رکعت کے شروع میں خواہ ہر سورۃ کے شروع میں ۔

پھر مشائخ کی دعا اور بد دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک یار محمد شاہ غوری نام نہایت صادق مرد اور معتقد تھا۔ ایک دفعہ وہ گھبرایا ہوا اور حیران حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے حال پوچھا تو عرض کی۔ کہ میرا بھائی بیمار ہے۔ اور اس میں کوئی دم باقی ہے۔ اب میں حاضر خدمت ہوں۔ کیا عجب ہے کہ وہ ابھی پورا نہ ہوا ہو۔ میں اس کی خاطر،

گھبرا گیا ہوں۔ شیخ الاسلام فرید الحق والدین نے فرمایا۔ کہ جس طرح تیری حالت اب ہے۔ میری یہ حالت میری عمر رہی ہے۔ اور اب بھی ہے۔ لیکن میں کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ پھر اسے فرمایا کہ جاؤ۔ تمہارا بھائی تندرست ہو جائے گا۔ جب واپس گھر آیا تو دیکھا کہ بھائی بیٹھ کر کھانا کھا رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر نوردن آب یکے دوست پیش آوردن دیگرے اتوار کے روز ساتویں ماہ مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ ایک آدمی جب پانی پیتا ہے اور دوسرے نیچے ہاتھ رکھتے ہیں۔ کیا یہ سنت ہے۔ خواجہ صاحب پوچھنے لگے۔ حاضرین میں سے ایک نے چند الفاظ پڑھے اور کہا کہ یہ حدیث ہے۔ کہ جو شخص دوسرے کے پانی پیتے وقت ہاتھ نیچے رکھے وہ بخشا جائے گا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث کا ذکر حدیث کی مشہور کتابوں میں تو کہیں بھی نہیں۔ شاید لوگوں کی سنی سنائی ہے۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ شاید ہو بھی۔ لیکن اتنا تو کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہ حدیث کی معتبر کتابوں میں نہیں۔

ذکر حدیث متواترہ یہاں سے حدیثوں کی بابت ذکر چھڑا۔ تو فرمایا۔ کہ ایک دفعہ قاضی منہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ وعظ کر رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں فرمایا کہ چھ حدیثیں متواتر ہیں۔ اوّل۔ الغیبۃ اشد من الزنا۔ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ دوسری من شم الورد ولم یصل علیّ فقد جفانی۔ جس نے گلاب کا پھول سونگھ کر مجھ پر درود نہیں بھیجا۔ بیشک اس نے مجھ پر جفا کی۔ تیسری۔ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر۔ مدعی پر بیان اور انکاری پر قسم واجب ہے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ جب قاضی منہاج الدین یہ تین حدیثیں بیان کر چکے تو فرمایا کہ باقی کی تین مجھے یاد نہیں۔ اگر کوئی طعن کرے کہ کیوں یاد نہیں۔ تو میں کہوں گا۔ کہ یہ تین حدیثیں تو مجھ سے سن کیا تجھے یاد رہ گئیں۔

ذکر فضیلت حدیث وصحت بیمار پھر حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ مولانا رضی الدین نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے۔ جو عرصہ تک بیمار ہی رہے۔ ایک عالم آکر آپ کے سرہانے بیٹھا۔ اور یہ حدیث پڑھی تو قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الغیبۃ اشد من الزنا۔ تو مولانا رضی الدین پر اگرچہ مرض غالب تھی۔ مگر اس پر بھی عالم ہے۔ اس حدیث کی توجیہ پوچھی۔ کہ اس وقت نہ تو

غیبت کا ذکر تھا۔ نہ زنا کا۔ پھر یہ حدیث پڑھنے کا کونسا موقعہ تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا مقصود توجیہہ اور غیر توجیہہ کا نہ تھا۔ بلکہ میں نے سنا تھا۔ کہ جو کوئی کسی بیمار کے سرہانے کوئی حدیث صحیح پڑھے۔ تو وہ بیمار تندرست ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے یہ حدیث جو متواتر اور صحیح ہے۔ آپ کی صحت کے لئے پڑھی ہے۔ پھر مولانا رضی الدین نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور صحت یاب ہوئے ۔

ذکر تسلیم و رضا پھر تسلیم اور رضا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک درویش بیٹھا تھا۔ ایک مکھی آکر اس کی ناک پر بیٹھی۔ اس نے اڑائی پھر آ بیٹھی۔ پھر کہا اے بار خدایا۔ میں جانتا ہوں کہ مکھی ناک پر نہ بیٹھے اور تو چاہتا ہے کہ بیٹھے۔ میں نے اپنی مرضی چھوڑ دی۔ اور تیری رضا اختیار کی اب میں ناک پر سے مکھی نہیں اڑاؤں گا۔ جب یہ کہا تو پھر مکھی ناک پر نہ بیٹھی۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

ذکر توبہ قمر نام مطربہ ہفتے کے روز بیسویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ گفتگو اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ بعض تائب توبہ کے بعد لغزش کھا جاتے ہیں۔ چونکہ سعادت باقی ہوتی ہے۔ پھر توبہ کر لیتے ہیں۔ اس حال کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک گویا عورت قمر نام نہایت حسین تھی۔ آخری عمر میں توبہ کی اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر محمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مریدہ ہوئی۔ اور وہاں سے کعبہ کی زیارت کے لئے گئی۔ جب واپس آئی۔ تو والی ہمدان نے اس کے آنے کی خبر سن کر کسی کو اس کے پاس بھیجا۔ کہ آکر گانا سناؤ۔ اس عورت نے جواب دیا۔ کہ میں نے اس کام سے توبہ کر لی ہے۔ اور کعبہ کی زیارت کر آئی ہوں۔ اب یہ کام نہیں کروں گی۔ والی ہمدان نے ایک دفعہ اور اسے آنے اور گانے پر مجبور کیا۔ وہ شیخ یوسف ہمدانی کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور حالت عرض کی شیخ نے فرمایا کہ اچھا اب تو جاؤ۔ آج رات میں تیرے کام کی خاطر مشغول ہوں گا۔ اور صبح جواب دوں گا صبح کو جب عورت آئی۔ تو فرمایا کہ ابھی تیرے خزانہ تقدیر میں ایک مرتبہ اور گناہ ہے۔ بیچاری مجبور ہو گئی۔ بادشاہ کے آدمی آکر اسے لے گئے۔ جب چنگ بجا کر گانا شروع کیا۔ تو ایک ایسا شعر آیا۔ جس سے تمام سامعین کو حالت ہو گئی۔ پہلے بادشاہ نے توبہ کی۔ اور پھر سب نے۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

قاضی قطب الدین کاشانی کے بارے میں سوموار کے روز ماہ رجب سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ قاضی قطب الدین کاشانی کے علم و دیانت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ ملتان میں رہتے تھے۔ اور علیحدہ الگ مسجد بنا رکھی تھی۔ اور علیحدہ مدرسہ پڑھایا کرتے تھے۔

شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ ہر روز وہاں جایا کرتے اور نماز ادا کیا کرتے۔ ایک روز مولانا قطب الدین نے آپ سے پوچھا۔ اپنے مقام سے اس قدر دور کس واسطے ہیں۔ اور مقتدی بن کر نماز ادا کرتے ہیں۔ فرمایا میں اس حدیث پر عمل کرتا ہوں من صلی خلف عالم تقی فکانہ صلی خلف نبی مرسل جب نے پرہیزگار عالم کے پیچھے نماز ادا کی۔ گویا اس نے نبی مرسل کے پیچھے نماز ادا کی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے ایسا ہی سنا ہے۔ کہ ایک روز شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ وہاں پر موجود تھے۔ قاضی قطب الدین امامت کر رہے تھے۔ ایک رکعت ادا کر چکے تھے دوسری رکعت کے وقت شیخ صاحب بھی جا پہنچے۔ جب قاضی صاحب تشہد کے لئے بیٹھے۔ تو سلام کہنے سے پہلے ہی شیخ صاحب نے اٹھ کر نماز ختم کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو قاضی صاحب نے شیخ صاحب سے پوچھا کہ آپ کس واسطے سلام سے پہلے ہی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے کیا آپ سجدہ نہیں کر سکتے تھے۔ فرمایا کہ اگر کسی کو باطنی نور کے سبب معلوم ہو جائے کہ امام سے غلطی نہیں ہوئی۔ تو اس کے لئے جائز ہے۔ تا کہ اٹھ کھڑا ہو۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ جو نور شرع کے موافق نہیں وہ تاریکی ہے۔ کہتے ہیں کہ بعد ازاں پھر کبھی شیخ صاحب وہاں نہ گئے۔

ایک مرتبہ قاضی قطب الدین سے پوچھا گیا۔ کہ آپ درویشوں پر اعتقاد کیوں نہیں کرتے فرمایا جن درویشوں کو میں نے دیکھا ہے۔ ویسے اب دکھائی نہیں دیتے۔ پھر فرمایا۔ کہ میں ایک

ذکر قاضی قطب الدین و درست ساختن کارد و از پیرے کاردگر

مرتبہ کاشغر میں تھا۔ اور میرے پاس ایک چھوٹی چھری تھی۔ وہ ٹوٹ گئی اسے بازار لے جا کر چھری بنانے والوں کو دکھایا۔ کہ اسے درست کر دو۔ سب نے کہا۔ یہ ٹھیک نہیں ہو سکتی ضرور چھوٹی ہو جائے گی۔ کیونکہ جب نوک اور نکالی جائے گی۔ اور کچھ دستے کی طرف استعمال ہو گی۔ تو ضرور ہے کہ چھوٹی ہو جائے گی۔ میں نے کہا نہیں ویسی ہی بنانی چاہئے۔ جیسی پہلی تھی۔ ان سے یہ کام نہ ہو سکا۔ کہا۔ کہ فلاں دکان پر لے جاؤ۔ وہاں پر ایک بڑا بزرگ صالح مرد کاریگر ہے شاید وہ بنا دے۔ قاضی قطب الدین فرماتے ہیں۔ کہ میں اس پتے پر گیا۔ اور کارد کی بابت کہا۔ اس نے بھی وہی جواب دیا۔ جو پہلوں نے کہا تھا۔ کہ کچھ کم ہو جائے گی۔ میں نے کہا نہیں مجھے ویسی ہی چاہئے بڈھے نے تھوڑی دیر سوچ کر مجھے کہا۔ آنکھ بند کرو

لیکن میں کن انکھوں سے دیکھتا رہا۔ کہ اس بڑھیا نے چھری لے کر اپنی داڑھی کے پاس رکھی۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ پڑھا۔ پھر مجھے کہا کہ آنکھ کھول۔ جب میں نے کھولی۔ تو چھری میرے آگے پھینک دی جو بیشک پہلی حالت پر تھی ◆

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ قاضی قطب الدین کاشانی جب دہلی آئے۔ تو آپ کو ایک دفعہ سرائے سلطانی میں طلب کیا گیا۔ جب آپ گئے۔ تو اس وقت بادشاہ حرم گاہ میں بیٹھے تھے۔ سید نور الدین مبارک علیہ الرحمۃ بادشاہ کی دائیں طرف اور قاضی فخر الائمہ دوسری طرف اور دونوں حرم گاہ کے باہر بیٹھے تھے۔ جب قاضی قطب الدین صاحب آئے۔ تو ان دونوں بزرگواروں نے پوچھا۔ کہ آپ کہاں بیٹھیں گے۔ فرمایا کہ علوم کے سایہ کے نیچے۔ القصہ جب بادشاہ کے قریب پہنچے۔ اور سلام کہا۔ تو بادشاہ نے خود اٹھ کر آپ کا دست مبارک پکڑا۔ اور حرم گاہ کے اندر لے جا کر اپنے پاس بٹھایا ◆

پھر شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ جب بدایوں پہنچے۔ اور کچھ مدت وہاں سکونت اختیار کی۔ تو ایک روز کسی کام کے لئے قاضی کمال الدین جعفری حاکم بدایوں کے پاس گئے۔ تو خادموں نے کہا کہ قاضی صاحب اس وقت نماز میں مشغول ہیں شیخ صاحب نے مسکرا کر پوچھا کہ کیا قاضی صاحب کو نماز پڑھنا آتی ہے۔ یہ کہہ کر آپ واپس چلے آئے۔ جب قاضی نے یہ بات سنی تو دوسرے روز شیخ صاحب کی خدمت میں آ کر معافی مانگی۔ اور پوچھا کہ آپ نے یہ بات کس طرح کی۔ کہ قاضی کو نماز پڑھنا آتی ہے۔ میں نے تو کئی ایک کتابیں نماز اور اس کے احکام کے متعلق لکھی ہیں۔ شیخ صاحب نے فرمایا بجا ہے۔ لیکن عالموں کی نماز اور ہوتی ہے۔ اور فقیروں کی اور۔ قاضی صاحب نے پوچھا کہ رکوع و سجود کسی اور طرح کرتے ہیں؟ یا قرآن شریف کسی اور طرح پڑھتے ہیں۔ شیخ صاحب نے فرمایا نہیں علما کی نماز اس طرح ہوتی ہے کہ ان کی نظر کعبہ پر رہتی ہے اور نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اگر کعبہ دکھائی نہ دے تو اس طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اگر کسی ایسے مقام پر ہوں جہاں سمت معلوم نہ ہو۔ تو جس طرف چاہیں قیاساً ادا کر لیتے ہیں۔ علما کی نماز انہیں تین قسم کی ہوتی ہے۔ لیکن فقیر جب تک عرش کو نہیں دیکھ لیتے۔ نماز ادا نہیں کرتے۔ قاضی کمال الدین کو اگرچہ یہ بات ناگوار گزری۔ لیکن کچھ نہ کہا اور واپس چلے آئے۔ جب رات ہوئی تو خواب میں دیکھا کہ واقعی شیخ صاحب

عرش پر مصلیٰ بچھا کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ دوسرے دن وہ دونوں بزرگوار ایک مجلس میں آئے۔ تو شیخ صاحب نے فرمایا اے فلاں! علماء کا کام اور مرتبہ معلوم ہے۔ ان کی ساری محنت اس پر صرف ہوتی ہے۔ کہ علم حاصل کر کے مدرس نہیں یا قاضی بن جائیں۔ یا صدر جہاں ان کا مرتبہ اس سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔ لیکن درویشوں کے بہت سے مرتبے ہیں۔ ان کا پہلا مرتبہ یہ ہوتا ہے۔ جو قاضی صاحب کو گذشتہ رات دکھایا گیا ہے جب یہ بات کہی تو قاضی صاحب نے اٹھ کر معافی مانگی۔ اور اپنے لڑکے کا سر برہان الدین کا سر شیخ صاحب کے قدموں پر رکھ دیا اور مرید بنایا۔ اور شیخ صاحب سے کلاہ لے دی ٭

ذکر تحمل و معاملات با خلق

بدھ کے روز چودہویں سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی تحمل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ لوگ آپس میں تین طرح کا سلوک کرتے ہیں۔ اول وہ لوگ جن سے کسی کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ نقصان۔ ایسے لوگ بمنزلہ جمادات ہیں دوسرے وہ جن سے فائدہ پہنچتا ہے۔ لیکن نقصان نہیں پہنچتا۔ تیسرے ان دونوں سے اچھے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جن سے لوگوں کو فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ اور اگر انہیں دوسروں کی طرف سے نقصان پہنچے تو وہ اس کا بدلہ نہیں لیتے۔ بلکہ برداشت کرتے ہیں۔ جو صدیقوں کا کام ہے ٭

اچھے ناموں کے بیان میں

سوموار کے روز اٹھارہویں ماہ شعبان سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ کونسے نام اچھے ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ۔ احب الاسماء عند اللہ عبد اللہ وعبد الرحمٰن۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارے نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ سب سے اچھا نام حارث ہے ٭

پھر فرمایا کہ سب سے اچھا نام حارث ہے۔ اس واسطے کہ جو ہے کھیتی کرتا ہے۔ خواہ طاعت سے خواہ گنہگاری سے۔ بعد ازاں فرمایا کہ سب سے جھوٹا نام مالک اور خالد ہے۔ اس واسطے کہ مالک اور خالد (ہمیشہ رہنے والا) اللہ تعالیٰ ہی ہے ٭

پانچویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی صحبت کے اثر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک طالب علم نصیر نام شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں تجارت کی نیت سے حاضر ہوا۔ لیکن آ کر مرید بنا۔ اور سر منڈا ڈالا۔ ایک روز جوگی سے پوچھنے لگا۔ کہ یہاں کس طرح رہتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے

اس طالب کو جوگی سے بال بڑھانے کی تجویز پوچھتے سنا۔ تو میں سخت ناراض ہوا۔ اس واسطے کہ بیعت سے غرض تو یہ ہے۔ کہ سر کے بال منڈانے سے غرور اور بانکپن جاتا رہے۔ پھر بال بڑھانے کی کیا ضرورت۔ الغرض جب کچھ مدت گزر گئی تو شیخ معین الحق والدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے خواجہ وحید الدین شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مرید بننے کی التجا کی۔ شیخ صاحب نے فرمایا مجھے یہ بات آپ کے خاندان سے حاصل ہوئی ہے۔ مجھے واجب نہیں کہ آپ کو مرید کروں۔ خواجہ صاحب نے بہت منت وسماجت کی تو شیخ صاحب نے مرید کر لیا۔ اور فرمایا کہ سر منڈا دو جس روز خواجہ وحید الدین نے سر منڈایا۔ اسی روز مولانا نصیر الدین نے بھی آپ کی موافقت سے سر منڈایا۔

پھر دعائے اموات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی بیں نے عرض کی کہ قبروں پر جو قرآنی آیتیں لکھتے ہیں ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا نہیں لکھنی چاہئیں۔ اور کفن پر بھی نہیں لکھنی چاہئیں۔

باب ۵ بزرگوں کے بارے میں

کے روز اٹھارہویں ماہ شوال سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مولانا برہان الدین بلخی بزرگ علیہ الرحمۃ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو کہا مولانا برہان الدین نے فرمایا کہ میں ابھی بچہ ہی تھا۔ تقریباً پانچ چھ سال کا ہوں گا۔ کہ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ رستہ چل رہا تھا۔ اتنے میں مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ سوار ہوئے۔ میرے والد بزرگوار اس سے الگ ہو کر ایک کوچے میں چلے گئے۔ اور مجھے وہیں چھوڑ گئے۔ جب مولانا برہان الدین مرغینانی کی سواری نزدیک آ پہنچی۔ تو میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ مجھے غور سے دیکھ کر فرمایا کہ اس لڑکے میں مجھے علم کا نور دکھائی دیتا ہے۔ میں یہ بات سن کر اس کی سواری کے آگے آگے چلا۔ پھر فرمایا کہ مجھ سے اللہ تعالےٰ ایسے ہی کہلواتا ہے۔ کہ یہ لڑکا اپنے زمانے میں علامہ عصر ہوگا۔ مولانا برہان الدین بلخی فرماتے ہیں۔ کہ میں یہ بات سن کر اسی طرح آگے آگے چلا گیا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے یہ بات کہلواتا ہے۔ کہ یہ لڑکا ایسا بزرگ ہوگا۔ کہ بادشاہ بھی اس کے دروازے پر آئیں گے۔

خواجہ صاحب نے جب یہ حکایت ختم کی۔ تو فرمایا کہ مولانا برہان الدین بلخی عالم بھی تھے۔ اور صالح بھی۔ چنانچہ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے کسی کبیرہ کی نسبت بازپرس نہیں کرے گا۔ صرف ایک کبیرہ کی نسبت کرے گا۔ مولانا سے پوچھا گیا۔ کہ وہ کونسا کبیرہ ہے۔ فرمایا۔ سماع۔ جو میں نے سنا بھی بہت ہے۔ اور اب بھی سنتا ہوں۔

یہاں سے سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ اس شہر میں سماع کا سکہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے جمایا تھا۔ اور نیز قاضی منہاج الدین نے جو قاضی وقت اور سماع کا دلدادہ تھا۔ ان دونوں کی کوشش سے یہ کام سرانجام ہوا۔ گو مخالفوں نے مخالفت کی۔ لیکن قاضی صاحب اپنی بات پر پکے رہے۔ چنانچہ ایک دفعہ بادشاہ کے مکان میں سفید محل کے پاس دعوت کی۔ جہاں شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہٗ العزیز بھی موجود تھے۔ دوسرے بزرگوں نے مولانا رکن الدین سمرقندی کو اطلاع کی کہ یہاں سماع ہونے والا ہے۔ وہ سماع کے سخت مخالف تھے۔ معہ خدمتگاروں اور متعلقین کے گھر سے نکل روانہ ہوئے۔ تاکہ جا کر سماع سے منع کریں۔ جب قاضی حمید الدین ناگوری نے سنا کہ

ذکر سماع قاضی حمید الدینؒ فتوائے بدعیاں

اس طرح آ رہے ہیں۔ تو گھر کے مالک کو کہا۔ تو کسی جگہ جا کر چھپ جا۔ خواہ تجھے کتنا ہی بلائیں آنا مت۔ گھر کے مالک نے ویسا ہی کیا۔ قاضی حمید الدینؒ صاحب نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو۔ اور سماع شروع کرو۔ جب مولانا رکن الدین سمرقندیؒ آئے۔ تو پوچھا کہ گھر کا مالک کون ہے۔ جواب ملا کہ یہاں موجود نہیں ہمیں معلوم نہیں پھر پوچھا اور جستجو کی لیکن کچھ پتہ نہ ملا۔ آخر واپس چلے گئے۔ خواجہ صاحب جب اس مقام پر پہنچے۔ تو مسکرا کر فرمایا کہ قاضی صاحب نے کیا اچھی تدبیر نکالی کہ مالک مکان کو غائب کر دیا۔ یعنی بے اجازت گھر میں آنا منع ہے۔ اگر مولانا رکن الدین بغیر اجازت اندر چلے جاتے تو ان پر مواخذہ ہو سکتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ مولانا شرف الدین بحریؒ بھی قاضی صاحب کے مخالف تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مولانا شرف الدین بحری بیمار ہوئے۔ تو قاضی حمید الدین صاحب بیمار پرسی کے لئے آئے۔ مولانا کو اطلاع دی گئی۔ فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو معشوق کہتا ہے۔ میں اس کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ غرضیکہ نہ ہی آنے دیا۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کیا اس معشوق سے مراد محبوب ہے۔ فرمایا کہ اس بارے میں بہت سی باتیں ہیں۔ جس قدر لوگوں کو واقفیت ہوتی ہے۔ ویسا ہی اس کا جواب دیتے ہیں لیکن جو گھر بیٹھے کوئی بات کہہ دے۔ اسے کوئی کوئی کیا کرے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری۔ قاضی کبیر اور مولانا برہان الدین بلخی تینوں بزرگوار شیخ کبیر کی مجلس میں حاضر ہونے کی خاطر جا رہے تھے۔ قاضی صاحب خچر پر سوار تھے۔ اور باقی دونوں قدآور گھوڑوں پر۔ اسی اثنا میں مولانا کبیر نے قاضی حمید الدین کو کہا کہ مولانا آپ کی سواری کا

لڑکا صغیر (چھوٹا) ہے۔ فرمایا۔ کبیر (بڑے) سے اچھا ہے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ دیکھو کیا عمدہ جواب دیا ہے۔ جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب قاضی حمید الدین ناگوری کے سماع کا شہرہ ہوا۔ تو بہت سے مخالفین نے فتوے لگائے۔ اور جواب سنے۔ سب نے لکھا کہ سماع حرام ہے۔ ایک فقیہ نے جس سے قاضی صاحب کا میل جول تھا۔ شاید اس فتوے میں کچھ لکھا تھا۔ اس کی خبر جب قاضی صاحب کو ملی۔ اتنے میں وہ فقیہ قاضی صاحب کے پاس آیا۔ تو قاضی صاحب نے پوچھا کہ کیا آپ نے بھی اس کا جواب لکھا ہے۔ وہ شرمندہ ہوا۔ اور کہا کہ ہاں لکھا ہے۔ اس بات پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس روز قاضی صاحب نے اپنا بھید کچھ اس فقیہ پر ظاہر کیا۔ اور فرمایا کہ وہ تمام مفتی جنہوں نے جواب لکھے ہیں۔ میرے مقابلے میں ابھی ماں کے شکم سے پیدا ہی نہیں ہوئے۔ اور تو پیدا تو ہوا ہے۔ لیکن ابھی بچہ ہے۔

یہاں سے قاضی حمید الدین اور ان کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں قاضی حمید الدین ناگوری کی خاطر آیا۔ لیکن جب شہر پہنچا تو قاضی صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔ ایک روز قاضی حمید الدین صاحب کے مجموعات اور وہ کتابیں جو سلوک کے بارے میں لکھی ہیں۔ منگا کر مطالعہ کیں۔ مطالعہ کرنے کے بعد حاضرین کو کہا کہ جو کچھ تم نے پڑھا ہے۔ وہ بھی ان کاغذات میں ہے۔ اور جو کچھ تم نے نہیں پڑھا۔ وہ بھی ان میں ہے۔ اور جو کچھ میں نے پڑھا ہے وہ بھی ہے۔ اور جو کچھ میں نے نہیں پڑھا وہ بھی ہے۔

ذکر معاملہ اولیا با خلق وابو الغیاث قصاب

ہفتے کے روز تائیسویں ماہ شوال سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اولیائے حق اور معاملہ خلق ان کی راستی اور ان کے ثمر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میناپور میں ایک بزرگ تھا۔ جسنے کچھ بکریاں ابو الغیاث کے حوالے کیں۔ کہ انہیں ذبح کر کے ان کا گوشت فروخت کرنا۔ اور روپیہ پیسہ جمع رکھنا جب تک کہ میں نہ آؤں۔ جب کچھ مدت بعد واپس آیا۔ تو ہڈیوں کا انبار دیکھ کر پوچھا یہ کیسا ہے۔ ابو الغیاث نے کہا یہ ان بکریوں کی ہڈیاں ہیں جن کے بارے میں ذبح کر کے فروخت کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ اس کے باپ نے پوچھا۔ کہ ہڈیاں کیوں فروخت نہ کیں۔ کہا لوگ مجھ سے گوشت خریدنے آتے تھے۔ نہ کسی نے ہڈیاں پوچھیں میں نے نہ بیچی ہیں۔ اس کے باپ نے یہ سن کر ہنس دیا۔ اور کہا تو نے میرا روپیہ ضائع

کہا۔ پوچھا کس قدر۔ کہا بیس ہزار دینار۔ ابو الغیاث نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو ایک تھیلی غیب سے اس کے ہاتھ میں آئی۔ جو اس نے باپ کے آگے رکھ دی۔ جب کھولی گئی تو اس میں بیس ہزار دینار پائے۔ جب یہ حکایت ختم کی تو میں نے پوچھا کہ کیا جلال قصاب بھی تھا؟ فرمایا نہیں۔ جلال قصاب متاخرین سے تھا۔ میں نے پوچھا کیا یہ شعر جلال قصاب کا ہے۔

من پور قصابم سخنم پوست کشندہ است　　من پوست کشم ہر کہ بہ بازار من آید

فرمایا ہاں اسی کا ہے۔ پھر فرمایا کہ دہلی میں ایک قصاب ولی حق تھا۔ جس سے لوگوں کو بہت کچھ حاصل ہوا قاضی فخر الدین ناقلہ اوائل میں اس کے پاس اکثر جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس قصاب نے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ کہا میں چاہتا ہوں کہ میں قاضی بن جاؤں کہا اچھا جاؤ قاضی بن جاؤ گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اور ایک شخص اسی قصاب کے پاس آیا کرتا تھا۔ اس سے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا میں امیر داد بننا چاہتا ہوں۔ کہا جاؤ تم امیر داد ہو جاؤ گے۔ چنانچہ وہ ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ مولانا وجیہ الدین حسام بھی اس کے پاس جایا کرتے تھے۔ انہیں پوچھا۔ کہ کیا بننے چاہتا ہو۔ کہا مجھے علم چاہئے۔ چنانچہ آپ عالم بنے ایک اور آدمی کی بھی اس قصاب سے آشنائی تھی۔ اس سے پوچھا۔ کہ کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا مجھے حق تعالیٰ کی محبت چاہئے۔ چنانچہ وہ بھی واصل ہو گیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے اس قصاب کو دیکھا تھا۔

علویوں کے بارے میں

منگل کے روز بائیسویں ماہ ذی القعدہ سن مذکورہ کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ علویوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میرے دل میں مدت سے ایک بات تھی۔ جواب ظاہر کی۔ وہ یہ کہ بعض علویوں سے میں نے سنا ہے۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خط لکھا کہ میرے فرزندوں کو اجازت ہے۔ کہ اگر وہ چاہیں۔ تو مسلمان کو بیچ لیں۔ اور ابوبکر صدیق یا عمر خطاب رضی اللہ عنہما میں سے کسی نے اس حکم کو پھاڑ ڈالا۔ میں نے اس بارے میں پوچھا۔ کیا یہ سچ ہے؟ فرمایا نہیں یہ بات کسی کتاب میں تو لکھی نہیں دیکھی۔ البتہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزندوں کی تعظیم و تکریم کرنی واجب ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو آل رسول ہے۔ اس سے ناشائستہ حرکت کبھی ظاہر نہیں ہوتی۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ سمرقند میں ایک صحیح النسب سید اجل تھے۔ جو کتاب نافع ہمدان کے مصنف[۲] ہیں۔

آپ کی ایک لونڈی تھی۔ جس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جو پانچ چھ برس کا ہو گیا۔ تو ایک روز سقہ پانی کی مشک بھر کر لایا۔ جب پانی بھر کر باہر آیا۔ اور پھر دوبارہ لایا۔ تو مشک میں سوراخ تھا۔ جس سے تھوڑا تھوڑا پانی بہہ رہا تھا۔ سید اجل نے پوچھا کہ اس مشک کو کیا ہوا۔ سقے نے کہا میں بھر کر لایا تھا۔ آپ کے لڑکے نے چھوٹی سی تیر کمان بنائی ہوئی ہے۔ اس نے تیر مارا ہے۔ جس سے مشک میں سوراخ ہو گیا ہے۔ سید اجل نے جب یہ بات سنی تو لونڈی کے پاس آ کر تلوار سونت لی۔ اور پوچھا کہ سچ بتا یہ لڑکا کس کا ہے؟ پہلے تو اس نے پوشیدہ رکھنا چاہا لیکن بعد میں کہہ دیا کہ یہ ایک غلام کا لڑکا ہے۔ سید اجل یہ سن کر باہر آئے۔ تو پہلے اس لڑکے کی دو زلفیں تھیں۔ ایک کاٹ دی۔ بات یہ ہے کہ جو آل رسول ہے اس سے کبھی کوئی ناشائستہ حرکت نہ ہوگی۔

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ بدایوں میں ایک سید مرد تھے ان کے ہاں اس روز لڑکا پیدا ہوا جبکہ چاند برج عقرب میں تھا۔ جیسی کہ عام کی رسم ہے اس کی ولادت کو منحوس خیال کیا اور وہ لڑکا ایک کناسی کو دیدیا جس نے اس کی پرورش کی۔ چار پانچ سال بعد اس لڑکے میں نور جمال نمودار ہوا۔ تو کسی نے آ کر سید صاحب کو کہا کہ اپنا فرزند دیکھا ہے۔ کیسا حسین ہے۔ اس کے والدین آ کر اسے لے گئے۔ اور قرآن پڑھایا اور علم و ادب سکھایا۔ الغرض خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس سید کو دیکھا تھا۔ واقعی حسین تھا۔ پھر وہ عالم متبحر بنا۔ چنانچہ بدایوں کے بہت سے لوگ اس کے شاگرد بنے۔ واقعی بڑے اعلیٰ درجہ کا ادیب اور صالح مرد تھا۔ چنانچہ ہر شخص اسے دیکھتا یہی کہتا کہ واقعی آل رسول سے ہے۔

ذکر آمدن درویش صاحب حال در پیش حضرت شیخ الاسلامؒ

پھر مشغول درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ میں نے بدرالدین اسحاقؒ سے سنا ہے اس نے کہا کہ ایک صوفی شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو بہت مرد عزیز تھا۔ دن رات حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتا۔ جب اس کے کپڑے میلے ہو گئے۔ تو میں نے کہا۔ کپڑے کیوں نہیں دھوتا۔ اس وقت کچھ جواب نہ دیا۔ چند روز بعد پھر میں نے کہا کہ کپڑے کیوں نہیں صاف کرتا۔ تو بڑی عاجزی سے جواب دیا کہ مجھے کپڑے دھونے کی فرصت نہیں۔ بدرالدین اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ جب کبھی مجھے اس کا جواب یاد آتا ہے۔ تو مجھے بے حد خوشی حاصل ہو جاتی ہے۔

ذکر ذوق و شوق و اشتیاق سالکان

پھر ذوق و شوق اور سالکوں کے غلبہ اشتیاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو یہ حکایت بیان فرمائی کہ سہاور میں ایک عالم تھا۔ جس کا وعظ پر اثر تھا۔ ایک روز

اس نے قاضی شہر سے زیارت کعبہ کی آرزو کی۔ اور اجازت مانگی اس نے کہا۔ مرد خدا کہاں جاؤ گے۔ آپ کی وعظ و نصیحت سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ قاضی کے کہنے سے رک گیا۔ پھر دوسرے سال ایسا ہی کیا پھر قاضی نے وہی جواب دیا۔ تیسرے سال جب پوچھا تو قاضی نے کہا صاحب اگر مشتاق آپ کو غالب ہے۔ تو نہ ہی مشورہ کرتے اور نہ ہی اجازت طلب کرتے۔ چلے جاتے۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ عشق میں مشورہ نہیں ۔

کشف و کرامت اتوار کے روز گیارہویں ماہ ذالحجہ سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی کشف و کرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ اس سے پہلے فلاں گاؤں میں ایک عورت بی بی فاطمہ صام نام نہایت صالح بزرگ اور معمر ہو گزری ہے۔ میں نے اسے دیکھا تھا۔ واقعی بڑی بزرگ تھی ہر چیز کے حسب حال اسے شعر یاد تھے۔ جن میں سے ایک شعر مجھے بھی یاد ہے ؎

هم عشق طلب کنی و هم جان خواهی   هر دو طلبی و لے میسر نشود

پھر فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل کو اس عورت سے بطور بہن بھائی بڑی محبت تھی جس رات شیخ صاحب کے ہاں فاقہ ہوتا۔ دوسری صبح وہ سیر بھر کی روٹی پکا کر کسی کے ہاتھ بھیج دیتی کہ جاؤ رات ان کے ہاں فاقہ تھا۔ جا کر دے آؤ۔ ایک مرتبہ ایک روٹی اس نے بھیجی۔ تو شیخ صاحب نے خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ پروردگار جس طرح تو نے اس عورت کو ہمارے حال سے واقف کیا ہے شہر کے بادشاہ کو بھی واقف کرتا کہ کوئی بابرکت چیز بھیجے۔ پھر مسکرا کر فرمایا کہ بادشاہوں کو وہ صفائی کہاں نصیب ہے۔ کہ واقف ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ اس عورت کے ہاں گیا۔ تو مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ایک مرد کے ہاں لڑکی ہے اگر تو اس سے نکاح کرے تو بہتر ہوگا۔ میں نے جواب دیا۔ کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام فریدالدین کی خدمت میں حاضر تھا۔ وہاں پہ ایک جوگی بھی موجود تھا۔ وہاں پر بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ بعض بچے بے ذوق پیدا ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو مباشرت کرنے کا وقت یاد نہیں۔ بعد ازاں جوگی نے کہا مہینے میں تین دن ہوتے ہیں۔ ہر دن کی الگ الگ خاصیت ہے مثلاً اگر پہلے روز صحبت کی جائے تو اس قسم کا فرزند پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر دوسرے روز کی جائے تو اس قسم کا حتیٰ کہ سارے دنوں کا حال اس نے بیان کیا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے دنوں کے اثر کو جوگی سے اچھی طرح پوچھ کر یاد کر لیا۔ پھر جوگی نے کہا کہ سنو ایک مجھے ٹھیک یاد

پس جب میں نے یہ کہا تو شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ جو کچھ تم پوچھ کر یاد کر رہے ہو۔ یہ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ حکایت بی بی فاطمہ صام کو سنائی تو اس نے کہا۔ بس میں نے معلوم کر لیا۔ تو نے بہت اچھا کیا ہے جو اس سے نکاح نہیں کیا۔ دراصل میری مرضی بھی نہ تھی۔ میں تو صرف اس مرد کی نادلشکنی کی خاطر کہہ رہی تھی ٭

ذکر خصومت مدعی در سماع

اسی سوموار کے روز انیسویں ماہ مذکور کو دستبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان دنوں ایک مخالف دشمنی پر آمادہ تھا۔ اور سماع کے بارے میں ناکہنے والی باتیں کہتا تھا۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سخت دشمنی کرنے والے کو دشمن جانتا ہے ٭

بعد ازاں سماع کے بارے میں فرمایا کہ جب چند چیزیں موجود ہوں تو سماع سننا چاہیے۔ وہ چیزیں یہ ہیں۔ مسمع۔ مسموع۔ مستمع اور آلات سماع پھر ان کا یوں ذکر فرمایا۔ کہ مسمع کہنے والے کو کہتے ہیں جو کہ بالغ اور مرد ہو نہ کہ لڑکا یا عورت۔ مسموع جو کچھ وہ گاتا ہے۔ وہ فحش اور فضول نہیں ہونا چاہیے۔ مستمع وہ جو سننے والا ہی یاد حق سے پر ہو۔ اور اس وقت باطل خیال نہ ہو۔ سماع کے آلات چنگ اور رباب وغیرہ ہیں۔ یہ مجلس میں نہیں ہونے چاہئیں۔ ایسا سماع حلال ہے۔ پھر فرمایا کہ سماع ایک موزوں آواز ہے۔ یہ حرام کیونکر ہو سکتی ہے۔ نیز اس میں قلب کو حرکت ہوتی ہے۔ اگر وہ حرکت یاد حق کی وجہ سے ہو تو مستحب ہے۔ اور اگر برے خیال سے ہو تو حرام ہے ٭

ذکر اخلاق درویشاں و معاملہ ایشاں با خلق و اہل خصومت و ذکر شیخ سیف الدین و خصومت بیان

اتوار کے روز تیئسویں ماہ محرم ۷۲۱ھ ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ درویشوں کے اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور نیز جو معاملہ اہل فساد سے کرتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ ایک بادشاہ تاردانی نام کو شورش میں قتل کیا گیا۔ جسے شیخ سیف الدین باخرزی سے بڑی الفت تھی۔ جب وہ مارا گیا۔ اور اس کی جگہ وہ بادشاہ بنایا گیا۔ جس کا مقرب ایک ساعی (کوشش کرنیوالا) تھا جسے شیخ سیف الدین سے دشمنی تھی۔ اس نے موقع پا کر بادشاہ سے کہا اگر آپ ملک اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہیں تو سیف الدین کا فیصلہ کر دو۔ کیونکہ ملکی تبدیلیاں اسی سے وقوع میں آتی ہیں۔ بادشاہ نے اس ساعی کو کہا کہ اچھا جس طرح ہو شیخ صاحب کو لے آؤ۔ اس نے جا کر شیخ صاحب کے گلے میں پگڑی ڈالی۔ یا اور کسی طرح بے ادبی کے ساتھ پکڑ کر پیش کیا۔ جب بادشاہ نے دیکھا تو تخت سے اتر کر قدموں پر گر پڑا۔ اور قدم چومے

اور معافی مانگی۔ اور ایک گھوڑا اور بہت سی چیزیں پیش کیں۔ الغرض جب شیخ صاحب واپس چلے گئے۔ تو دوسرے روز بادشاہ نے ساعی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر شیخ صاحب کی خدمت میں بھیجدیا۔ اور عرض کی کہ بھی کہ میں نے حکم دیا ہے کہ ساعی قتل کئے جانے کے قابل ہے۔ اب اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں جس طرح چاہیں قتل کریں۔ جب آپ نے ساعی کو دیکھا تو فوراً اس کے ہاتھ پاؤں کھول کر اپنی پوشاک اسے پہنائی۔ اور فرمایا کہ آج وعظ میں ہمارے ساتھ چلنا۔ جب وہ مسجد میں آیا۔ تو آپ نے اسے ساتھ منبر پر کھڑا کر کے یہ شعر پڑھا ؎

آنانکہ بجائے من بدی کردند ۔ گردست رسد بجز نیکوئی نکنم۔

یہ حکایت ختم کرنے کے بعد فرمایا کہ جو فعل بندے سے سرزد ہوتا ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ اللہ تعالےٰ اس کا پیدا کرنے والا ہے۔ پس جو کچھ لاحق ہوتا ہے سب اسی سے ہوتا ہے۔ کسی سے ناراض کیوں ہونا چاہیئے ۔

ذکر شیخ ابوسعیدؒ وسفیہ پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہٗ العزیز راستہ چل رہے تھے کہ ایک کمینے نے پیچھے سے آکر گدی پر دھپڑ مارا۔ آپ نے مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا مڑ کر کیا دیکھتے ہو۔ کیا تمہی نہیں کہتے تھے۔ کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ واقعی بات تو یوں ہی ہے لیکن میں دیکھتا تھا۔ کہ کس بدبخت کو اس کام کے لئے نامزد کیا ہے ۔

ذکر رویت حق جمعرات کے روز ستھویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ رویت حق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ جس رویت کا وعدہ مومنوں سے کیا گیا ہے۔ کیا وہ قیامت کو ہوگی۔ فرمایا۔ ہاں۔ پھر میں نے پوچھا کہ مومن ایسی نعمت دیکھنے کے بعد دوسری نعمتوں کو نہیں دیکھیں گے۔ فرمایا آیا ہے۔ کہ جب اس نعمت کا مشاہدہ کریں گے۔ تو کئی ہزار سال محو حیرت رہیں گے۔ پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ سخت کوتاہ نظری ہے۔ جو یہ نعمت دیکھنے کے بعد اور کسی چیز کو دیکھیں میں نے عرض کی کہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

افسوس برآں دیدہ کہ روئے تو ندیدہ است ۔ یا دیدہ و بعد از تو بغیرے نگرندیدہ است

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں واقعی اس نے بہت اچھا کہا ہے ۔

سوموار کے روز چھبیسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مہابت و صلابت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ ایک مرد نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کی۔ کہ مجھے شادی کئے چھ مہینے گزرے ہیں۔ کہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا اس عورت کو سنگسار کر دو۔ اس مجلس میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ آپ کچھ سوچنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا بچے کا حمل اور اس کے دودھ پینے کا زمانہ تیس مہینے ہوتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ دو سال دودھ پینے کا زمانہ ہو اور چھ مہینے حمل کا یہ حکم سن کر آپ نے حکم منسوخ کر کے فرمایا۔

ذکر وجہ قول عمر رضی اللہ عنہ لولا علی الملک عمر رضؓ

لولا علی الملک عمر اگر علی رضی اللہ عنہ یہاں موجود نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو چکا تھا۔

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک عورت نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ کہ میرے پیٹ میں حرامی بچہ ہے۔ آپ نے فرمایا اسے سنگسار کرو۔ اس وقت بھی امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ مجلس میں موجود تھے۔ فرمایا کہ اس حکم کی بابت سوچنا چاہیئے۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا اگر گناہ کیا ہے۔ تو اس عورت نے کیا ہے۔ نہ کہ بچے نے جو پیٹ میں ہے۔ پھر امیر المومنین عمرؓ نے حکم دیا کہ اچھا وضع حمل تک اسے محفوظ رکھو۔ اور نیز یہ کلمات زبان مبارک سے فرماتے۔ لولا علی الملک عمرؓ۔ اگر علیؓ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو چکا تھا۔

بعد ازاں اس رعایت اسلامی کی نسبت جو حضرت عمرؓ کے دل میں تھی۔ یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ کوئی شاعر جناب کی مدح میں شعر کہہ کر لایا۔ جس میں بطور وعظ و نصیحت بہت کچھ کہا تھا جس کا ایک مصرعہ یہ ہے۔ مصرعہ

کفی الشیب والاسلام للمرا ناھیا

یعنی بڑھاپا اور اسلام انسان کو گناہ سے روکنے کے لئے کافی ہے جب شاعر نے یہ شعر پڑھا۔ تو آپ نے اسے کوئی صلہ عطا نہ فرمایا۔ شاعر نے پوچھا کہ میں نے مدح کی ہے۔ آپ صلہ کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا تو نے بڑھاپے کو اسلام پر مقدم رکھا ہے۔ اگر اسلام کو مقدم رکھتے تو میں کچھ دیتا۔

یہاں سے شعر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ جناب کی زبانی بارہا میں نے

سنا ہے کہ قرآن شریف کا پڑھنا شعر کہنے پر غالب آتا ہے۔ سو میں اسی امید پر ہر روز قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ اور جو کچھ کہہ چکا ہوں اس کی نسبت توبہ کرتا ہوں۔ میری یہ عرض آپ کو بہت پسند آئی پھر میں نے جو عرض کی کہ "والشعراء یتبعھم الغاون" کے یہ معنے ہیں۔ کہ جو شاعر تابعین ان کے تابعین گمراہ ہوتے ہیں۔ اور بارہا جناب کی زبان مبارک سے یہ حدیث سنی ہے کہ "ان الشعر الحکمة" پس جب جو شاعر اہل حکمت ہیں ان کے تابعین کس طرح گمراہ ہو سکتے ہیں۔

ذکر گفتن اصحاب کرام و علی مرتضیٰ ؓ شعر را و اباحت آن

فرمایا جو شاعر ہزل، حشو اور ہجو گو ہوتے ہیں۔ ان کی متابعت کے لیے یہ حکم ہے۔ ویسے تو صحابہ کرام ؓ نے بھی شعر کہے ہیں مثلاً امیر المومنین علی اللہ کرم اللہ وجہہ اور دوسروں نے بھی۔ پھر امیر المومنین علی ؓ کے دو شعر زبان مبارک سے فرمائے جن کا مطلب یہ ہے کہ جب عورتیں گھوڑے پہ سوار ہوتی ہیں۔ تو دجال کے نکلنے کا خوف ہوتا ہے۔ ایک قافیہ سروج تھا۔ دوسرا فروج تیسرا خروج۔ پہلا مصرعہ یہ تھا مصرعہ

اذا رکب الفروج علی السروج

پھر میں نے پوچھا کہ شعر میں جو مبالغہ کیا جاتا ہے اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے فرمایا کہ ایک مشہور کتاب میں لکھا دیکھا گیا ہے کہ جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ لیکن شعر میں جو جھوٹ کہا جائے اس میں گناہ نہیں۔

ذکر حسد و رشک

سوموار کے روز سترھویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی حسد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہے۔ "اللھم اجعلنی محسوداً ولا تجعلنی حاسداً" اے بارے خدایا۔ مجھے محسود بنا۔ حاسد نہ بنانا۔ پھر فرمایا کہ ایک حاسد ہوتا ہے۔ ایک رشک۔ حسد تو یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر اس کا زوال چاہے اور رشک یہ ہے کہ خود بھی دوسرے کی طرح بننے کی کوشش کی جائے۔ پس حسد حرام ہے اور رشک جائز۔

حیدر زاویہ کے بارے میں

بدھ کے روز ساتویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حیدر زاویہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ سو سال بعد اس پر دروازہ کھلا۔ تو سر زمین پر رکھ دیا۔ اور کہا میں ایک بات کا امیدوار ہوں

فرمایا۔ ہاں۔

پھر حضرت قطب العالم شیخ قطب الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا کہ عید کا روز تھا کہ شیخ قطب الدین علیہ الرحمۃ نمازگاہ سے واپس آئے۔ تو اس مقام پر جہاں اب آپ کا روضہ مبارک ہے۔ ٹھہرے اور کچھ سوچنے لگے۔ ان دنوں وہاں جنگل تھا۔ اور قبر کا نام و نشان نہ تھا۔ یاروں نے کہا آج عید کا دن ہے۔ اور خلقت منتظر ہے۔ کہ جناب گھر میں تشریف لا کر کھانا تناول فرماویں۔ آپ اس جگہ کیوں دیر کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ مجھے اس زمین سے دلوں کی بو آتی ہے۔ اسی وقت اس زمین کے مالک کو بلا کر اس سے زمین خریدی اور اپنے لئے وہاں مدفون ہونے کے لئے کہا۔ خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جہاں دلوں کی بو آتی ہے۔ سوچو وہاں کس قسم کے لوگ مدفون ہوں گے۔

ذکر شیخ محمود موئنہ دوز رحمۃ اللہ علیہ

پھر شیخ محمود موئنہ دوز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا۔ کہ آپ کے زمانے میں جس کا غلام بھاگ جاتا تو وہ آپ کے پاس آ کر کہتا۔ کہ میرا غلام بھاگ گیا۔ آپ اس غلام کا نام پوچھتے۔ اور تھوڑی دیر سوچ کر فرماتے کہ تجھے مل جائے گا۔ لیکن جب آ جائے تو مجھے اطلاع دینا۔ الغرض ایک روز ایک آدمی نے آ کر کہا۔ کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے۔ آپ نے نام پوچھا۔ اور تھوڑی دیر سوچ کر فرمایا تجھے مل جائے گا۔ لیکن جب آئے تو مجھے اطلاع ضرور دینا۔ چند روز بعد غلام تو آ گیا۔ لیکن اس مرد نے خبر نہ کی۔ تھوڑے دنوں بعد پھر وہ غلام بھاگ گیا۔ اس کے مالک نے آ کر سارا احوال عرض کیا۔ فرمایا میں جو کہتا تھا۔ کہ مجھے اطلاع دینا یہ اس واسطے کہتا ہوں کہ میرے دل سے بوجھ اٹھ جائے خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ شیخ محمود نے غلام کے آقا کو کہا کہ جب تجھے غلام مل گیا۔ اور تو شرط بجا نہ لایا۔ اب کی مرتبہ تجھے نہیں ملے گا۔

ذکر شیخ الاسلام و پنج درویش درشت مزاج

پھر شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا ایک مرتبہ پانچ درویش آپ کی خدمت میں آئے جو درشت مزاج تھے۔ وہ یہ کہنے لگے کہ ہم اس قدر پھرے لیکن کہیں درویش نہ پایا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ تاکہ تمہیں درویش دکھاؤں۔ انہوں نے کچھ توجہ نہ کی اور چل پڑے۔ تو آپ نے فرمایا جاتے تو ہو۔ لیکن بیابان کی راہ نہ جانا۔ دوسرے راستے جانا۔ انہوں نے آپ کے برخلاف کیا۔ اور جنگل کی راہ روانہ ہوئے۔ آپ نے

ایک آدمی ان کے پیچھے بھیجا کہ دیکھو کس راہ گئے ہیں۔ جب خبر لائے کہ وہ جنگل کی راہ گئے ہیں۔ تو یہ سن کر آپ زار زار روئے جیسے کوئی کسی کا ماتم کرتا ہے۔ القصہ بعد ازاں فرمایا کہ ان میں سے چار تو بادِ سموم سے ہلاک ہو گئے اور پانچواں کنوئیں پر پہنچا۔ جو پانی زیادہ پی پی کر مر گیا۔

خواجہ صاحب کے پاؤں میں کچھ بیماری تھی۔ اس لئے پاؤں پھیلا کر بیٹھے تھے۔ حاضرین سے معافی مانگ رہے تھے کہ چونکہ میرے پاؤں میں تکلیف ہے۔ اس لئے میں پاؤں پھیلا کر بیٹھا ہوں۔ تمام حاضرین نے دعا کی۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کو زندہ رکھے۔ ہماری زندگی آپ کی زندگی سے وابستہ ہے۔ مجھے یہ شعر یاد آیا۔ جو عرض کیا گیا ہے

جانِ جاناں تر ئی و دشمنِ جاں بودہ کے   اے ہمہ دشمناں تو بودشمن جاں خویشتن

خواجہ صاحب کو اس قصیدے کا مطلع یاد تھا۔ زبان مبارک سے فرمایا

دوش صبوحی بہر بلبل مست در چمن   از خوشی صبوعلش کس بار یہ پیرہن

ذکر شیخ فریدالدین عطارؒ ملاقات او با شیخ جلال الدین تبریزیؒ

پھر خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ جلال الدین تبریزی طیب اللہ ثراہٗ نے خواجہ فریدالدین عطار کو نیشاپور میں دیکھا تھا۔ شاید کسی مرتبہ شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ سے ذکر کیا۔ کہ میں نے خواجہ فریدالدین عطار کو نیشاپور میں دیکھا ہے۔ آپ مجھ سے پوچھتے تھے۔ کہ کسی مرد خدا کا پتا بتلاؤ۔ میں تو بتلا نہ سکا۔ شیخ بہاؤالدین نے جب یہ سنا۔ تو فرمایا۔ کہ ایسے موقعہ پر شیخ شہاب الدین کا کیوں پتہ نہ دیا۔ شیخ جلال الدین نے فرمایا۔ کہ میں نے جو مشغولی شیخ فریدالدین عطارؒ میں دیکھی ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسری مشغولیاں سب بمنزلہ بیکاری ہیں۔ اس اثنا میں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے ایک پیر کو دیکھا تھا۔ جو کہتا تھا۔ کہ میں نے خواجہ فریدالدین عطار کو دیکھا تھا۔ شروع میں وہ بہت پریشان قدم تھا۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جب اللہ تعالےٰ کی عنایت شامل حال ہوتی ہے۔ سب کچھ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

بعد ازاں خواجہ عطارؒ کی وفات کا یوں ذکر فرمایا۔ کہ آپ اس طرح شہید ہوئے تھے۔ کہ کافروں نے نیشاپور پر حملہ کیا تھا۔ تو آپ سترہ یاروں کے ہمراہ رو بقبلہ ہو بیٹھے۔ اور کافروں کے آنے اور شہید کرنے کے منتظر تھے۔ کہ اتنے میں کافروں نے آکر آپ کے یاروں کو شہید کرنا شروع کیا۔ اس حالت میں آپ فرماتے تھے۔ کہ یہ کیسی قہاری تلوار ہے۔ اور یہ کیسی جباری کی تلوار ہے۔ جب آپ کو شہید کرنے

گئے تو فرمایا کہ یہ کیسی احسان کرامت اور بخشش کی تلوار ہے ۔

حکیم سنائیؒ و قصیدہ او

پھر حکیم سنائی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی نور اللہ مرقدہٗ بارہا فرمایا کرتے تھے ۔ کہ مجھے تو حکیم سنائی کے ایک قصیدے نے مسلمان کیا ہے ۔ حاضرین میں سے ایک نے اس قصیدے کا شعر پڑھا ۔

بر سر طور ہوا طنبور شہوت میزنی — عشق مرد لن ترانی را بدیں خواری مجوے

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا ۔ کہ یہ شعر اس شعر کے ساتھ ہی ہے ۔

خار پائے راہ عیاران ایں درگاہ را — در کف دست عروس مہد عماری مجوے

ذکر عماری

میں نے پوچھا کہ یہ عماری کیا چیز ہوتی ہے ۔ فرمایا وہی جسے عام طور پر عماری کہتے ہیں پہلے پہل عمار نام شخص نے بنایا تھا ۔ لوگ عمارے کو عماری کہتے ہیں ۔

پھر فرمایا ۔ کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ بارہا فرمایا کرتے ۔ کہ کاش مجھے کوئی وہاں لے چلے جہاں حکیم سنائی کی خاک ہے یا اس کی خاک کوئی لاوے تو میں سرمہ بناؤں ۔

وعظ قاضی منہاج الدینؒ

بدھ کے روز چودھویں ماہ مذکور رمضان مبارک سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی ۔ قاضی منہاج الدین سراج رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے وعظ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ فرمایا کہ میں ہفتے کے روز ہمیشہ وعظ سننے جایا کرتا تھا ۔ سبحان اللہ آپ کی وعظ و نصیحت اور گفتگو سے کیا لذت حاصل ہوا کرتی ۔

پھر فرمایا کہ ایک روز آپ کی وعظ و نصیحت سن کر میں بیہوش ہو گیا ۔ گویا میں مردہ ہوں اس سے پہلے میں نے کبھی اپنے تئیں کسی سماع یا حال میں بھی نہیں پایا تھا ۔ اور یہ بات مرید ہونے سے پہلے کی تھی ۔

پھر فرمایا کہ ایک عزیز نے قاضی منہاج الدینؒ کو کہا کہ آپ قضا کے لائق نہیں ۔ بلکہ شیخ الاسلام ہونے کے لائق ہیں ۔

بعد ازاں اولیاء ابدال اور اوتاد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ میں نے عرض کی کہ میں نے ابھی ابھی ایک صوفی مرد سے بات سنی ہے ۔ جو دل پر شاق گذرتی ہے ۔ پوچھا ۔ کیا بات ہے ؟ عرض کی ۔ وہ کہتا ہے ۔ کہ جہاں چار قطب اور اوتاد ۔ چالیس ابدال اور چار سو اولیاء کی

برکت سے قائم ہے۔ قاعدہ تو یہ ہے۔ کہ جب کوئی قطب فوت ہو جاتا ہے۔ تو اس کی بجائے اوتاد میں سے مقرر ہوتا ہے۔ اور ابدال بجائے اوتاد اور چار سو میں سے ایک ولی اس ابدال کی جگہ مقرر ہوتا ہے۔ اور عام لوگوں میں سے ایک ولی مقرر ہوتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ اس طرح حکم ہے کہ جب ان چار سو میں سے ایک کم ہو جاتا ہے تو اور کوئی داخل نہیں کیا جاتا بلکہ تین سو ننانوے رہ جاتے ہیں۔ اور پھر جب ایک کم ہوتا ہے تو باقی تین سو اٹھانوے رہ جاتے ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ عامہ خلائق سے کوئی ان کا قائمقام مقرر ہو اس واسطے کہ ولایت کا دروازہ بند ہے۔ جب خواجہ صاحب نے سنا تو فرمایا کہ نہیں ولایت دو قسم کی ہے۔ ایک ولایت

ولایت بر دو نوع است

ایمان دوسری ولایت احسان۔ ایمان کی ولایت تو ہر ایک مومن کو حاصل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ اللہ ولی الذین آمنو۔ ولایت احسان کا یہ ہے کہ کسی کو کشف و کرامت یا اور کوئی اعلے مرتبہ حاصل ہو۔

ذکر سیدی احمد منصور حلاج

ہفتے کے روز چوتھی ماہ صفر ۷۲۱ھ ہجری کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مشائخ کا ذکر شروع ہوا۔ تو میں نے پوچھا کہ سیدی احمد کس قسم کے آدمی تھے۔ فرمایا۔ بزرگ آدمی تھے۔ اور عرب کے رہنے والے تھے۔ عرب میں دستور ہے کہ جو بزرگ ہوتا ہے۔ اس کو سیدی کہتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ آپ شیخ حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں تھے جب حسین منصور کو جلایا گیا۔ تو خاکستر دریائے دجلہ میں بہائی گئی تو سیدی احمد نے اس پانی میں سے تھوڑا سا بطور تبرک پی لیا۔ آپ کو وہ سب برکتیں اسی پانی کے سبب حاصل ہوئیں۔

دزد آمد در خانہ

ہفتے کے روز انیسویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ درویشوں کے حسن اخلاق اور ان کے مکارم اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ ایک رات کوئی چور شیخ احمد نہروالی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر آیا بہتیرا ڈھونڈا۔ مگر کچھ نہ پایا۔ آخر جب واپس جانے لگا۔ تو شیخ احمد نے آواز دی اور قسم دی کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ پھر اپنے گھر سے سات گز کپڑا (آپ جولاہے تھے۔ پھاڑ کر جو بنا ہوا تھا۔ چور کی طرف پھینکا۔ کہ لے جاؤ۔ دوسرے روز چور نے معہ والدین آکر شیخ صاحب کے قدموں پہ سر رکھ دیا اور اس کام سے توبہ کی۔

ذکر آمدن کوپلاک کہ اثر پری یاجن داشت بخدمت شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ

اتوار کے روز دسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس روز میں اپنے رشتہ داروں میں سے ایک چھوٹے لڑکے کو ہمراہ لے گیا تھا۔ اس واسطے کہ اس لڑکے کو کبھی کبھی کوئی خیال تکلیف دیا کرتا تھا۔ واللہ اعلم پری کا آسیب تھا۔ یا کچھ اور۔ میں نے اس کی ساری حالت عرض کی۔ خواجہ صاحب نے نظر رحمت کی۔ اور فرمایا کہ ٹھیک ہو جائے گا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ بخارا میں ایک لڑکا تھا۔ جسے جن و پری تکلیف دیا کرتے تھے۔ ہر روز شام کے وقت جہاں کہیں ہوتا۔ اسے درخت پر جو اس لڑکے کے گھر کے صحن میں تھا۔ لا بیٹھاتے۔ اور خود چلے جاتے۔ لڑکے کے والدین نے اس کی حفاظت کے لئے اسے حجرے میں بند کر کے تالا لگا دیا۔ لیکن جب شام ہوئی۔ تو لڑکا پھر درخت پر تھا۔ جب عاجز اور سخت تنگ آ گئے۔ تو اسے شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ اور حالت عرض کی۔ شیخ صاحب نے فرمایا اس کا سر منڈا دو۔ اور کلاہ رکھ دو۔ پھر اس لڑکے کو فرمایا۔ کہ جب جن پری پھر آئیں۔ تو کہنا کہ میں شیخ کا مرید ہو گیا ہوں۔ دیکھو! سر منڈا ہوا ہے۔ اور کلاہ دکھا دینا۔ جب اس لڑکے کو گھر لاتے۔ اور جن پری پھر آئے۔ تو اس لڑکے نے ویسا ہی کیا۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ کون بدبخت اسے شیخ صاحب کے پاس لے گیا تھا۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے۔ تو حاضرین بھی رو دیئے۔ کیونکہ وقت خوش تھا۔ الحمد للہ۔

ذکر ارادت آوردن شیخ سیف الدین رحمۃ

پھر شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا۔ کہ جب آپ جوان تھے۔ تو آپ مشائخ اور اہل فقر کے سخت مخالف تھے۔ آپ وعظ کیا کرتے۔ تو اثنائے وعظ میں اس گروہ کو بہت برا بھلا کہا کرتے۔ جب یہ خبر شیخ نجم الدین کبریٰ نے سنی۔ تو فرمایا کہ مجھے وعظ میں لے چلو۔ خدمتگاروں

نے عرض کی۔ کہ وہاں جانا خلاف مصلحت ہے۔ وہ درویشوں کو برا بھلا کہتا ہے
ایسا نہ ہو بے ادبی کرے۔ بہترا انہوں نے کہا۔ لیکن آپ نے ایک نہ سنی۔ آخر
جب تشریف لے گئے تو شیخ سیف الدین ؒ نے آپ کو دیکھ کر پہلے کی نسبت زیادہ
برا بھلا کہنا شروع کیا۔ جوں جوں برا بھلا کہتے جاتے۔ شیخ نجم الدین کھڑے سر ہلاتے
جاتے۔ اور آہستہ آہستہ فرماتے۔ سبحان اللہ! اس جوان میں کیسی قابلیت ہے۔
القصہ جب شیخ صاحب منبر سے اترے تو شیخ نجم الدین صاحب اٹھ کر باہر کی طرف
روانہ ہوئے۔ جب دروازے پر پہنچے۔ تو پیچھے مڑ کر فرمایا۔ کہ ابھی یہ صوفی نہیں آیا۔
اسی وقت شیخ سیف الدین کپڑے پھاڑتے ہوئے اور نعرہ مارتے ہوئے۔ بھیڑ
کو چیر کر شیخ نجم الدین صاحب کے قدموں پر آ گرے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی
رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجمع میں حاضر تھے۔ وہ بھی آ کر شیخ نجم الدین صاحب کے قدموں
پر گر پڑے۔ القصہ دونوں مرید ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ جب شیخ نجم الدین قدس اللہ سرہٗ
العزیز مسجد سے گھر آئے۔ تو دائیں طرف شیخ سیف الدین ؒ اور بائیں طرف شیخ شہاب الدین
پا پیادہ تھے۔ غرض کہ اس دن دونوں شیخ صاحب کے مرید ہوئے اور مخلوق بنے۔
اس وقت شیخ نجم الدین ؒ نے شیخ سیف الدین کو فرمایا کہ تجھے دنیا بھی ملے گی۔ اور عاقبت
اس سے بھی زیادہ۔ اور شیخ شہاب الدین ؒ کو فرمایا۔ کہ تجھے بھی دنیا اور عاقبت دونوں میں حاجت
نصیب ہوگی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب شیخ نجم الدین مسجد سے گھر کی طرف روانہ
ہوئے۔ تو شیخ سیف الدین باخرزی دائیں طرف تھے۔ اور شیخ شہاب الدین بائیں طرف۔ شیخ
سیف الدین ؒ دائیں طرف کا موزہ اتار رہے تھے۔ اور شیخ شہاب الدین ؒ بائیں پاؤں سے
یہ مشائخ کا اشارہ ہے ۔

بعد ازاں شیخ نجم الدین ؒ نے شیخ سیف الدین ؒ کو فرمایا۔ کہ تم جا کر بخارا میں رہو۔ وہاں
کا علاقہ تمہیں دیا۔ شیخ سیف الدین ؒ نے عرض کی۔ کہ وہاں علماء بہت ہیں۔ اور ان کا غلبہ اور
تعصب اہل معرفت اور فقر سے جناب کو معلوم ہے۔ میرا حال وہاں کیا ہوگا۔ شیخ
نجم الدین ؒ نے فرمایا کہ جانا تمہارا کام ہے۔ باقی ہم سمجھ لیں گے ۔

ذکر ابو اسحاق گازرونیؒ وارادت او بخدمت فقیر

ہفتے کے روز چھبیسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ شیخ احمد ابو اسحاق گازرونیؒ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ کا اصلی نام شہریار تھا۔ اور کنیت ابو اسحاق تھی۔ پھر فرمایا کہ آپ ذات کے جولاہا تھے۔ اور ایک گاؤں میں رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ تار جوڑ رہے تھے۔ کہ شیخ عبد اللہ خفیف قدس اللہ سرہ العزیز وہاں جا نکلے۔ خدا معلوم آپ کی پیشانی میں کیا لکھا دیکھا۔ آپ کو کہا۔ کہ تم میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھو۔ اور کہہ ہیں تیرا مرید ہوا۔ پھر پوچھا کہ میں کیا کروں۔ شیخ عبد اللہؒ نے فرمایا۔ کہ جو کچھ تو خود کھائے۔ اس میں سے دوسروں کو بھی کھلانا۔ آپ نے یہ بات منظور کی۔ بعد ازاں جب کبھی کھانا کھاتے۔ اس میں سے تھوڑا سا اللہ کی راہ میں بھی دیتے۔ ایک روز تین درویش اس گاؤں میں آئے۔ جو بغیر ٹھہرے چلے گئے۔ آپ کے دل میں خیال آیا۔ کہ مجھے ان کی خدمت کرنی چاہیے۔ اسی وقت تین روٹیاں لے کر دوڑے۔ اور پیچھے سے بلا کر نہ دیں۔ کیونکہ ایسا کرنے میں بے ادبی تھی۔ آگے سے آکر روٹیاں دیں۔ وہ تینوں اہل دل تھے۔ روٹیاں لے کر کھائیں۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ اس جولاہے نے اپنا کام کر دیا۔ اب ہمیں اپنا کام کرنا چاہیے۔ ایک نے کہا اسے دنیا دینی چاہیے۔ دوسرے نے کہا نہیں دنیا سر سبب فساد ہے۔ اسے آخرت دینی چاہیے تیسرے نے کہا درویش جوانمرد ہوتے ہیں۔ اسے دین اور دنیا دونوں بخشنی چاہئیں۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ابو اسحاق کامل حال شیخ گزرے ہیں۔ جن کی صفت نہیں ہو سکتی۔ جب سے آپ فوت ہوئے ہیں۔ اب تک آپ کے روضہ میں اس قدر نعمت اور راحت ہے۔ جس کی کوئی حد نہیں جمعیت بھی ہے۔ اور طرح طرح کی نعمتیں اور سونا چاندی بھی ۔

ذکر شیخ احمد معشوقؒ

پھر شیخ احمد معشوقؒ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ موسم سرمائیں چلہ کرنے کے وقت آدھی رات کو اپنے مقام سے باہر نکلے۔ اور بہتے پانی میں جہاں ہلاکت کا ڈر تھا کھڑے ہو گئے۔ اور جناب الٰہی میں

عرض کی۔ کہ جب تک میں یہ معلوم نہ کر لوں گا۔ کہ میں کون ہوں میں باہر نہ نکلوں گا۔ آواز آئی۔ کہ تو وہ شخص ہے کہ جس کی شفاعت سے اس قدر آدمی دوزخ سے نجات پائیں گے کہ شمار نہیں۔ آپ نے کہا میں اس پر راضی نہیں۔ پھر آواز آئی کہ تو وہ ہے جس کی عنایت سے اس قدر آدمی بہشت میں داخل ہوں گے۔ شیخ صاحب نے عرض کی کہ میں اس پر بھی راضی نہیں۔ میں تو یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں!۔ آواز آئی کہ ہم نے حکم کیا ہے۔ کہ درویش اور عارف ہمارے عاشق ہوتے ہیں۔ لیکن ہم تمہارے عاشق ہیں اور تمہارا معشوق ہے۔ جب خواجہ احمد اس مقام سے باہر نکلے اور شہر گئے۔ تو جو کوئی ملتا وہ یہی کہتا۔ السلام علیک یا شیخ احمد معشوق رح۔ خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے۔ تو بہت روئے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ خواجہ احمد نماز ادا نہیں کیا کرتے تھے۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ ایک مرتبہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے فرمایا نماز پڑھوں گا۔ لیکن سورۃ فاتحہ نہیں پڑھوں گا۔ لوگوں نے کہا۔ وہ نماز کیسی ہوئی۔ جس میں سورۃ نہ پڑھی جائے۔ جب بہت منت سماجت کی تو فرمایا کہ اچھا فاتحہ پڑھوں گا۔ لیکن ایاک نعبد وایاک نستعین نہیں پڑھوں گا۔ لوگوں نے کہا یہ بھی ضرور پڑھنا ہے۔ آخر جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور فاتحہ پڑھنی شروع کی تو ایاک نعبد و ایاک نستعین پر پہنچ کر آپ کے اعضاء مبارک اور ہر رونگٹے سے خون بہہ نکلا۔ پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا میں حائض عورت ہوں میرے لئے نماز جائز نہیں ۃ

ذکر شیخ نظام الدین ابوالمؤید

منگل کے روز گیارہویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان دنوں بارش کی قلت تھی۔ یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ دہلی میں قحط پڑا۔ تو لوگوں نے متفق ہو کر شیخ نظام الدین ابوالمؤید رح کو دعائے باراں پڑھنے کے لئے کہا۔ تمام خلقت باہر نکلی۔ شیخ نظام الدین رح نے منبر پر چڑھ کر اثنائے وعظ میں آستین سے کپڑا نکالا۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے لب ہلانے شروع کئے۔ تو بارش کے قطرے گرنے لگے۔ پھر وعظ و نصیحت شروع کی۔ تو بارش بند ہو گئی۔ پھر کپڑا نکال کر آسمان کی طرف منہ کیا۔ تو سخت بارش

ہونے لگی۔ جب گھر آئے تو آپ سے پوچھا گیا۔ کہ منہ کپڑا کیسا تھا۔ فرمایا یہ میری والدہ بزرگوار کا دامن تھا۔ پھر آپ کی بزرگی کے بارے میں یہ ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ کے چچازاد یا دور نزدیک کے رشتے کے بھائی با مزاح تھے۔ آپ کبھی کبھی صلہ رحم کی نگہداشت کے طور پر ان کے پاس جایا کرتے۔ وہ ہر کسی سے ٹھٹھا مخول کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ سے ٹھٹھے مخول کی باتیں کرنے لگے۔ تو فرمایا کہ یا تو مجھے اپنے پاس نہ بیٹھنے دو۔ ورنہ میں پر مزاح اور روسیہ ہو کر جاؤں گا۔ یہ کلمات آپ نے ایسی عاجزی سے کہے کہ سب کے سب رونے لگے۔

ملاقات کے روز انیسویں ماہ شعبان سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ آپ سے ایک مرتبہ شیخ احمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت سنی ہوئی تھی۔ بہت سے لوگوں سے سنا گیا تھا۔ کہ احمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ کو محمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں۔ سو اس دن پوچھا۔ کہ آیا محمد معشوق ٹھیک ہے یا احمد معشوق؟ فرمایا۔ احمد محمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ۔ اس واسطے کہ آپ کے والد بزرگوار کا نام محمد تھا۔ اور آپ کا احمد تھا۔

یہ تھی وہ حالتوں کی مشک شمامہ جو تین سال کے عرصے میں جمع کی گئی۔ پہلے فوائد الفوائد جو بارہ سال کے عرصے میں جمع کئے۔ ان سے ملا کر کل پندرہ سال کے فوائد ہیں۔ اگر زندگی باقی ہے تو انشاء اللہ اس دریائے رحمت سے اور موتی حاصل کر کے اس لڑی میں پروؤں گا۔ اور ان موتیوں کی بدولت دولتمند ہو جاؤں گا **قطعہ**

چوں ہفت صد فرد و بیست و دو سال	بیستم روز از سہ شعبان!
از اشارات خواجہ جمع آمد!	ایں بشارت رہ فتوح جنان
شیخ ما چوں محمد آمد نام!	حق اندر ثنائے او احسان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

تمام شد

کتبہ محبوب

(حمایت اسلام پریس لاہور)